باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

(شعری مجموعہ)

مُرتّب

محمد رضوان ندوی

استاداردو، ایس۔ایس ہائی اسکول تیلتا، بلرام پور، کٹیہار، (بہار)

مستقل پتہ

مقام بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ، (بہار)

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری

مُرتّب: محمد رضوان ندوی

استاذ اردو، ایس۔ایس ہائی اسکول، تیلتا بلرام پور، کٹیہار

مستقل پتہ: مقام بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ (بہار)

نام کتاب:	باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری
شاعر:	قاضی محمد جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم
مُرتّب:	محمد رضوان ندوی
ناشر:	محمد رضوان ندوی
کمپوزنگ:	محمد رضوان ندوی
سالِ اشاعت:	۲۰۱۷ء مطابق ۱۴۳۹ھ
صفحات:	۳۶۰
تعداد:	۴۰۰
مطبع:	نیو پرنٹ سنٹر، دریا گنج، دہلی۔
قیمت:	-/400 چار سو روپے

ملنے کا پتہ

محمد رضوان ندوی، معرفت ماسٹر قاضی حامد حسن صاحب

مقام بھاگ طاہر، پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ (بہار) Pin 854315

Baquiyat-e- Qazi Jalal Haripuri

Compiled:by Md. Rizwan Nadvi
At. Bhagtahir, P.O Amour, Via Baisi, Distt. Purnea Bihar
Pin. 854315
Mob: 9955984127, E- mail : rizwannadvi@gmail.com

یہ کتاب فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی، حکومتِ
اتر پردیش لکھنؤ کے مالی تعاون سے شائع ہوئی۔

انتساب

اپنے چھوٹے بھائی عزیزم قاضی محمد رمان مرحوم اور عزیزم قاضی محمد غلمان مرحوم کے نام، جنھیں یاد کر کے آج بھی میری والدہ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ میرے دونوں بھائیوں کی مغفرت فرمائے، ان کی قبروں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور ان دونوں کو میرے والدین اور میرے پورے خاندان کی شفاعت کا ذریعہ بنائے آمین یا ربَّ العالمین۔!

فہرستِ مضامین

عرضِ مُرتّب

میرے دادا قاضی جلال ہری پوری نے ۱۹۲۱ء میں سرزمینِ ہری پور، امور، پورنیہ کے ایک انتہائی مشہور ومعروف علمی، ادبی، مذہبی اور دینی خانوادے میں آنکھیں کھولیں۔ ان کے پردادا جناب قاضی مدد علی ہری پوری ایک جید فارسی داں اور قدردانِ علم وفن تھے، ان کے دادا جناب قاضی مہتاب الدین احمد ہری پوری ایک جید فارسی داں اور اردو فارسی کے شاعر ونثر نگار تھے اور ان کے والد ماجد جناب قاضی منشی عبدالرحیم ہری پوری بھی فارسی کے ایک جید عالم اور باکمال استاد تھے اور ایک اچھے نثر نگار بھی تھے وہ اپنے گھر پر ہی درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس ہی میں گزار دی، ان کے چھوٹے چچا قاضی نجم الدین ہری پوری بھی فارسی کے ایک نہایت باکمال عالم اور استاد اور اردو و فارسی کے شاعر اور نثر نگار تھے، انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی درس وتدریس کے پیشہ ہی میں گزار دی۔

الغرض قاضی جلال ہری پوری کا گھر کوئی عام گھر نہ تھا بلکہ ایک دانش کدہ تھا جہاں علاقے کے تشنگانِ علم وادب اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے، چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے اس دور کی فارسی نثر ونظم کی تمام مُروّجہ کتابیں اپنے والدِ گرامی جناب قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم ہی سے پڑھیں، انہوں نے اپنی خداداد ذہانت اور والدِ گرامی کی خصوصی توجہات کے باعث بہت جلد فارسی زبان وادب میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی اور ایک ممتاز اور جید فارسی داں کی حیثیت سے علاقے میں اپنی نمایاں اور منفرد شناخت قائم کر لی۔ مزید عصری تعلیم کے حصول لئے ہفعیاں اپر اسکول میں داخلہ لیا، لیکن طبعی میلان مشرقی علوم کی طرف رہنے کی

وجہ سے وہاں سے تعلیم چھوڑ کر عربی تعلیم کے حصول کے لئے اپنے ننیہال 'پورانا گنج' کے مدرسہ نورالاسلام میں داخلہ لیا اور مولانا بشیر صاحب مرحوم سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے لگے، لیکن کچھ ناسازگار حالات کی وجہ سے تعلیمی سال کے اختتام سے قبل ہی انہیں حصولِ تعلیم کا سلسلہ بند کر دینا پڑا۔

اس کے بعد درس و تدریس کے مقدس پیشے سے وابستہ ہو گئے اور تقریباً ۱۷ سالوں تک انہوں نے قدیم پورنیہ، بہار اور پڑوسی ریاست مغربی بنگال کے ضلع اتر دیناج پور کے مختلف مدارس و مکاتب اور علاقے کے شائقینِ علم و ادب کے گھر رہ کر فارسی و اردو ادبیات کی اعلیٰ تعلیم کی تدریس کا فریضہ انجام دیا۔

قاضی جلال ہری ایک جید فارسی داں اور باکمال استاد کے علاوہ اردو و فارسی کے ایک قادالکلام شاعر اور منفرد لب و لہجہ کے نثر نگار بھی تھے اور یہ صلاحیت انہیں ورثے میں ملی تھی۔ چنانچہ ان کے دادا قاضی مہتاب الدین احمد ہری پوری اردو و فارسی کے شاعر و ادیب تھے، والد گرامی قاضی عبدالرحیم ہری پوری ایک جید فارسی داں کے علاوہ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے اور چھوٹے چچا قاضی نجم ہری پوری تو اپنے دور کے ایک نہایت مشہور و معروف شاعر اور نثر نگار تھے جو اپنے معاصرین میں نمایاں مقام رکھتے تھے، چنانچہ قاضی جلال ہری پوری بھی اپنے گھر کے ادبی ماحول سے متاثر ہوئے اور صرف سولہ، سترہ سال کی عمر میں اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شعر گوئی کا آغاز کر دیا اور جلد ہی قدیم پورنیہ ضلع کے شعرا میں نمایاں مقام حاصل کر لیا اور اربابِ نقد نظر سے اپنی شاعرانہ صلاحیت اور قادرالکلامی کا لوہا منوالیا، انہوں نے ۳۶-۱۹۳۵ء میں شاعری شروع کی تھی اور ۲۸ راکتوبر ۱۹۹۷ء میں اپنی وفات سے چند دن قبل تک شعر گوئی کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی شاعری میں ایک دور ایسا

بھی آیا کہ تصوف کے غلبہ، قدر دانِ سخن کی کمی اور سکوتِ سخن شناس کی وجہ سے ان کی شعر گوئی کی رفتار میں کمی آ گئی، لیکن چونکہ وہ فطری اور وہبی شاعر تھے اس لئے شاعری سے وہ کبھی دامن چھڑا نہ سکے، یہاں تک کہ ۱۹۹۱ء کے بعد ان کی شاعری میں دوبارہ ایک انقلاب آیا اور پھر پوری توجہ کے ساتھ شعر گوئی میں منہمک ہو گئے۔

اس کا محرک میں ہی بنا، ہوا یوں کہ میں نے فارسی تعلیم کی شروعات اپنے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پاس کی اس کے بعد مدرسہ فیاض المسلمین، بائسی، پورنیہ میں داخلہ لیا وہاں بھی میں نے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد میرے دادا مرحوم اور والد صاحب نے اعلیٰ تعلیم کے لئے مجھے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھیجنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ ۱۹۹۱ء میں میں نے لکھنؤ کا سفر کیا اور لکھنؤ شہر میں واقع دار العلوم ندوۃ العلماء کی ایک معروف شاخ مدرسہ عالیہ عرفانیہ میں درجہ عربی دوم میں داخلہ لیا، لکھنؤ میں طالب علمی کے دوران میں نے اپنے دادا قاضی جلال ہری پوری کو خطوط لکھنا شروع کیا، اس وقت تک مجھے شعر فہمی کی استعداد تھوڑی بہت ہو چکی تھی، چنانچہ جب بھی خط لکھتا تو اس بات کا ضرور ذکر کرتا کہ اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد میں اپنے خاندان کے علمی وادبی سرمایے کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھاؤں گا، اس کے علاوہ جب جب چھٹیوں میں گھر آتا تو دادا جان کی صحبت میں بیٹھتا اور ان سے شعر وادب اور دیگر علمی موضوعات پر گفتگو کرتا ان سب باتوں سے انہیں کافی تحریک اور تقویت ملی اور پھر ان میں شعر گوئی کا جذبہ دوبارہ بیدار ہوا، چنانچہ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۷ء تک انہوں مختـ ـبِ سخن میں کافی کچھ لکھا ہے، جس میں نظمیں، غزلیں، حمدیں، نعتیں، قطعات وغیرہ شامل ہیں ان میں سے بعض تخلیقات نہایت اعلیٰ اور بلند معیار کی ہیں، اس دور کی ان کی تمام تخلیقات عصری حسیت سے مملو ہیں اور فنی، فکری اور

لسانی سطح پر بھی کافی بلند ہیں۔اسی دوران میں نے ان کی توجہ اس جانب بھی دلائی کہ آپ اپنی زندگی ہی میں کم از کم اپنے بکھرے ہوئے شعری سرمایے کو صاف کر کے یکجا کر لیں تو بہتر ہوگا، چنانچہ انہوں میرے اس مشورے پر عمل کیا اور اپنی تخلیقات کو صاف کر کے یکجا کرنا شروع کر دیا، لیکن عمر نے وفا نہیں کی اور یہ کام مکمل نہ ہو سکا، بالآخر علم و ادب کا یہ درخشندہ ستارہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۷ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔اپنے دادا کے انتقال کے بعد اپنے خاندان کے علمی وادبی سرمایے کا میں ہی وارث بنا اور میں نے اپنی اس عظیم اور اہم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ان قیمتی ادبی سرمایوں کو محفوظ کرنے اور طباعت واشاعت سے آراستہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ترتیب وتدوین اور اشاعت وطباعت کی پُرخار وادی میں قدم رکھ دیا۔

چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے دادا کے اردو و فارسی کلام کا ایک انتخاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا، واضح رہے کہ میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کی چھوٹی بڑی تقریباً ۱۵/بیاضیں میرے پاس موجود ہیں، ان میں ایک کا نام ''گلشنِ سخن'' ہے اور ایک کا نام ''چمنستان'' ہے۔اس کے علاوہ کسی میں کوئی نام نہیں ہے۔ان بیاضوں میں ایک بیاض وہ ہے بھی ہے جس میں انہوں صاف کر کے یکجا کرنا شروع کیا تھا، میں نے اسی بیاض سے منتخب کر کے ۱۶۰/صفحات پر مشتمل ان کے اردو و فارسی کلام کا ایک انتخاب بنام 'کلامِ قاضی جلال ہری پوری' ۲۰۰۸ء میں شائع کیا تھا، اس انتخاب میں شدید خواہش کے باوجود ان کی تمام اہم تخلیقات کو شامل نہیں کر سکا تھا، چونکہ میرے سامنے طباعت کا دشوار ترین مرحلہ درپیش تھا، اس لئے صفحات کے اضافے کی گنجائش نہیں تھی، کیونکہ صفحات کے اضافے کے ساتھ ساتھ طباعت کے اخراجات ومصارف میں بھی اضافہ ہوجاتا جو میرے لئے غیر

ممکن نہ سہی لیکن دشوار ضرور تھا، کیونکہ بہت بے سروسامانی کے عالم میں میں نے کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا، اس کی طباعت و اشاعت کے جملہ مراحل کی تکمیل میں نے تنہا کی تھی، اس سلسلہ میں مجھے کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور کس طرح کے ذہنی کرب کا میں شکار ہوا اس کا اظہار میرے لئے مشکل ہے، میرے اس ذہنی کرب کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو اس وادیٔ پُرخار کے راہی ہیں۔

بہر کیف میں اپنے مشن میں سچی لگن کے ساتھ لگا رہا اور اللہ نے مجھے کامیابی عطا کی اور تمام تر دشواریوں کے باوجود کتاب چھپ کر منظرِ عام پر آئی اور میں نے کتاب ہندوستان بھر کی مشہور لائبریریوں، اداروں اور ممتاز و سرکردہ علمی و ادبی شخصیات تک پہنچائی، کتاب کی علمی و ادبی حلقے میں کافی پذیرائی ہوئی، ہندوستان بھر کے ممتاز ادبا، شعرا، ناقدین اور علم دوست افراد (جن میں بعض بین الاقوامی شہرت یافتہ ادبا و نقاد بھی شامل ہیں) نے کتاب موصول ہونے کے بعد کتاب پر اپنے گراں قدر تاثرات کا اظہار فرما کر میری حوصلہ افزائی کی اور میرے اس کام کو سراہا، اس سے مجھے حوصلہ ملا اور اپنے اندر خود اعتمادی بھی پیدا ہوئی اور مزید کام کرنے کے لئے ہمت ہوئی۔

چنانچہ میں نے اپنے دادا کے شعری مجموعہ کی اشاعت کے بعد اپنے پردادا جناب قاضی نجم ہری پوری کے اردو و فارسی کلام کی ترتیب و تدوین میں مصروف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بھی کامیابی عطا کی اور دسمبر ۲۰۱۳ء میں ان کے اردو و فارسی کلام کا ایک انتخاب 'ارمغانِ قاضی نجم ہری پوری' کے نام سے انتہائی آب و تاب کے ساتھ منظرِ عام پر آ چکا ہے، جب ان دونوں شعری مجموعے کی اشاعت ہوئی تو ان دونوں پر اربابِ نقد و نظر نے جو تنقیدی مضامین اور تاثرات تحریر فرمایا ان تمام مضامین کو بھی یکجا کر کے میں نے 'قاضی نجم

ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری: فکر وفن‘ کے نام سے ۳۲۰ رصفحات پر مشتمل کتاب جولائی ۲۰۱۷ء میں شائع کی ہے۔

جب میں ان کتابوں کی ترتیب وتدوین اور اشاعت وطباعت سے فارغ ہوا تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ اب قاضی جلال ہری پوری کے باقی ماندہ اردو فارسی کلام کی ترتیب و تدوین کا کام شروع کیا جائے، چنانچہ میں ان کے باقی ماندہ کلام کو یکجا کرنے میں مصروف ہوگیا اور بڑی محنت اور عرق ریزی سے میں نے ان کی بیاضوں میں بکھرے ہوئے کلام کو یکجا کیا، جس میں حمدیں، نعتیں، غزلیں، نظمیں، قطعات، منظوم شادیانہ رقعہ جات اور منظوم خطوط شامل ہیں۔ باقیات کی ترتیب وتدوین کے دوران ہی مجھے ان کی تمام بیاضوں کو بغور پڑھنے اور مطالعہ کا اتفاق ہوا اس دوران میں نے یہ دیکھا کہ انہوں نے بیشتر تخلیقات کو کئی کئی طرح سے لکھا ہے اور تراش وخراش کے بعد حتمی اور فائنل شکل دی ہے، اگر چہ مرحوم بے استادے تھے، لیکن ان کا تنقیدی شعور بہت بلند تھا وہ اپنی تخلیقات میں غور وفکر کرتے رہتے تھے۔ ہمیشہ فکری، فنی اور لسانی اعتبار سے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرتے رہتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں کافی صفائی ہے جس کا اعتراف اربابِ نقد ونظر نے کیا ہے، چنانچہ ذہن میں آیا کہ ان کی تمام تخلیقات کو جسے انہوں نے قلم زد کر دیا ہے اور اس میں حذف واضافہ اور ترمیم تبدیل کر کے دوسرے انداز سے موزوں کیا ہے یکجا کر دیا جائے تا کہ وہ بھی محفوظ ہو جائے، چنانچہ میں نے اس زاویے سے کام کرنا شروع کیا اور ان کی تمام متروکہ ومنسوخہ تخلیقات کو محفوظ کرلیا اور ’ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری‘ کے عنوان سے انہیں اس کتاب میں شامل کر دیا ہے، اس میں میں نے ان کی تخلیقات کی ابتدائی شکل کو ’نقشِ اول‘ کا نام دیا ہے اور حتمی اور فائنل شکل کو ’نقشِ ثانی‘ کا نام دیا ہے سب سے پہلے میں نے ’نقشِ

اول' کو رکھا ہے اس کے بعد 'نقشِ ثانی' کو رکھا ہے 'نقشِ ثانی' میں وہ کلام ہے جو 'کلامِ قاضی جلال ہری پوری' مطبوعہ ۲۰۰۸ء میں شامل ہے۔

'ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری' میں حمد و نعت، غزل، نظم اور قطعہ میں 'نقشِ اول' کے تحت صرف وہی اشعار لکھے گئے ہیں، جس میں انہوں نے کوئی تبدیلی کی ہے، اسی طرح 'نقشِ ثانی' میں بھی حمد، نعت، غزل، نظم اور قطعہ کو مکمل لکھنے سے گریز کیا ہے، امکانی کوشش کی ہے کہ اعادہ نہ ہو، صرف وہی اشعار لکھے جائیں، جسے ترمیم کے بعد آخری اور حتمی شکل دی ہے، یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بہت سے اشعار 'نقشِ اول' میں ہیں، لیکن 'نقشِ ثانی' میں نہیں ہیں، اسی کے برعکس بہت سے اشعار 'نقشِ ثانی' میں ہیں، لیکن 'نقشِ اول' میں نہیں ہیں، اسی طرح انہوں نے بعض نظموں کے عنوانات میں بھی تبدیلی کی ہے، 'نقش اول' میں سابقہ عنوان اور 'نقشِ ثانی' میں تبدیل شدہ عنوان کو تحریر کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' میں جو تخلیقات شامل ہیں ان میں سے بیشتر تخلیقات ابتدائی دور کی ہیں بالخصوص غزلیں تو تقریباً سبھی ابتدائی دور کی ہیں ظاہر ہے کہ کسی بھی شاعر کے کلام میں پختگی یکبارگی نہیں آجاتی ہے بلکہ بڑی ریاضت اور مشق و ممارست کے بعد ہی زبان و بیاں میں گرفت اور فکر و فن میں پختگی آتی ہے، چنانچہ قاضی جلال ہری پوری کے ابتدائی دور کے کلام میں اہلِ نقد و نظر کو زبان و بیان اور فنی و عروضی خامیاں بھی نظر آسکتی ہیں، اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے، کیونکہ ہر شاعر کو اس مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے تب جاکر کہیں درجۂ کمال کو پہنچ پاتا ہے، پھر یہ باقیات ہیں کوئی منتخبات تو ہیں نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی شاعر کی باقیات کا مطالعہ کیا جائے اس میں رطب و یابس سبھی طرح کی تخلیقات مل جائیں گیں۔ بہر کیف اس طرح سے میں نے اپنے دادا

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے مکمل شعری سرمایہ کو محفوظ کر دیا ہے، چونکہ اس میں بیشتر ابتدائی دور کا کلام ہے، اس لئے ان کی مدد سے قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے فکری وفنی ارتقا کو سمجھنے میں اہلِ نقد ونظر کو آسانی ہوگی۔

اس میں 'قاضی جلال ہری پوری: حیات و خدمات' کے عنوان سے راقم کا تحریر کردہ ایک تفصیلی مضمون بھی شامل ہے، کیونکہ ان کے مطبوعہ شعری مجموعہ' کلامِ قاضی جلال ہری پوری' میں صفحات کی تنگی کے باعث صرف ۳رصفحات پر مشتمل ان کی ایک مختصر ترین خودنوشت سوانح عمری اور چند سوالات کے جوابات کو جو انہوں نے اپنے ایک ہم عصر اہلِ قلم، ممتاز دانشور، معروف مصنف اور اہلِ نسبت جناب اکمل یزدانی جامعیؔ کی طلب پر تحریر فرمایا تھا شامل کر دیا گیا تھا۔

ان معروضات کے بعد اب کتاب اہلِ نقد ونظر اور اربابِ علم و فن کے سامنے ہے، ان کے محاسن و معائب کا فیصلہ بھی انہی کے ذمہ ہے۔ اب آخر میں اہلِ علم و اربابِ نقد ونظر سے میری یہ گزارش ہے کہ ترتیب وتدوین کے زاویہ سے کتاب میں جو خامیاں اور غلطیاں رہ گئی ہیں، ان سے مجھے مطلع فرما کر میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

اس موقع پر میں ان تمام افراد کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور طباعت و اشاعت کے مرحلے میں میرا کسی طرح سے بھی تعاون فرمایا ہے، بالخصوص میں بے حد شکر گزار ہوں جناب پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن دانش صاحب کا جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' پر ایک بیش بہا پیش لفظ تحریر فرما کر کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا۔ میں بے حد مشکور ہوں جناب پروفیسر

فاروق احمد صدیقی صاحب کا جنھوں نے اپنے گراں قدر تاثرات سے کتاب کو زینت بخشی ہے۔ میں بے حد شکر گزار ہوں جناب عبدالوہاب قاسمی صاحب کا جنھوں نے'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' پر اپنے گراں قدر تاثرات کا اظہار فرما کر اپنی علم دوستی اور ادب نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ میں بے حد ممنون ہوں جناب پروفیسر عارف حسن خاں صاحب، علی گڑھ کا کہ انہوں نے ایک عمدہ 'قطعہ تاریخ وفات قاضی جلال ہری پوری' لکھ کر میری دلی خواہش کی تکمیل فرمائی۔ میں بے حد شکر گزار ہوں اپنے والدِ محترم ماسٹر قاضی حامد حسن صاحب ،والدہ محترمہ عذرا خاتون، عمِ محترم ماسٹر قاضی قمرالزماں صاحب، عمِ محترم قاضی نورالزماں صاحب، بڑے بھائی ماسٹر محمد ثاقب صاحب، برادرِ عزیز محمد ریان سلمہٗ، برادرِ عزیز محمد عدنان سلمہٗ چچا زاد بھائی قاضی محمد کاشف سلمہٗ، قاضی محمد آصف سلمہٗ، قاضی محمد صائم الزماں سلمہٗ پھوبھی زاد بھائی جناب ماسٹر قاضی تشبیر صاحب، ماسٹر محمد نشاط سلمہٗ، مولوی عاشق الٰہی ندوی، اپنے سسر جناب مولانا محمد شبیر عالم مظاہری صاحب، اپنی ساس محترمہ سنجری خاتون، اپنے سالے عزیزم محمد ابوسجان سلمہٗ، عزیزم محمد علی سلمہٗ، عزیزم محمد عبداللہ سلمہٗ، اپنی شریکِ حیات محترمہ کہکشاں ریاض، اپنی بیٹی عزیزہ ادیبہ ناز، عزیزہ الیفہ ناز اور اپنے بیٹے عزیزم قاضی تابش سلمہٗ کی محبتوں، شفقتوں اور نوازشوں کا، اس کے علاوہ میں ان تمام اعزہ و اقارب اور احباب و رفقا کا بے حد شکر گزار ہوں جو میرے ان کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور اپنی نیک دعاؤں سے نوازتے ہیں۔

محمد رضوان ندوی

استاد اردو، ایس۔ایس ہائی اسکول تیلتا، بلرام پور، کٹیہار

۱۵/اکتوبر ۲۰۱۷ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

پیشِ لفظ

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن دانش

سابق صدر شعبۂ اردو، بی۔ این منڈل یونیورسٹی، مدھے پورہ، بہار

ہری پور ہے مسکنِ با کمال
ہیں لعل و گہر اس کے نجم و جلال
وصیت مری ان کے اخلاف سے ہے
وراثت کو آبا کی رکھیں سنبھال

مجھے ۲۰۰۷ء میں عزیزی محمد رضوان ندوی کی دعوت پر اس تاریخی گاؤں 'ہری پور' جانے کا اتفاق ہوا اور اس دیار کے عظیم شعرا قاضی نجم ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری کے کلام کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے کلام کے معیار و وقار سے متاثر ہو کر میں نے درج بالا اشعار صادر کئے تھے۔ بیشک ہری پور مسکنِ با کمال ہے اور نجم و جلال اس کے لعل و گہر ہیں جنھوں نے اپنی شاعری میں فکر و خیال کے بیش قیمت لعل و گہر بکھیرے ہیں۔ میں نے ان کے اخلاف سے اپنے آبا کی وراثت کو سنبھال رکھنے کی وصیت کی تھی، جوان کے نبیرۂ دانشور عزیزم محمد رضوان ندوی نے کر دکھایا ہے۔ انہوں نے اپنے پردادا قاضی نجم ہری پوری اور دادا قاضی جلال ہری پوری کے بیشتر کلام کے بالترتیب دو مجموعے شائع کر کے ایک کارِ عظیم انجام دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ان دونوں شخصیتوں سے متعلق اردو و فارسی کے مختلف نقادوں اور دانشوروں کے تحریر کردہ تنقیدی مضامین و تاثرات کو یکجا کر کے 'قاضی نجم ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری: فکر و فن' کے نام سے ایک کتاب ابھی

حال ہی میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کاوشِ جانکاہ کے لئے محمد رضوان ندوی کی جتنی تعریف و تحسین کی جائے کم ہے۔ع: اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ! مزید یہ کہ اب وہ اپنے دادا جناب قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پس ماندہ کلام کو تلاش و جستجو کر کے ایک ضخیم کتاب 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' کے نام سے ترتیب دے کر بہت جلد زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے جارہے ہیں۔اس کا مکمل مسوّدہ میرے سامنے ہے۔انہوں نے اس پر ایک پیش لفظ لکھنے کے لئے مجھ ناچیز سے فرمائش کی ہے۔اسے میں ٹال بھی نہیں سکتا۔

میں نے قاضی نجم ہری پوری کی شاعری سے متعلق طویل مقدمہ لکھا ہے جو ان کے مجموعۂ کلام 'ارمغانِ قاضی نجم ہری پوری' میں شامل ہے اور قاضی جلال ہری پوری پر قدرے مختصر لکھا ہے۔'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' کئی حیثیت سے اہمیت کی حامل ہے' کلام قاضی جلال ہری پوری' مطبوعہ ۲۰۰۸ء میں شامل کلام کے علاوہ ان کی تمام باقی ماندہ تخلیقات اس میں شامل ہیں۔اس میں 'ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری' کے تحت ان کے تمام ترمیم و تنسیخ شدہ کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔مُرتّبِ کتاب کا 'عرضِ مُرتّب' کے عنوان سے تحریر کردہ ایک جامع اور فاضلانہ مضمون بھی شامل ہے۔اس کے علاوہ محمد رضوان ندوی نے 'قاضی جلال ہری پوری: حیات وخدمات' کے عنوان سے بھی ایک تفصیلی اور وقیع مقالہ قلم بند کیا ہے۔جس میں انہوں نے قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے مہد سے لحد تک کے حالات و واقعات کو نہایت سلیس و شگفتہ زبان میں بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے۔

سب سے پہلے 'ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری کے ضمن میں میں یہ کہوں گا کہ

محمد رضوان ندوی نے اردو شعر و ادب کو ایک نئے ہنر سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے ہر چھوٹا بڑا شاعر اپنی نظم اور غزل کو حتمی شکل دینے سے پہلے ترمیم و تنسیخ کی کئی منزلوں سے گزرتا ہے اور الفاظ و تراکیب میں ردو بدل کرتا ہے یعنی اپنی ہی شعری کاوش میں اصلاح کے کئی مرحلوں سے گزرتا ہے۔ خوش قسمتی سے قاضی جلال ہری پوری کا شعری ذخیرہ بہ شمول ترمیم شدہ مسوّدات محمد رضوان ندوی کے پاس موجود ہے اور انہوں نے محنت کر کے 'ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری' کو ترتیب دے کر ایک نئی چیز پیش کی ہے اور شعری ادب میں ایک اہم اضافہ کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ چند سال پہلے میں نے اقبال کی نظم ہندی ترانہ 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' کی تنسیخ شدہ اور ترمیم شدہ شکل کسی مشہور رسالہ میں دیکھی تھی جس میں کئی جگہ اقبال نے الفاظ و تراکیب کو کاٹ کر اصلاح کی تھی۔ محمد رضوان ندوی نے اپنے دادا قاضی جلال ہری پوری کے ایسے تمام کلام کی دونوں صورتیں یعنی ترمیم شدہ اور غیر ترمیم شدہ یکجا کر دیا ہے جن سے شاعر کی قادر الکلامی اور تنقیدی بصیرت کا تو اندازہ ہوتا ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ محمد رضوان ندوی کی عرق ریزی اور دیدہ وری کا بھی پتہ چلتا ہے۔ 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' بھی ایک قابلِ قدر مجموعہ ہوگا، اس میں چند حمد و نعت کے بعد ۳۴ر غزلیں، ۲۲ر نظمیں، ۲۳ر قطعات، ۴۴ر متفرق اشعار، ۴۵ر منظوم شادیانہ دعوت نامے، فارسی کی تین غزلیں، ۶ر معمہ جات اور ایک تاریخ ورود شامل ہیں۔ ان کے تمام کلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی جلال ہری پوری ایک کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر تھے۔ یہاں بھی وہی کلاسیکی رنگ و آہنگ اور شاعرانہ تیور برقرار ہے جو ان کے اوّلین مجموعہ 'کلامِ قاضی جلال ہری پوری' میں قائم ہے۔ فارسی شعر گوئی میں بھی ان کو خاصی قدرت حاصل تھی

۔غزلوں کے علاوہ ان کی بیشتر نظمیں بھی فکری اور فنی لحاظ سے کافی بلند ہیں۔ ان کو شعر گوئی کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی تھی وہ وہبی اور فطری شاعر تھے، قاضی جلال ہری پوری نے محض سولہ سترہ سال ہی کی عمر میں جولان گہِ شعر میں قدم رکھا تھا اور زندگی کے آخری ایام تک وہ شعر کہتے رہے اور شعر وادب کے افق پر چمکتے دمکتے رہے۔

اب میں بلا کسی تبصرہ و تجزیہ کے 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' سے چند اشعار بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

پروردگار ! خالقِ ارض و سماں ہے
روزی رساں ہے خلق کا ، رب الوریٰ ہے تو

میرے نبیؐ سا کون ہے کون ومکان میں
عظمت ہے جس کی بعدِ خدا دو جہان میں

مرا حال اس گُل کو جاکے سنا دے
یہی تجھ سے بادِ صبا ! چاہتا ہوں

جب کہا آنے کو بس پاؤں میں مہندی لگ گئی
مل گئی کافی وجہ ان کو بہانہ کے لیے

جلالؔ خستہ کو وہ دیکھ کر محفل میں کہتے ہیں
یہی اک عاشقِ صادق ہمارا ہے ہزاروں میں

کون ہے وہ جو کہ تجھ پر جان سے مائل نہیں
خنجرِ ابرو سے ترے اے پری! گھائل نہیں

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

دردِ فراق میں بھی ہے لذت وصال کی
پہلو میں دل ہے دل میں کوئی بے نیاز ہے

آج شوریدگی کچھ اور ہے مستانوں میں
گفتگو کرتے ہیں وہ ساقی سے پیانوں میں

ساقیِ ماہ جبیں! تجھ پہ میں صدقہ جاؤں
جلوۂ حسن ازل ہے تیرے پیانوں میں

بچ جاؤں بال بال شیاطیں کی چھیڑ سے
جب روح نکلے جسم سے وقتِ اذاں ملے

جن کے گھر آندھیوں میں اجڑے ہیں
پوچھ ان سے بے گھری کیا ہے

الغرض قاضی جلال ہری پوری سیمانچل کے ایک عظیم شاعر ہوئے ہیں۔وہ بیک وقت اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں قدرت رکھتے تھے۔ایسے باصلاحیت اور قادرالکلام شاعر کو میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری پر ایک طائرانہ نظر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

سابق صدر شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی، مظفر پور

شادؔ عظیم آبادی نے بہت صحیح کہا ہے کہ

ع: خدا کی دین ہے انسان کا مشہور ہو جانا

واقعی جب تک فضلِ خداوندی اور کرمِ مصطفویؐ شاملِ حال نہیں ہو یہ سعادتِ سرمدی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بہت ساری جوہرِ قابل ہستیاں مرورِ ایام کی قبروں میں دفن ہو گئیں، آج ان کا کوئی نام تک نہیں جانتا۔ قاضی جلال ہری پوری کا بھی وہی حشر ہوتا اگر ان کے نبیرۂ نامدار محمد رضوان ندوی نے اپنی سعادت مندی کا ثبوت نہیں دیا ہوتا۔ حق یہ ہے کہ موصوف نے غیر معمولی محنت، عرق ریزی، دلجمعی اور دلچسپی سے کام لے کر اپنے جدِّ کریم کے کلام کی باقیات کو مرتّب کر کے روشناسِ خلق کیا ہے جس کے لئے وہ تمام شائقینِ شعر و ادب کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

میرے پیشِ نظر حضرت قاضی جلال ہری پوری کا کوئی دیوان یا شعری مجموعہ نہیں بلکہ ان کی باقیات کا کمپوزڈ مسودہ ہے جو ابھی (۲۷ر نومبر ۲۰۱۷ء بوقت ۶ر بجے شام) برادرِ محترم پروفیسر احمد حسن دانش میری قیام گاہ (میرے خویش ڈاکٹر اظہر عالم، ڈائریکٹر ڈیفوڈیل پبلک اسکول کی رہائش گاہ واقع سجاد کالونی، پورنیہ) پر لے کر رونق افروز ہوئے اور برادرِ بزرگ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ حکم صادر کر دیا کہ میں اس پر کچھ لکھ دوں۔ صاف

انکار کی صورت میں عزتِ سادات خطرے میں پڑ سکتی تھی ۔اس لئے مختصر تاثرات رقم کر دینے کا میں نے وعدہ کرلیا چونکہ کل صبح مظفر پور کے لئے روانہ ہو جانا ہے۔

بہر کیف باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ مرحوم بلاشبہ ایک فطری شاعر ہیں خود مبدأ فیاض نے ان کے شعری ذوق کی تربیت کی ہے۔اس لئے اپنے قلبی واردات واحساسات کو بڑی فنی بصیرت اور ہنر مندی کے ساتھ الفاظ کے قالب میں ڈھالا ہے۔کمالِ سخنوری یہ ہے کہ ان کے کلام میں فکرِ بلند کے ساتھ فنِ لطیف کے بھی دلکش حوالے ملتے ہیں۔یعنی ان کی شاعری فکرِ منظوم کا سپاٹ نمونہ نہیں ، بلکہ شعری وادبی محاسن سے ممزوج ومُزیّن ہے۔باقیات کا آغاز حمد یہ شاعری سے ہوتا ہے اور حمد یہ شاعری میں فنی حسن پیدا کرنا ریگستان میں جہاز رانی کے مترادف ہے۔ مگر یہ بڑی حیرت ومسرت کی بات ہے کہ شاعر مرحوم نے بڑی کامیابی سے یہ مہم سر کر لی ہے۔ملاحظہ ہوں:

حمد اس کی جس نے آب وگِل کو گویا کر دیا
دونوں عالم کو فقط 'کن' سے ہویدا کر دیا
خیمۂ افلاک تانا بے ستوں بالائے سر
سیپ میں موتی بھرا ، قطرے کو دریا کر دیا
آسمانوں میں جلا کر چاند تاروں کے چراغ
بزمِ ملکوتی کا ہر گوشہ منوّر کر دیا

اسی طرح نعتِ رسولِ مقبولؐ میں کہے گئے اشعارِ ذیل شعری حلاوت اور فنی نفاست کے بوقلمونی جلووں سے معمور نظر آتے ہیں:

مانا مہہ و نجوم کا سرور ہے آفتاب
پر یہ غلط کہ تیرے برابر ہے آفتاب
روشن ہے تیرے حسن کے شعلوں سے دو جہاں
ذرّہ سے تیرے سامنے ، کمتر ہے آفتاب
پھرتا ہے چرخ جس کو بنا کر کے تاجِ سر
شمعِ جمالِ یار کا اخگر ہے آفتاب

ان کی نعتِ پاک کا یہ شعر بھی بڑا ایمان افروز اور روح پرور ہے:

اجابت سے قریں ہرگز نہ ہوتی توبۂ آدمؑ
وسیلہ پا نہیں سکتے اگر حضرتؐ کے احساں کا

یعنی پہلے انسان کی پہلی خطا بوسیلۂ مصطفیٰؐ معاف ہوئی از سلف تا خلف تمام اخیارِ امت کا یہی عقیدہ رہا ہے اور آج بھی مسلمانوں کا سوادِ اعظم اسی خوش عقیدگی کا حامل ہے۔

حضرتِ قاضی جلال ہری پوری کی غزلیں بھی بڑی دلکش اور پُر کیف ہیں یہاں بھی زبان و بیان پر ان کی ماہرانہ دسترس کے شواہد فراہم ہوتے ہیں یعنی انہوں نے غزل کے فنی تقاضوں کا لحاظ رکھا ہے۔ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ انہوں اپنی غزلوں میں تغزل کا بھی خیال رکھا ہے اشعارِ ذیل دیکھیں:

آئے ہیں بے نقاب وہ میری ممات میں
پونم کی چاندنی ہے اماوس کی رات میں

سرخ ہونٹوں تلے دانت وہ اجلے اجلے
آگ میں برف چھپی ہے یہ گماں ہوتا ہے
چاند کو تیری طرح کیوں کر کہوں اے حوروش!
کچھ نہ کچھ دھبہ نظر آتا مہِ کامل میں ہے

ملک کے موجودہ نامساعد حالات کے تناظر میں درج ذیل شعر کی معنویت اور تہہ داری قابلِ توجہ ہے:

اب بھی دامن میں تمہارے ہیں لہو کے دھبے
کتنے آباد گھرانوں کو اجاڑے تم ہو

کہہ سکتے ہیں کہ ان کے کلام میں عصری حسیت کے جلوے بھی نظر آتے ہیں۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے حضرتِ قاضی جلال ہری پوری کا حمدیہ کلام ہو یا نعتیہ کلام، غزلیہ شاعری ہو یا دیگر اصنافِ سخن میں ان کی طبع آزمائیاں ہر صنفِ سخن میں ان کا ایک مقام ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ قلتِ وقت کے باعث میں ان کے کلام کا مفصل مطالعہ نہیں کر سکا، لیکن یہ اندازہ ہوا کہ:

ع: ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالہ

فاروق احمد صدیقی
نزیل، سجاد کالونی، پورنیہ
۲۷/۱۱/۲۰۰۱ء

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری پر ایک نظر

عبدالوہاب قاسمی

ایسی ذہانتیں جو دنیائے ادب کو شبد ستاروں کا جہاں عطا کرے......قابل فخر ہیں!!

آج حروف اور شبد کی معتبریت اور معنویت مفقود ہوتی جارہی ہے، اس کے حسین نقوش اور باطنی خوشبو سے آج کا مشینی مزاج منحرف ہوتا جارہا ہے...... چنانچہ حروف اور معنی کے معدوم ہوتے ایسے پر حقانی القاسمی کچھ یوں ماتم کناں ہیں ''موسم نہیں، شاید یہ عہد ہی ہجر کا ہے.....لفظ جدا اور معنی معدوم ہوتے جارہے ہیں انسانی کائنات کے حساس وجود کے لئے اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوسکتا ہے لفظ نہیں رہیں گے تو صرف خلا رہ جائے گا کہ کائنات کا ظہور لفظ ہی سے ہوا تھا اور وہ تھا لفظ......کن''۔

آج کے اس تناؤ، کشمکش اور اضطراب زدہ زندگی میں تو لفظ سے رشتہ قائم رکھنا ہی امر مشکل ہے چہ جائے کہ کوئی اوراقِ پارینہ سے الفاظ و معانی کے کسی گم شدہ باب کو تلاش کرے، مگر اس منفی رویے کے باوجود بھی آج کچھ ولولے اور حوصلے ایسے ہیں جن میں جوش بھی ہے اور حرارت بھی، جنون و وارفتگی بھی ہے اور پُر خار راہوں سے گزرنے کا عزم بھی .....ان ہی کے ذوقِ جنون سے کتنے گم شدہ باب روشن ہوئے اور قافلۂ گمنام میں شامل کتنے فن کاروں اور تخلیق کاروں کو دائمی زندگی نصیب ہوئی۔اور کتنے کراہتے اور کھنڈرات میں تبدیل ہوتے الفاظ و معانی کو رخشندگی، تابندگی اور رعنائی ملی۔

مولانا محمد رضوان ندوی کے پاس کچھ ایسا ہی ''ذوقِ جنون'' ہے جس کے

سہارے انھوں نے ادب کے ایسے گم شدہ باب کا اکتشاف کیا جس کی تمام جلوہ سامانیاں وقت کی دھول میں دب کر اپنا حسن و جمال کھوتی جا رہی تھیں۔ اسی باب کا عنوان ہے ''باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری''۔

قاضی جلال ہری پوری بیسویں صدی کے ان شاعروں میں شمار ہوتے ہیں جن کی تخلیقات ذہنوں کو روشنی عطا کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنے تجربات و مشاہدات سے جو شعری کائنات پیدا کی ہے ان میں خلوص کی خوشبو اور جذبے کی آنچ موجود ہے۔ جیسے جیسے ان کا کلام منصۂ شہود پر آتا گیا ان کی انفرادی صلاحیت اور شعری صلابت سامنے آتی چلی گئی۔ ''باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری'' کے ذریعے نہ صرف ان کی شعری شخصیت کی تفہیم ہوتی ہے بلکہ ان کے تخلیقی ارتقا کا عرفان بھی ہوتا ہے۔

کسی بھی شاعر کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے میں ان کے ابتدائی کلام کی حیثیت بنیادی ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ان کی جو تخلیقات پیش کی گئی ہیں وہ ابتدائی شاعری سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں سے جو اٹھان ہوئی وہ زبان و بیان اور موضوع کے اعتبار سے ترقی کرتی گئی اور بالآخر ایک نقطے پر پہنچ گئی۔ اس حیثیت سے یہ کتاب اپنی ایک اہمیت و افادیت رکھتی ہے۔

''کلام قاضی جلال ہری پوری'' میں ہمیں جو قاضی جلال ہری پوری نظر آتے ہیں وہ اپنے اس ابتدائے سفر میں شعری دیوانگی کے ساتھ جستجوے منزل میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں۔ قاضی جلال ہری پوری کے کلام کے یہ ابتدائی نمونے ان کے فطری شاعر ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ان کی موزوں طبیعت، شعری تڑپ، ادبی ذوق اور اپنے کلام پر بار بار ناقدانہ نظر نے ان کی تخلیقات کو صفائی، روانی، چستی، مضمون آفرینی اور معنوی گہرائی

عطا کی ہیں۔ مرتب نے اپنے مضمون میں اس پہلو کی جو وضاحتیں کی ہیں ان سے قاضی جلال ہری پوری کی شعری شخصیت کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے۔

''باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری'' میں جو اشعار پیش کیے گئے ہیں ان کی شعریت ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ایک بات کو کئی طرح ادا کرنے کی کوشش یہاں دکھائی دیتی ہے۔ کہیں لفظ بدلے گئے ہیں اور کہیں مصرعے میں جہانِ معنی کی گنجائش پیدا کی گئی ہے اور کہیں روانی اور سلاست کو ملحوظ رکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ ایسے تمام اشعار ''ترمیماتِ قاضی جلال ہری پوری'' کے تحت جمع کیے گئے ہیں۔ ایک نمونہ دیکھتے چلیں:

الٰہی دستِ قدرت سے بنائے انس و جاں تو نے
کیا قدرت سے قائم بے ستوں یہ آسماں تو نے

.....

الٰہ العالمیں پیدا کیا سارا جہاں تو نے
سروں پر بے ستوں قائم کیا یہ آسماں تو نے

دوسرے شعر میں جو روانی ہے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

قاضی جلال ہری پوری کی شاعری کا تعلق انسانی کردار کے ساتھ معاشرے کے نشیب و فراز سے ہے۔ غزلیہ آہنگ میں انھوں نے اچھے تجربات پیش کیے ہیں۔ کلاسیکی ادب پر ان کی خاص توجہ رہی ہے۔ ان کے ہاں جو علائم اور اشارات خلق ہوئے ہیں ان میں ان کی جدتِ طبع کا خاصہ دخل رہا ہے۔ وہ کسی واقعے کو قلم بند کرتے ہوں یا کسی منظر کی تصویر کشی ہر جگہ ان کے قلم کی پختگی متاثر کرتی ہے۔

باقیات میں شعری اصناف کا تنوع موجود ہے۔ حمدیں، نعتیں، غزلیں، نظمیں، قطعات، منظوم شادیانہ دعوت نامے اور فارسی کلام سے یہ کتاب مزین ہے۔ غزلوں اور نظموں میں ان کے خاص تیور زیادہ ابھرتے ہیں۔ وہ فنی رچاؤ کے ساتھ اپنے خیالات کی ترسیل شعری پیرائے میں بخوبی کرنا جانتے ہیں۔ یہاں کچھ نمونے ملاحظہ کریں:

بہتریں گنج قناعت ہے زمانہ کے لیے
کوششیں بیکار ہیں مال و خزانہ کے لیے

مراحال اس گُل کو جاکر سنا دے
یہی تجھ سے بادِصبا ! چاہتا ہوں

کب تک فراقِ یار کا صدمہ سہا کروں
اب ہے خیال ، آہ سے محشر بپا کروں

آج شوریدگی کچھ اور ہے مستانوں میں
گفتگو کرتے ہیں ساقی سے وہ پیمانوں میں

رات کس شغل میں گزری ہے جلالؔ بیدل!
کیا خبر ہو انھیں جو سوتے ہیں کاشانوں میں

مذکورہ اشعار میں رفعتِ تخیل کی کارفرمائی موجود ہے۔ معنوی تہہ داری غزلیہ آہنگ کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ آخری شعر میں ''کس شغل'' کی معنوی جہات پر غور کیجیے تو قاضی جلال ہری پوری کی لسانی بصیرت متاثر کرتی ہے۔ اسی طرح تیسرے شعر میں ''آہ'' سے محشر بپا کرنا بھی خوب ہے۔

ان کی بیشتر نظمیں بھی شعری بلندیوں کو چھونے میں کامیاب ہیں۔ مرکزی خیال کے سہارے ان کی نظموں کا ارتقا متاثر کن ہوتا ہے۔ خیال کے تسلسل کو وہ خوب نبھاتے ہیں۔ جس میں ذہن کی پرواز آہستہ خرامی کے ساتھ مرکز تک پہنچتی ہے اور قاری دیدۂ حیرانی لیے نظم کی مجموعی فضا سے ابھرنے والے آہنگ میں کھوسا جاتا ہے۔ بطورِ مثال ایک مکمل نظم ملاحظہ کیجیے:

خوش آمدید

تیری قسمت مرحبا صد مرحبا ارضِ وطن!
ہے بجا افلاک پر بھی تجھ کو ہونا خندہ زن
کون کہہ سکتا ہے اب کانٹوں بھرا صحرا ہے تو
تجھ میں پیدا آج تو ہیں سارے اندازِ چمن
خوش نصیبی پر تری سارے جہاں کو رشک ہے
قاریِ طیبؒ ہیں تیرے دوش پر جلوہ فگن
حاملِ اسرارِ قرآں کی بھی ہے جلوہ گری
جن کو دنیا کہہ رہی ہے حضرتِ فخرالحسنؒ
سپہرِ اسلام کے دونوں ہیں روشن مہر و ماہ
جن کے سینوں سے ہیں جاری فیض کی گنگ و جمن
جن کی ذاتِ پاک وجہِ نازشِ ہندوستاں
جن سے رونق یاب ہے اسلام کی ہر انجمن

قائدانِ دین و ملت مرحبا خوش آمدید
با عقیدت عرض کرتا ہے جلالؔ نغمہ زن

یہ استقبالیہ نظم قاری طیب صاحبؒ کی آمد پر کہی گئی تھی۔ جو اپنی باطنی لہروں میں جن چیزوں سے ممتاز ہے انھیں ہم یوں کہہ سکتے ہیں یہاں شاعر کا مطمحِ نظر ''کبھی ان کو اور کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں'' پر بہت واضح ہے۔ قدم رنجہ فرمانے والی ہستی آسمانِ علم کا روشن ستارہ ہے۔ ان کی آمد صرف میزبان ہی کے لیے نہیں بلکہ اس پورے علاقے کے تاریخی باب کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ شاعر کی نظر دونوں پہلوؤں پر ہے۔ وہ اس استقبالیہ کے توسط سے جہاں ایک طرف اہلِ وطن کے دلی جذبات کی ترجمانی کر رہا ہے وہیں تاریخ میں ایک نئے اور یادگار باب کو محفوظ کر رہا ہے۔

اس استقبالیہ کے شعری اختصاص بھی قابلِ توجہ ہیں۔ زبان و بیان کی تشکیل اور تشبیہ و استعارے کی ہم آہنگی ایک مخصوص فضا تک پہنچانے میں کامیاب ہے۔ ''کانٹوں بھرا صحرا'' پر غور کیجیے تو اس علاقے کا مخصوص پس منظر منور ہو جاتا ہے۔ پھر پانچویں اور چھٹے اشعار پر ذہن مرکوز کیجیے تو ''کانٹوں بھرے صحرا'' کا ''انداز چمن'' بن کر ''افلاک'' پر ''خندہ زنی'' کا کتنا خوبصورت جواز سامنے آتا ہے۔

آخر میں اس کتاب کے ان دو مضامین کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، جنھیں مرتب نے بڑی جانکاہی سے تحریر کیا ہے۔ پہلا مضمون ''عرضِ مرتب'' کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس مضمون میں مرتب نے کتاب کے تعلق سے جو معلومات فراہم کی ہے اس سے کتاب کی اہمیت و افادیت کا عمدہ عرفان ہوتا ہے۔ اس کتاب کا منظر و پس منظر جن یادوں اور جن لمحوں سے وابستہ ہے اس مضمون کے ذریعے قاری ان سے آشنا

ہوتا ہے اور متن کی پیش کش میں مرتب کے ذہنی خاکے کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ انھوں نے زمانۂ طالبِ علمی سے ہی اپنے خاندان کے ادبی ورثے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور انھیں حرزِ جاں بنایا۔ یہ اس خاندان کی خوش بختی ہے کہ اسے محمد رضوان ندوی کی شکل میں ایک ایسا فرزند ملا جس کی جستجو نے اس خاندان کو زندہ رکھنے کا سامان فراہم کیا اور اپنے اسلاف کے کارناموں سے ادبی دنیا کو متعارف کرا کے خطۂ سیمانچل کی ادبی و شعری شناخت بھی مستحکم کردی۔ ورنہ تاریخ کے اوراق میں کتنے ایسے نااہل خاندان محفوظ ہیں جنھوں نے اپنے ادبی ورثے کو کوڑی کے بھاؤ فروخت کر ڈالا۔

دوسرا مضمون 'قاضی جلال الدین جلال ہری پوری: حیات وخدمات' کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس کی نوعیت تذکرے/مختصر سوانح عمری کی ہے۔ قاضی جلال ہری پوری کی زندگی یہاں آئینہ ہوگئی ہے۔ مضمون نگار نے ان کی زندگی کے اکثر گوشوں کو یہاں حیطۂ تحریر میں لانے کی سعی کی ہے۔ پیدائش سے وفات تک کے واقعات پر محیط یہ مضمون خاصہ وقیع ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا اس مضمون کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ قاضی جلال ہری پوری کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لے کر بڑی بڑی چیزوں کو جس طرح یہاں یکجا کیا گیا ہے وہ آئندہ کسی محقق کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوں گی۔

امید ہے کہ ''باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری'' کے ذریعے ان کی شعری شخصیت کے بہت سے مخفی گوشوں سے قارئین کو آگہی عطا ہوگی۔

قاضی جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم: حیات وخدمات

محمد رضوان ندوی

نام: قاضی محمد جلال الدین

تخلص: جلال

ولدیت: قاضی منشی عبدالرحیم متوفی ۱۶/ جولائی ۱۹۵۲ء

حسب نامہ: قاضی محمد جلال الدین ابن قاضی عبدالرحیم ابن قاضی مہتاب الدین احمد ابن قاضی مددعلی ابن قاضی چراغ علی ابن قاضی فتح علی ابن قاضی ثناء اللہ ابن قاضی اچھے میاں۔

پیدائش: آپ ضلع پورنیہ، بہار کے امور بلاک میں واقع ایک مشہور ومعروف مردم خیز گاؤں بھاگ طاہر (ہری پور) کے ایک معزز علمی، ادبی اور مذہبی خاندان میں ماہ جنوری ۱۹۲۱ء میں بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندانی حالات:

قاضی جلال ہری پوری کے پردادا قاضی مددعلی مرحوم کے تین صاحبزادے تھے قاضی محمد یٰسین، قاضی عبدالواحد اور قاضی مہتاب الدین احمد۔ قاضی مددعلی مرحوم کے دوصاحبزادے یعنی قاضی محمد یٰسین اور قاضی عبدالواحد کی شادی ہری پور سے جنوب میں تقریباً ۲ر کیلومیٹر دوری پر واقع فقیر ٹولی نامی گاؤں میں ہوئی تھی۔ واضح رہے کہ ان دونوں کے سسر کو

کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور ان دونوں کو کافی جائداد بھی تھی، اسی وجہ سے یہ دونوں اپنے سسر کی خواہش پر اپنی سسرال فقیر ٹولی ہی میں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے۔

قاضی محمد الیاس مرحوم اور قاضی الحاج ماسٹر شاہ عالم صاحب جناب قاضی عبد الواحد صاحب مرحوم کے پوتے ہیں اور قاضی انعام الحق مرحوم، قاضی عبدالسلام مرحوم اور قاضی جواد الحق صاحب قاضی محمد یٰسین مرحوم کے پوتے ہیں۔اس طرح قاضی مدد علی مرحوم کی اولادوں میں صرف قاضی مہتاب الدین احمد ہی اپنے آبائی گاؤں ہری پور بھاگ طاہر میں رہے۔

قاضی مہتاب الدین احمد کے چار صاحبزادے تھے قاضی عبدالرحیم قاضی عبدالستار، قاضی عبدالصمد اور قاضی نجم الدین نجم ہری پوری۔ بھائیوں میں قاضی عبدالرحیم سب سے بڑے اور قاضی نجم الدین سب سے چھوٹے تھے۔قاضی عبدالستار جو جناب منشی مراد حسین یتیم کھپروی مرحوم کے شاگرد رشید تھے۔جن کی وفات بچپن ہی میں ہو چکی تھی اور جن کی وفات پر جناب مراد حسین یتیم نے ایک قطعۂ تاریخِ وفات بھی تحریر کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ وفات شاگرد رشید عبدالستار مرحوم

عبدِ ستار زین سپنج سرای
چون بقصرِ بہشت یافت محل
بود ششدر دلم بتار یخش
ناگہان شد نہفتہ مشکل حل

سالِ ملکیش خواند کلکِ یتیم
سبق آموختہ ز لوحِ ازل
۱۳۰۳ملکی

ہجریش زد رقم کہ بود ست آن
نقشِ ثانی جوہر اول
۱۳۱۳ھ

اسی آوان میں قاضی جلال ہری پوری کے پردادا جناب قاضی مدد علی مرحوم کی بھی وفات ہوگئی ان کی وفات پر بھی جناب مراد حسین یتیم کھیروی نے قطعۂ تاریخ وفات تحریر فرمایا ہے:

قطعۂ تاریخ وفات قاضی مدد علی رئیسِ اعظم ہری پور

عادلِ دوران و سردارِ زمان
آن کہ ذاتش بود مقبولِ اللہ
ہمچو کیخسرو بہ ترکِ سلطنت
پیشِ حق درگدیہ شد شام و پگاہ
کرد رحلت زین جہانِ بی ثبات
گفت تاریخش یتیمِ پُر گناہ
ملکیش رنجِ ضیر و عیسویش
۱۳۰۳ملکی

مسندِ قضات شد بی لطف آہ!
۱۸۹۶ء

قاضی عبدالصمد کا انتقال بھی شادی ہونے کے چند سال بعد ہی ہو چکا تھا۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو صاحبزدیاں بھی تھیں۔ مرحوم کی بیوہ سے بعد میں قاضی نجم الدین نجم ہری پوری نے اپنے والدین اور اعزہ و اقارب کے مشورہ سے سنت نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے نکاح کر لیا تھا۔

قاضی مہتاب الدین احمد نے اپنے بڑے صاحبزادے قاضی عبدالرحیم کی شادی بائسی بلاک میں واقع قاضیوں کی ایک معروف بستی ''پورانا گنج'' کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھنے والے شخص جناب قاضی منشی ضیاء الدین مرحوم کی صاحبزادی افزون النساء کے ہمراہ کی تھی واضح رہے مرحومہ افزون النساء کا انتقال ۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر بروز اتوار ۱۹۷۲ء کو ہوا تھا۔ قاضی عبدالرحیم کے دو صاحبزادے تھے قاضی محمد غزال الدین اور قاضی محمد جلال الدین اور ایک صاحبزادی تھی جن کا نام عقیلہ خاتون تھا۔ قاضی محمد غزال الدین قاضی محمد جلال الدین کے بڑے بھائی تھے جو نو عمر ہی میں انتقال کر چکے تھے۔

اس طرح سے قاضی جلال ہری پوری نہ صرف اپنے والد قاضی عبدالرحیم کے اکلوتے فرزند تھے بلکہ اپنے پورے خاندان میں تنہا اور اکیلا نرینہ اولاد تھے۔ کیونکہ ان کے دونوں چچا یعنی قاضی عبدالصمد مرحوم اور قاضی نجم الدین نجم ہری پوری مرحوم نرینہ اولاد سے محروم تھے اس لئے قاضی جلال ہری پوری کی پرورش و پرداخت بڑے ناز و نعمت سے ہوئی۔ آگے چل کر یہی بچہ اپنے خاندان کی شہرت و ناموری کا سبب بنا اور اپنے آبا و اجداد کی علمی، ادبی، شعری اور مذہبی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ فروغ بھی عطا کیا۔

قاضی جلال الدین جلال کی ہمشیرہ عقیلہ خاتون قاضی جلال سے بڑی تھیں۔ اس دور میں جبکہ خواتین کی تعلیم و تربیت کا زیادہ رواج نہ تھا بالخصوص دہی علاقوں میں مرحومہ کا شمار نہ صرف قاضی خانوادہ بلکہ علاقے کی ایک ممتاز تعلیم یافتہ خواتین میں ہوتا تھا وہ ایک انتہائی دیندار، خدا ترس اور عبادت گذار خاتون تھیں۔

انہوں نے اردو فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے والد بزرگوار قاضی منشی عبدالرحیم سے حاصل کی تھی۔ جب عقیلہ خاتون بڑی ہوئیں تو ان کے والدین نے ان کا نکاح ہری پور سے قریب ہی ایک گاؤں ''کھاڑھی'' کے ایک معزز فرد منشی عبدالطیف ابن فدوی حسین مرحوم کے ہمراہ کردیا۔ ان کی ازدواجی زندگی بہت خوشگوار ماحول میں گذرنے لگی۔ اللہ تعالی نے یکے بعد دیگرے ان کو دو نرینہ اولادوں سے بھی نوازا ایک کا نام عبدالقدوس تھا اور دوسرے کا نام محمد مسلم۔ لیکن قدرت کو کیا منظور تھا کہ ان کی زندگی کی خوشیاں جلد ہی غم میں تبدیل ہوگئیں۔ یعنی شادی کے چند سال بعد ہی ان کے وفادار شوہر کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح وہ جوانی ہی میں بیوہ ہوگئیں۔

چند ماہ بعد اپنی سسرال سے اپنے والدین کے ایما پر اپنے دونوں بچوں کے ہمراہ ہمیشہ کے لئے ہری پور آ گئیں اور اپنے بچوں کے ساتھ یہیں مستقل طور سے رہنے لگیں۔ ان کے دونوں بچے بھی بے حد ذہین، زیرک، ہوشیار اور ہنرمند تھے وہ دونوں اپنے نانا اور ماموں سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے اور اپنے نانا ماموں کے گھریلو کام کاج میں بھی ہاتھ بٹانے لگے۔ چونکہ دونوں بھائی بہت ذہین تھے اس لئے جلد ہی دونوں کا شمار ممتاز طلبہ میں ہونے لگا بالخصوص عبدالقدوس کو جو عمر میں محمد مسلم سے بڑے تھے فارسی زبان و ادب

میں پوری مہارت حاصل ہو چکی تھی اور انہوں نے شعر و شاعری کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ان کی والدہ محترمہ، نانا نانی اور ماموں کو ان دونوں سے مستقبل میں کافی امیدیں تھیں۔محترمہ عقیلہ خاتون اپنے دونوں ہونہار بچوں کو دیکھ کر اپنے شوہر کی جدائی کے غم کو فراموش کر چکی تھیں اور انہیں زندگی گذارنے کا حوصلہ مل گیا تھا،لیکن خدا کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا کہ جب دونوں جوان ہوئے اور سنِ شعور کو پہنچے تو چند مہینے کے وقفے میں یکے بعد دیگرے دونوں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

عقیلہ خاتون جو اپنے شوہر کی جدائی کے غم سے پہلے ہی ٹوٹ چکی تھی دونوں جواں سال لختِ جگر کے سانحہ ارتحال نے مرحومہ کو بالکل نڈھال کر دیا تھا۔قاضی جلال ہری پوری نے اپنے جواں سال ہمشیر زادوں (بھانجوں) کی وفات پر بہت پرسوز، دردانگیز دو نظمیں تحریر کی ہیں دونوں نظمیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

ہمشیر زادۂ خود قدوس کی یاد میں

گلزارِ ذہانت کا وہ خوش رنگ گلِ سُرخ
تہذیب کے افلاک کا وہ نجمِ درخشاں
وہ علم و ادب کا ،جو تھا بچپن ہی سے شائق
تھے جس پہ اتالیق بھی سو جان سے قرباں
وہ باعثِ تسکین جو مادر کے لئے تھا
تھی روحِ پدر قبر میں وہ جس سے کہ شاداں
نانا کے بڑھاپے کا جو مضبوط عصا تھا

نانی کا نورِ چشم، وہ بھائی کا قدرداں

دشمن کی نگاہوں میں جو چبھتا تھا مثلِ خار

ماموں کی اپنے قوّتِ بازو تھا جو جواں

افسوس کہ ایّامِ جوانی میں وہ قدوسؔ

جاں آفریں کو سونپ دیا ہائے! اپنی جاں

صد حیف درد خیز ہے کتنا یہ واقعہ

آنسو نہ بہائے ،ہے کوئی ایسا سخت جاں

رجب کی تھی اٹھارہ ویں سن تیرہ سو پینسٹھ

دن بدھ کا ، وقتِ صبح ہوا خلد کو رواں

بے فائدہ جلالؔ ! نہ کر نالہ و فغاں

بچہ ، جوان کوئی ہو ، رہتا نہیں یہاں

نوٹ:۔محمد قدوس مرحوم کے چھوٹے بھائی محمد مسلم مرحوم کا انتقال یکم صفر روز بدھ ۱۳۶۶ھ کو ہوا۔

جلالؔ غفرلہٗ

قدوسؔ اور مسلمؔ ہمشیرزادوں کی یاد میں

دوستو ! پوچھو نہ شرحِ داستانِ زندگی

درد سے لبریز ہے ظرفِ بیانِ زندگی

گلشنِ ہمشیر کے کمہلا گئے دونوں ہی پھول

اجڑا اجڑا ہوگیا یہ گلستانِ زندگی

دل کی دنیا میں مرے ہر سمت ظلمت چھا گئی
چھپ گئے جب مہر و ماہِ آسمانِ زندگی
موت کے بے درد ہاتھوں نے کیا رہزن کا کام
لوٹ لی ساری متاعِ کاروانِ زندگی
یہ سخن سازی نہیں ہے بلکہ تفسیر الم
بن گیا اشعار ہے سوزِ نہانِ زندگی
ہونے والی بات ٹل سکتی نہیں ہرگز جلالؔ !
کس قدر غم ناک ہے یہ امتحانِ زندگی

لیکن اس نازک موقع پر بھی مرحومہ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور بے پناہ صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا یوں تو مرحومہ شروع سے ہی دیندار، عبادت گذار اور خدا ترس تھیں، لیکن شوہر اور دونوں جواں سال بیٹوں کے انتقال کے بعد وہ بالکل یکسوئی کے ساتھ خدا کی یاد میں مشغول و منہمک ہوگئیں اور اپنے بیشتر اوقات کو اب وہ عبادت و ریاضت، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن پاک اور اوراد و وظائف، انبیا علیہم السلام کی سیرت و سوانح اور بزرگان دین کے حالات زندگی کے مطالعہ میں گذارنے لگیں۔

مرحومہ کو قرآن سے بے حد لگاؤ تھا وہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتی تھیں اور اردو تراجم قرآن کی مدد سے قرآن پاک کے معانی و مطالب بھی سمجھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ عموماً جب وہ قرآن کی تلاوت فرماتیں اور تلاوت کے بعد ترجمہ اور تشریح پڑھتی تھیں تو میرے محلّہ کی خواتین بالخصوص میرے خاندان کی خواتین مرحومہ کے اردگرد جمع ہوجاتی تھیں اور سماعت کرتی تھیں اس طرح سے وہ خود قرآن پر تدبر و تفکر کے

ساتھ ساتھ قرآن کے پیغام اور اس کی تعلیمات کو حلقۂ خواتین میں بھی پہنچاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قرآن فہمی کے جذبہ کو قبول فرمائے آمین۔

ان کا مزاج خالص دینی اور مذہبی تھا وہ اپنے چھوٹے بھائی قاضی جلال الدین اور اپنی بھابھی مریم النساء اور ان کے بال بچوں ، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں غرض پورے خاندان کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا مظاہرہ کرتی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ قوت برداشت کی دولت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے اگر دانستہ یا نادانستہ طور پر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی بھی سرزد ہو جاتی تب بھی وہ اسے انسانی فطرت کا تقاضا سمجھ کر نظر انداز کر دیتیں اور کبھی کوئی حرف شکایت اپنی زبان پر نہیں لاتیں۔ اگر چہ انہیں کافی جائیداد بھی وراثت میں ملی تھی لیکن انہوں نے اپنی ساری جائیداد اپنے بھائی کو ہمیشہ کے لئے دے دی تھیں اور زندگی بھر کبھی انہوں نے اس کا اظہار بھی نہ کیا کہ میں نے اپنے بھائی یا ان کی اولادوں کے لئے ساری جائیداد چھوڑ دی ہے۔

اگر چہ میرے دادا قاضی جلال ہری پوری بھی اپنی بہن کا بے حد احترام کرتے اور حتی الامکان ان کی ضروریات کا بھرپور خیال بھی رکھتے تھے لیکن مرحومہ چونکہ ایک تعلیم یافتہ اور حساس خاتون تھیں وہ اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ انسان کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے پر کلی طور سے منحصر نہیں رہنا چاہیے بلکہ حتی المقدور کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے مرغی پرورش کا کام شروع کیا یہ کام عورتوں کے لئے قدرے آسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں برکت دی اور اچھی آمدنی ہونے لگی۔ جس سے وہ اپنی بعض ضروریات بھی تکمیل کر لیتی تھیں اور اللہ کے راستے میں صدقہ و خیرات بھی کر لیتی تھیں اس کے علاوہ جو رقم بچ جاتی اسے بحفاظت رکھتی تھیں چنانچہ جب کچھ رقم جمع ہو گئی تو انہوں

نے اس رقم کو جامع مسجد جو میرے دروازہ پر واقع ہے کی تعمیر و توسیع کے لئے دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی تعمیر و توسیع کے لئے مرحومہ کی جانب سے دی گئی رقم کو شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت میں اسے اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے آمین!

مرحومہ پڑوسیوں کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں بیماروں کی عیادت کرتیں ان کے دکھ درد میں شریک رہتیں۔ واضح رہے کہ مرحومہ راقم الحروف (محمد رضوان ندوی) کی معلمہ بھی تھیں۔ میں نے بچپن میں قرآن پاک اور ابتدائی اردو وغیرہ کی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کی قبر پر رحمتوں کا نزول فرمائے آمین! بالآخر ۱۹۸۷ء میں مرحومہ کی زندگی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تعلیم و مقامات تعلیم:

قاضی جلال ہری پوری نے رواجِ زمانہ کے مطابق اس وقت کی فارسی نظم و نثر کی جملہ مروجہ کتابیں مثلاً گلستاں، بوستاں، زلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش، دیوان حافظ، شبنم شاداب، قصائد عرفی، بدر چاچ اور کلیلہ دمنہ وغیرہ اپنے والد بزرگوار جناب قاضی منشی عبدالرحیم سے پڑھی۔ چونکہ آپ کے والد اپنے دور کے ممتاز و جید فارسی داں اور با کمال استاد تھے اور گھر پر ہی درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک اسی باوقار پیشہ سے وابستہ رہے۔ جن کا اعتراف ان کے چھوٹے بھائی قاضی انجم ہری پوری نے یوں کیا ہے:

در اقلیمِ دبیری تاجِ سلطانی بہ سر دارد
انجم را میسر شد بعالم ایں جہاں بانی

قاضی جلال ہری پوری کا دولت کدہ ایک عام دولت کدہ کی طرح نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک دانش کدہ کی تھی جہاں نہ صرف سرزمین بھاگ طاہر ہری پور بلکہ دور دراز سے سینکڑوں طالبانِ علم وفن آتے اور جناب قاضی منشی عبدالرحیم جیسی عبقری اور بافیض شخصیت سے فیض یاب ہوتے اور اپنی علمی وادبی تشنگی بجھاتے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے فارسی زبان وادب کی مکمل تعلیم اپنے والدگرامی ہی سے حاصل کی اور خداداد ذہانت وذکاوت کی بدولت صرف چودہ سال کی عمر میں فارسی زبان میں پورا کمال حاصل کرلیا اور فارسی شعروادب کے اسرار ورموز سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر لی۔ انہوں نے نہ صرف فارسی زبان وادب کو سمجھنے کی حد تک صلاحیت پیدا کی بلکہ فارسی نثر ونظم دونوں صنفوں میں اپنے مافی الضمیر اور اپنے خیالات وجذبات کو ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت ولیاقت بھی پیدا کر لی تھی۔

قاضی جلال ہری پوری نے فارسی کی تعلیم کی تکمیل کے بعد عصری تعلیم کی غرض سے ۱۹۳۶ء میں ہفقیاں اپر اسکول میں درجہ چہارم میں داخلہ لیا تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت عصری تعلیم کے لئے اسکولوں کی کافی قلت تھی کئی کئی گاؤں کے بعد کوئی ایک اسکول ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا داخلہ اپنے گاؤں ہری پور سے تقریباً ۷ رکیلومیٹر پورب اتر میں واقع ایک مشہور گاؤں ہفقیاں کے اپر اسکول میں لیا تھا۔ لیکن چند ماہ ہی وہ وہاں عصری تعلیم حاصل کر سکے کیونکہ طبیعت کا میلان مشرقی علوم یعنی فارسی وعربی کی جانب تھا۔ اس لئے انہوں نے عصری تعلیم کا سلسلہ بہت جلد بند کر دیا اور اپنے ننیہال 'پورانا گنج' میں واقع مدرسہ نورالاسلام میں داخلہ لے لیا اور اپنے ننیہال میں رہ کر وہاں عربی کی تعلیم مدرسہ کے ممتاز عالم

دین، عربی زبان وادب کے ماہر اور باکمال استاد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم، ساکن بنی باڑی کٹیہار سے حاصل کرنے لگے اور ۱۹۳۷ء کے اختتام سے قبل ہی صرف چند ماہ کے اندر عربی صرف ونحو کی بنیادی کتابیں پڑھ لیں۔ لیکن اسی سال کچھ گھریلو نا مساعد حالات کے پیش نظر انہیں اپنی تعلیم کا سلسلہ مستقل طور پر بند کر دینا پڑا۔

اس طرح قاضی جلال ہری پوری کو کسی اسکول یا مدرسہ میں باقاعدہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کے مواقع میسر نہیں ہوئے۔ اگر انہیں کسی اسکول یا مدرسہ میں اپنی تعلیم کی تکمیل کا پورا موقع ملا ہوتا تو نہ جانے وہ علم وادب کے کس اعلیٰ مقام ومنصب پر فائز ہوتے۔ ان کی تعلیم کا تجزیہ کر کے میں اس نتیجہ میں پہنچا ہوں کہ وہ فارسی زبان وادب کے منتہی تھے اور اس زبان میں ان کو پوری دسترس حاصل تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ فارسی زبان وادب ہی انہیں باقاعدہ پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ جہاں تک ان کی عربی تعلیم کا تعلق ہے چونکہ انہوں نے مولانا بشیر احمد مرحوم سے عربی صرف ونحو کی بنیادی کتابیں پڑھی تھی۔ اس لئے وہ بڑی حد تک عربی صرف ونحو کے ان مبادیات سے واقف تھے جن کی ایک فارسی وار دوداں شخص کو فارسی اور اردو زبان میں پختگی پیدا کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اور عصری علوم سے بھی وہ بقدر ضرورت واقف تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کو زندگی کے آخری ایام تک بہ نفس نفیس بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔ جہاں تک اردو تعلیم کا معاملہ ہے قاضی جلال ہری پوری نے اردو زبان وادب کی ساری صلاحیت واستعداد ذاتی مطالعہ کی بدولت پیدا کی تھی۔ اردو کے معتبر شعرا اور صاحب طرز ادبا کی تصانیف کے مسلسل اور بغائر مطالعہ کے ذریعہ اس زبان میں انہیں اس قدر قدرت ہوگئی تھی کہ انہوں نے اپنے شاعرانہ جذبات واحساسات کے اظہار کے لئے اسی زبان کو اپنا وسیلہ بنایا۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندان کا علمی وادبی پسِ منظر:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ایک علمی ، ادبی اور مذہبی خاندان تھا۔ اس خاندان کو نہ صرف سرزمین ہری پور بلکہ پورے علاقے میں علم وادب، تہذیب وتمدن اور عزت وشرافت میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ ان کے پردادا قاضی منشی مدد علی ادب نواز اور علم پرور تھے چنانچہ اس کا اثر بڑی حد تک ان کے دادا قاضی منشی مہتاب الدین احمد پر بھی پڑا۔

قاضی مہتاب الدین احمد اپنے دور کے ایک جید فارسی داں اور اردو و فارسی کے شاعر کے علاوہ بہت بڑے ادب نواز اور اہل علم وفن کے قدرداں بھی تھے۔ ان کی قدردانی، علم دوستی اور ادب نوازی ہی کا نتیجہ تھا کہ اس دور میں اس علاقے کے جملہ اہل علم وفن کا ان کے گھر پر ہمہ وقت ہجوم رہتا تھا۔ منشی مراد حسین یتیم کھپروی، مشتاق دلشاد پوری اور ان کے بھائی تمنّا دلشاد پوری جیسے عظیم المرتب شعرا وادبا ان کے گھر اکثر قیام کرتے۔ قاضی مہتاب الدین احمد نہ صرف ان عظیم علمی وادبی شخصیتوں کی شایانِ شان ضیافت کرتے بلکہ اکثر ان عظیم شعرا کے کلام سے محظوظ بھی ہوتے اور دادو تحسین سے بھی نوازتے۔

قاضی مہتاب الدین احمد نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم وتربیت پر کافی توجہ دی ان کی عمدہ تربیت اور خصوصی توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے تینوں صاحبزادے علم وفضل، عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے قاضی منشی عبدالرحیم متوفی ۱۹۵۲ء جو قاضی جلال ہری پوری کے والد گرامی تھے اپنے دور کے جید فارسی داں اور باکمال استاد تھے اور اپنے گھر ہی پر درس وتدریس کے خدمات انجام دیتے تھے اور ان کی پوری زندگی علاقے کے طالبان علم وفن کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں گذری۔

انہوں نے زندگی کے آخری ایام تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور بے شمار تشنگان علم وفن کی علمی تشنگی بجھائی۔ بالآخر ۱۶؍ جولائی ۱۹۵۲ء کو علم وادب کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ قاضی جلال ہری پوری نے اپنے والدِ گرامی قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم کی وفات کا ذکر یادداشت کے طور پر اپنی ڈائری میں یوں فرمایا ہے:

"والد گرامی قاضی منشی عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور ۲۳؍ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶؍ جولائی ۱۹۵۲ء مطابق ۳۱؍ اساڑھ ۱۳۶۰ بکی منگل کا دن گزرنے کے بعد تقریباً ۸؍ بجے رات بدھ کی شام کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بدھ کے دن تقریباً ۱۰؍ بجے دن کو جنازے کی نماز حاجی احسان علی صاحب نے پڑھائی اور مسجد کے سامنے ابدی نیند سو گئے۔ پروردگارِ عالم آپ کو غریقِ رحمت فرمائے آمین ثم آمین!"

غم نصیب

جلاؔل غفرلہ فرزند مرحوم ومغفور

نوٹ:- جناب قاضی منشی عبدالرحیم صاحب کا جب انتقال ہوا تھا۔ اس وقت ہمارے علاقے میں زبردست سیلاب آیا ہوا تھا اس لئے قبرستان میں ان کی تدفین نہیں ہوسکی تھی بلکہ مسجد کے سامنے نجی زمین میں مرحوم کی تدفین عمل میں آئی تھی۔ محمد رضوان ندوی

قاضی مہتاب الدین احمد کے منجھلے صاحبزادے قاضی عبدالصمد مرحوم بھی باکمال فارسی داں تھے جو عالم شباب ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے قاضی نجم الدین نجم ہری پوری ایک باکمال فارسی داں، اردو فارسی دونوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب وانشاپرداز تھے۔ انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی درس وتدریس ہی میں گذار دی۔ انہیں اپنے معاصر شعرا وادبا کے درمیان نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اگر چہ انہوں نے عمر بہت مختصر پائی لیکن عمر کے لحاظ سے ان کے کارنامے قابل رشک ہیں۔ انہوں نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعری ونثری تخلیقات کا جو سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے وہ انہیں زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔

ان بزرگوں نے علم وادب کی جو روایت قائم کی تھی وہ ختم نہیں ہوئی۔ چنانچہ قاضی جلال ہری پوری (جو قاضی عبدالرحیم کے بیٹے اور قاضی نجم ہری پوری کے حقیقی بھتیجے تھے) نے نہ صرف اپنے آبا واجداد کی علمی، ادبی اور شعری روایت کو برقرار رکھا۔ بلکہ حتی الامکان ان کو فروغ بھی عطا کیا، اور انہوں نے ادبی دنیا میں ایک ممتاز فارسی داں ماہر استاد اردو وفارسی دونوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر اور منفرد نثر نگار کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کی۔

خدا کے فضل سے ہر دور میں اس خاندان کے افراد اپنی بساط بھر اپنے آبا واجداد کی علمی وادبی روایات برقرار رکھنے کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں اور عصر حاضر میں بھی اس خاندان کے افراد عصری ودینی علوم سے آراستہ ہیں اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ شعر وادب سے دلچسپی اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، اور درس وتدریس جیسے مقدس اور باوقار پیشہ سے اس خاندان کے افراد کی وابستگی قدیم زمانہ سے ہی رہی ہے جو ہنوز قائم ہے، آج بھی اس خاندان کے بیشتر افراد درس وتدریس کے پیشہ سے ہی وابستہ ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری کے خاندان کا معاشی پس منظر:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ہری پور کے ممتاز زمینداروں کا خاندان تھا۔ ان کے پردادا قاضی مددعلی مرحوم کافی جائداد کے مالک تھے۔ زراعت کے ساتھ ساتھ ہاتھی اور لکڑی کی تجارت بھی کرتے تھے۔

چونکہ آپ کے آبا و اجداد میں دینی اور مذہبی رجحان کا غلبہ ہمیشہ رہا اس لئے عام زمینداروں کی طرح جائز اور ناجائز طریقہ کو اپنا کر دولت اکٹھا کرنے میں کبھی بھی مصروف نہیں رہے بلکہ ہمیشہ قناعت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آبا و اجداد سے ملی جائداد ہی پر قانع اور مطمئن رہے اس لئے اس خاندان کے پسماندگان میں پہلی جیسی دولت کی فراوانی تو نہ رہی البتہ اس خاندان کے افراد کبھی مفلسی اور مقروضیب کے شکار بھی نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ایک مہذب، باوقار اور خوددار خاندان کے افراد کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے اور اپنی ضروریات اور جائز خواہشات کی تکمیل بحسن وخوبی کرتے رہے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پاس بھی عام رئیسوں کی طرح دولت کی فراوانی تو نہ رہی لیکن ان کا شمار اپنے گاؤں کے اہل جائداد افراد میں ہوتا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی باوقار انداز سے گزاری۔ انہیں کبھی معاشی تنگی نہ رہی اور نہ ہی وہ کبھی مقروض رہے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کبھی کسی پر منحصر بھی نہیں رہے۔ الحمدللہ آج بھی اس خاندان کے جملہ افراد اپنے ایمان واعمال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حلال وحرام کی تمیز کرتے ہوئے معاشرہ میں باوقار اور خوشحال زندگی گزار رہے ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آنے والی نسلیں بھی اس روش پر قائم رہیں۔

درس وتدریس:

قاضی جلال ہری پوری ۳۶-۱۹۳۷ء میں مدرسہ نورالاسلام 'پورانا گنج' میں زیر تعلیم تھے لیکن کچھ گھریلو نا مساعد حالات کی وجہ سے انہیں اپنی تعلیم کا سلسلہ بند کردینا پڑا اور مستقل طور پر گھر پر رہنے لگے۔ ۱۹۳۹ء میں اپنے حقیقی پھوپھا مشہور و معروف بزرگ شیخ طریقت حضرت الحاج محمد احسان علی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر پہلی بار مدرسہ حامدیہ لالٹولی عیدگاہ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور پھر علاقے کے مختلف مدارس و مکاتب میں تقریباً سترہ اٹھارہ سال تک ایک باوقار و باکمال استاد کی حیثیت سے اردو اور فارسی ادبیات کی تدریس کا فریضہ انجام دیے اور سینکڑوں تشنگانِ علم وفن کی علمی و ادبی تشنگی بجھائی۔

انہوں نے جن جن مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیئے ہیں ان میں مدرسہ الٰہیہ رنگریا ہری پور، مدرسہ حامدیہ لالٹولی عیدگاہ، مدرسہ اسلامیہ مجھٹہ اور مدرسہ غوثیہ بستہ ڈانگی قابل ذکر ہیں۔ قاضی جلال ہری پوری نے ان مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے کر جہاں سینکڑوں افراد کو اردو، فارسی کی تعلیم سے آراستہ کیا وہیں اردو شعر و ادب کے فروغ کے لئے محفل شعر و سخن بھی آراستہ کرتے رہے اس طرح درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہوں نے شعر و ادب کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے مدرسہ اسلامیہ مجھٹہ کے قیام کے دوران ''مدرسہ مجھٹہ کا پیغام شائقین علم کے نام'' کے زیر عنوان ایک نہایت عمدہ نظم لکھی ہے۔ یہ ۱۹۵۰ء کا زمانہ تھا اس وقت اس مدرسہ کے صدر مدرس ان کی حقیقی پھوپھی کے داماد مولانا غیاث الدین مرحوم ساکن گرہرا، امور، پورنیہ تھے۔ ان کی وہ نظم ان کے شعری مجموعہ میں بھی شامل

ہے جسے راقم نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے وہ نظم یہاں پیش کی جارہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مدرسہ مچھٹہ کا پیغام شائقینِ علم کے نام

کہاں ہو شائقینِ علم و فن آؤ یہاں آؤ
بلاتی ہے تمہیں یہ انجمن آؤ یہاں آؤ

اگر منظور ہے بننا سپہرِ علم و دانش کا
تمہیں تابندہ پروین و پرن آؤ یہاں آؤ

چمکنا ہے تمہیں گر چاند سا چرخِ لیاقت پر
تو باحسنِ عقیدت جانِ من ! آؤ یہاں آؤ

علومِ فارسی عربی کے اس شاداب گلشن میں
کھلے ہیں تازہ نسریں نسترن آؤ یہاں آؤ

یہاں پر ناظرہ خوانی بھی ہے اور حفظِ قرآں بھی
گلِ تجوید بھی ہے خندہ زن آؤ یہاں آؤ

کھلے ہیں گوشہ گوشہ اس چمن میں پھول اردو کے
عنادل بن کے طفلانِ وطن آؤ یہاں آؤ

مثالِ شمع ہوتا ہے پگھلنا علم کی خاطر
بنو رازؔی کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ

مصائب کو حصولِ علم میں راحت سمجھتے تھے
یہ آبا کا تمہارے تھا چلن آؤ یہاں آؤ

بحمد اللہ کیا کہنا یہاں پڑھنے پڑھانے کا
سجی ہے ایک دلکش انجمن آؤ یہاں آؤ
اگر ہو قوم کے بچوں کا تم بھی خادمِ مخلص
خوشی سے پھر جلالِ خستہ تن ! آؤ یہاں آؤ

نوٹ: -حین قیام مدرسہ مجھنہ یہ نظم بصورت اشتہار چھپی تھی۔ جناب مولوی غیاث الدین گرہروی ناظم تھے اور جناب وارث علی مرحوم صدر مدرسہ تھے۔

فقط
جلالؔ غفرلہ،
۱۴رستمبر ۱۹۵۰ء

اسی طرح انہوں نے مدرسہ غوثیہ بستہ ڈانگی میں قیام کے دوران اپنی شاعری کے جوہر دکھائے اور اس علاقے کے اہل علم وفن سے اپنی شاعرانہ صلاحیت اور فارسی دانی کا لوہا منوایا اسی دوران انہوں نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے مدرسہ کی جانب سے ایک نظم لکھی تھی جو اشتہار کی شکل میں شائع ہوئی تھی وہ نظم یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اشتہار واجب الاظہار

حین قیام مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

قومِ مسلم! جاگ اٹھ یہ خوابِ غفلت تا بکے؟
ہو چکی حد ہو چکی اب یہ جہالت تا بکے؟

غور فرما تیری اگلی شان و شوکت کیا ہوئی ؟
وہ علو و برتری وہ جاہ و ثروت کیا ہوئی؟
تجھ میں اب اسلاف کی باقی رہی عظمت کہاں؟
وائے! تیری لٹ گئی اے قوم! وہ دولت کہاں؟
علم سے ہونا معرّیٰ ہے تری ذلّت کا راز
ورنہ تھا ہر قوم میں تجھ کو نمایاں امتیاز
یہ تو دنیا میں جہالت کی ہے اک ادنیٰ سزا
حشر میں ہوگا مگر انجام اس سے بھی بُرا
وقت ہے اب بھی اگر تو عقل سے کچھ کام لے
علم کے حبلِ متیں کو اپنے ہاتھوں تھام لے
تو فلک پیما بنے پھر تیری عزت کا عَلَم
پھر قدم چومیں ترے، جنّت میں حورانِ اِرم
علمِ دیں کے مدرسوں کی تھی علاقے میں کمی
شکر ہے کچھ اس طرف سے ہوگئی ہے بے غمی
یعنی بستہ ڈاگئی میں ایک دینی درس گاہ
خدمتِ اسلام پر مامور ہے از دیر گاہ
ضلع میں ہے یہی اک مدرسہ اے نیک نام !
فارسی، عربی کی ہوتی ہے جہاں تعلیم عام

آج کل اس میں مدرس فارسی کے ہیں جلالؔ
فنِ استادی میں حاصل ہے جنہیں پورا کمال
بہتر و با قاعدہ تعلیم فرماتے ہیں جو
فارسی کے رمز کو اردو میں سمجھاتے ہیں جو
خاندانی فارسی دانی ہے جن کا آشکار
جن کو دنیا مانتی ہے شاعر و مضموں نگار
طالبانِ علم سے اب یہ گزارش ہے مری
اپنے ہمدردانِ ملّت سے سفارش ہے مری
کیجئے فرضِ خدا کو اپنے ذمہ سے ادا
لائیے دل سے بجا ارشادِ ختم الانبیا
آیئے اور مذہبی تعلیم حاصل کیجئے
آپ کو اللہ کے پیاروں میں شامل کیجئے
آپ کے رحم و کرم پر اس کی ہے مبنی بقا
آپ کی ہمّت کے بل مضبوط ہے اس کی بنا
ہیں مہیّا اس جگہ ہر قسم کی آسانیاں
طالبانِ علم کو ملتی ہیں جاگیریں (۱) یہاں
اب بھی سابق کی طرح اس کی اعانت کیجئے
چرمِ قربانی، رسولی(۲)دھان اور صدقات سے

اپنے اس دینی ادارے کا سدا رکھیں خیال
دستِ بُردِ مفلسی سے تا نہ ہو یہ پائمال
کہہ چکا میں آپ سے کہنا مجھے تھا جو پیام
توڑتا ہوں گفتگو کا سلسلہ اب وَالسَّلام

المشتھر:(مولوی) عبدالحمید ناظم و مدرس شعبۂ عربی مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

نوٹ:-(۱) اُس دور میں مدارسِ اسلامیہ میں زیرِ تعلیم طلبہ کے طعام و قیام کی ذمہ داری عموماً گاؤں کے افراد اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔ اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں جاگیر کہا جاتا ہے۔

(۲) زمین کی پیداور بالخصوص دھان کی پیداوار میں دسواں/ بیسواں حصہ بطور زکوۃ ادا کیا جاتا ہے اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں رسولی کہا جاتا ہے۔(مرتب)

جب ۱۹۵۴ء میں مدرسہ الٰہیہ رنگریا ہری پور کا قیام عمل میں آیا تو آپ یہاں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ لیکن ۱۹۵۷ء میں تدریسی خدمات سے سبک دوش ہو گئے وجہ یہ تھی ۱۹۵۲ء میں آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا تھا چونکہ آپ اپنے والد کے اکلوتے نرینہ اولاد تھے اس لئے زمین جائداد کی دیکھ ریکھ اور گھر کی ساری ذمہ داری آپ پر آپڑی۔

پھر بھی آپ نے گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن جب گھریلو ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئیں اور درس و تدریس کے سلسلہ کو مزید جاری رکھنا آپ کے لئے دشوار ہو گیا تو آپ نے ملازمت سے سبکدوشی کا فیصلہ کر لیا۔ بالآخر آپ ۱۹۵۷ء میں سبکدوش ہو گئے۔ اس طرح سے آپ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۵۷ء تک درس و تدریس کے باوقار پیشہ سے وابستہ رہے اور ایک کامیاب اور باوقار و باکمال استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے میں آپ کے

شاگردوں کی تعداد بھی کافی تھی اور آج بھی آپ کے بہت سے شاگرد باحیات ہیں اور مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔
سبکدوشی کے بعد زراعت کے پیشہ میں منہمک ہو گئے۔ اللہ تعالی نے انہیں اس میدان میں کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ بہت جلد علاقے کے ایک تجربہ کار اور محنتی کسان کے طور پر ان کا شمار ہونے لگا پھر زندگی کے آخری ایام تک اسی پیشہ سے وابستہ رہے۔

دینی و مذہبی خدمات:

قاضی جلال ہری پوری کے آباواجداد کے دینی و مذہبی خدمات قابل بھی ذکر ہیں آپ کے والد گرامی قاضی منشی عبدالرحیم بھاگ طاہرورنگر یاعیدگاہ و جامع مسجد کے امام تھے۔ عیدگاہ میرے گھر سے شمال کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر ہری پور مڈل اسکول کے قریب سڑک کے مشرقی جانب واقع ہے اور جامع مسجد میرے دروازے پر واقع ہے مرحوم تاحیات بلا کسی معاوضہ کے امامت کے علاوہ دیگر دینی فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ جب آپ کے والد کی وفات ہوگئی تو یہ ذمہ داری عوام نے اتفاق رائے سے قاضی جلال ہری پوری کے سپرد کر دی انہوں نے بھی زندگی بھر اس اہم ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا۔
قاضی جلال ہری پوری عیدگاہ اور جامع مسجد میں امامت کے علاوہ اکثر نماز جنازہ کی امامت، نکاح خوانی اور عوام کے دیگر دینی وشرعی مسائل میں رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے عوام کو آپ پر پورا بھروسہ واعتماد بھی تھا چنانچہ لوگ عموماً اپنے دینی وشرعی مسائل کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے آپ فقہ اسلامی کی کتابوں میں تلاش وتحقیق کے بعد ان کے مسائل کو حل کرتے اگر کوئی مسئلہ آپ کو معلوم نہیں ہوتا تو بلا تکلف آپ کہہ دیتے کہ مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے یا اس طرح کا مسئلہ میری نظر سے نہیں گزرا پھر انہیں کسی معتبر عالم دین سے

رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اس طرح سے انہوں نے پوری زندگی دینی خدمات انجام دیئے۔
زندگی کے آخری ایام میں جب آپ کافی ضعیف ہو گئے تھے اور کمزوری ونقاہت کی وجہ سے نماز پڑھانے بالخصوص جہری نماز اور خطبہ دینے میں دشواری ہوتی تھی تو کبھی کبھی راقم سے خطبہ پڑھواتے تھے اور نماز خود مرحوم پڑھاتے تھے ان دنوں میں لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا پھر جب میں باشعور ہوا اور دینی وشرعی مسائل سے بڑی حد تک واقفیت بھی ہوگئی تو اکثر عیدین اور جب گھر پر ہوتا تو جمعہ کی نماز بھی خاکسار ہی سے پڑھواتے تھے اور میری اصلاح بھی فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔
۱۹۹۷ء میں آخری عید الفطر کی نماز میں نے اپنے دادا مرحوم کی اجازت سے پڑھائی یا یوں کہہ لیجئے کہ میرے دادا مرحوم نے اپنی زندگی کی یہ آخری نماز عید الفطر خاکساری کی اقتدا میں پڑھی پھر جب میرے دادا بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو عوام نے یہ اہم ذمہ داری ناچیز کے دوش ناتواں پر ڈالی خدا کے فضل وکرم سے ۱۹۹۷ء سے تا حال اس اہم ذمہ داری کو نبھار ہا ہوں آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مجھے اس اہم دینی و مذہبی ذمہ داری کو پورے خلوص وللہیت کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے دادا اور پردادا مرحومین کی اس خالص دینی ومذہبی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین!۔

شعروشاعری:

قاضی جلال ہری پوری نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں تھیں جہاں ہر طرف شعروادب کے چرچے ہوتے ان کے گھر پر علاقے کے ممتاز شعراء، ادبا اور

اہلِ علم وفضل کا ہمہ وقت ہجوم رہتا تھا ان کے دادا قاضی مہتاب الدین احمد ہری پوری اردو وفارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ان کے والد قاضی منشی عبدالرحیم ممتاز فارسی داں، باکمال استاد اور شعر ادب کے رمز شناس تھے ان کے چھوٹے چچا قاضی نجم ہری پوری اپنے دور کے اردو وفارسی دونوں زبانوں کے انتہائی مشہور ومعروف قادر الکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب وانشا پرداز تھے۔

چنانچہ قاضی جلال ی پوری اس شعری وادبی فضا اور ماحول سے متاثر ہوئے اور شعر ادب کا ذوق ان کے ذہن ودماغ میں چھا گیا اور کم سنی میں شاعری شروع کردی اور بڑی خاموشی کے ساتھ دادو تحسین، اعزاز واکرام، نام ونمود اور شہرت وناموری سے بے نیاز ہوکر زندگی کے آخری لمحہ تک شعروادب کی خدمت کرتے رہے اور گیسوئے اردو سنوارتے رہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز اردو وفارسی دونوں زبانوں میں کی تھی لیکن چونکہ ان کی شاعری کے ابتدائی دور ہی میں فارسی زبان دم توڑنے لگی تھی۔ فارسی داں طبقہ خال خال رہ گئے تھے نئی نسل میں فارسی پڑھنے اور فارسی زبان وادب میں مہارت حاصل کرنے کا رجحان تقریباً ختم ہو چکا تھا فارسی شعروادب کے رمز شناس ایک ایک کرکے اٹھتے جارہے تھے فارسی کے بجائے اردو زبان فروغ پارہی تھی اور عوام میں اردو زبان روز بروز مقبول ہوتی جارہی تھی نئی نسل اپنے خیالات کے اظہار کے لئے اردو زبان کو ترجیح دینے لگے تھے۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری بھی بدلتے ہوئے حالات اور زمانے کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو زبان ہی میں زیادہ طبع آزمائی کرنے لگے اور اپنے خیالات و جذبات کی ترسیل کے لئے اردو زبان ہی کو وسیلہ بنایا۔ لیکن انہوں نے فارسی بالکل ترک

نہیں کی اور کبھی کبھی فارسی میں بھی شعر کہتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فارسی شاعری کا بھی نمونہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جو اگرچہ مختصر ہے مگر معیاری ہے۔

ان کی فارسی شاعری کے مطالعے سے اہلِ نقد ونظر بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں فارسی شعر گوئی پر پوری قدرت حاصل تھی انہوں نے کم عمری ہی میں شاعری شروع کر دی تھی۔ چنانچہ صرف سولہ، سترہ سال کی عمر میں ایک غزل اور ''آج کل کی قابلیت'' کے زیرِ عنوان ایک نظم لکھ کر اپنے چچا ممتاز شاعر جناب قاضی نجم الدین ہری پوری کے سامنے پیش کی تھی جو یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

آج کل کی قابلیت

یوں تو ہے اپنی جگہ پر قابلیت اے جناب !
کر دیا ہے اس کو فیشن کی ہوا نے پر خراب
انشا پردازی جو منشی کے لئے تھا خاص کام
آج کل کی قابلیت نے مٹایا اس کا نام
چند دن جا کر کچہری کی ہوا کھائی اگر
بس سمجھ لیتے ہیں منشی آپ کو وہ بے خبر
سر پہ مفلر، تن پہ سوئٹر ہاتھ میں باندھے گھڑی
خاصہ منشی بن گئے لے قابلانہ اک چھڑی
مسٹر و ملاّ میں علم و فضل کا ہونا مدام
ہے ضروری یہ نہیں ہوں گر تو وہ مطلق ہیں خام

جاکے دیو بند میں چندے جو کھائے دال بھات
یا کسی کالج میں جاکے سیکھ لی کچھ چکنی بات
بس سمجھ لیتے ہیں مسٹر اور مولانا ہوئے
جتنے قابل ہیں جہاں میں سب کے ہم نانا ہوئے
سامنے سے گر کسی قابل کا بھی ہوئے گزر
تو ذرا تعظیم کو اٹھتے نہیں وہ مَن سے ٹر
سولہ سترہ سال ہی کی ہے ابھی عمرِ جلاؔل
صاحبو! لائیں نہ اس پر حرف گیری کا خیال

غزل

جاں تجھے اپنی کہوں یا آنکھ کا تارا کہوں
تو ہی بتلا دے تجھے اے ماہ پارا !کیا کہوں
ایک مجنوں ہی فقط تھا طالب لیلیٰ مگر
تجھ پہ سو مرتے ہیں تجھ کو کس طرح لیلیٰ کہوں
آسماں گردش سے رک جائے زمیں حرکت کرے
ان سے بھی اپنا اگر پُر درد افسانہ کہوں
ہیں مرے ناشاد دل میں سیکڑوں ارماں بھرے
دل کو اپنے، دل کہوں یا شوق کی دنیا کہوں

پھیر لوں سر گر غلامی سے تری میں جانِ من !
کس زباں سے پھر میں اپنے کو ترا شیدا کہوں
ہے لڑکپن کا زمانہ کھیل ہے یہ اے جلالؔ !
کب کا میں شاعر ہی ہوں جو یہ غزل بڑھیا کہوں

قاضی جلال ہری پوری اپنے طالب علمی ہی کے دور سے اپنی شاعرانہ صلاحیت کا اظہار اساتذۂ سخن کے سامنے کرنے لگے تھے چنانچہ مدرسہ نورالاسلام پورانا گنج میں ۱۹۳۷ء میں ان کے طالب علمی کے دور میں ایک طرحی مشاعرہ کا انعقاد ہوا تھا جس میں اس دور کے قدیم پورنیہ ضلع اور بیرون اضلاع کے ممتاز و باکمال شعرا و اساتذۂ سخن نے شرکت کی تھی قاضی جلال ہری پوری نے بھی اس طرحی مشاعرہ میں بطور شاعر شرکت کی تھی اور اپنی سخن ورانہ صلاحیت کی داد اساتذۂ سخن سے پائی تھی وہ غزل یہاں پیش کی جا رہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

مصرعۂ طرح:- نہ رکھا راز دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر

پڑا ہوں ہجر میں یارو! کسی کے خستہ جاں ہوکر
کروں کیا شاعری اب میں نحیف و ناتواں ہوکر
بپا سیلاب ہے یارو! جہاں میں میری آنکھوں سے
شب فرقت خیالِ یار میں آنسو رواں ہوکر
الٰہی ! روز و شب شام و سحر یہ آرزو اپنی
گزاروں زندگی ان کی گلی کا پاسباں ہوکر

کیا رسوا سرِ محفل ان آنکھوں نے مجھے آخر
''نہ رکھا رازِ دل پنہاں مرا وہ راز داں ہوکر''

جلالؔ ! ایامِ طفلی میں یہ رنگیں شاعری تیری
زمانے میں کرے گا نام پیدا تو جواں ہوکر

اسی طرح انہوں نے اپنی کم عمری ہی میں بعض دیگر طرحی مشاعروں میں بھی اپنے چچا قاضی نجم ہری پوری کے ہمراہ شرکت کی تھی چنانچہ مدرسہ اسلامیہ قمر گنج کمبرواباڑسی میں ۱۶رشعبان ۱۳۶۰ھ میں ایک طرحی مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس میں مندرجہ ذیل مصرعۂ طرح تھا:

مصرعۂ طرح :- آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتا دے مجھ کو

کاش تو خواب ہی میں جلوہ دکھا دے مجھ کو
ابنِ مریم کی طرح آکے جلادے مجھ کو

دستِ ساقی سے ملے گر تو غنیمت سمجھوں
گھول کر زہر جو محفل میں پلادے مجھ کو

زندگی بھر نہیں احسان بھلاؤں اس کا
کوئی گر محملِ لیلیٰ کا پتا دے مجھ کو

رہ گزر میں ہوں بہت دن سے پڑا میں آکر
اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگا دے مجھ کو

ہو ترے عشق میں وہ فیضِ محبت دل پر
مکتبِ عشق کا استاذ بنادے مجھ کو

مشک کی قدر نہ ہو میرے مشامِ جاں میں
اپنی زلفوں کی کوئی بُو جو سونگھا دے مجھ کو
موم ہے سنگ ہے شیشہ ہے کہ آئینہ ہے
''آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو''
ایسی جلدی سے لڑکپن میں غزل لکھ کے جلالؔ!
اور آیا ہو کوئی گر تو سنادے مجھ کو

اسی طرح ایک دوسرے مشاعرہ میں جو ۲۰/رجب ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ قمر گنج کمبر وابائسی میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں مندرجہ ذیل مصرعۂ طرح تھا:

مصرعۂ طرح:- جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

صاحب طرح: ناسخؔ لکھنوی

وہ کونسی ہے جا ترا جلوہ جہاں نہیں
کعبہ کلیسا، دیر و حرم میں کہاں نہیں
ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا مکاں نہیں
''جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں''
مجرم تو بات کرتے ہیں بڑھ چڑھ کے ہر جگہ
ہوتی ہے بے قصور کے منہ میں زباں نہیں
جب بھی کھلی زباں تو نفی میں کھلی تری
کیا ہے لغاتِ حسن میں یہ لفظِ ہاں نہیں

یارب ! ہو خیر ہم پہ وہ اتنا خفا ہے کیوں
کھائیں رقیب نے تو نئی چغلیاں نہیں
روداد ہجر تم کو سناؤں جلالؔ ! کیا
تشریح کے کئے مرے منہ میں زباں نہیں

اس طرح سے قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے زندگی کے آخری ایام تک اپنی شاعری کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی خداداد صلاحیت اور مشق و ممارست کی بدولت آسمانِ شعر و ادب کے درخشندہ ستارہ بن کے چمکے اور اپنے معاصر شعرا کے درمیان اپنی منفرد شناخت قائم کی۔ان کی شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف معتبر اہل نقد و نظر نے کیا ہے۔

منظوم شادیانہ رقعہ نویسی:

قدیم پورنیہ ضلع میں منظوم شادیانہ رقعہ نویسی کی روایت بھی بڑی مستحکم رہی ہے۔ماضی قریب تک شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے لکھنے لکھوانے کا رواج عام تھا۔ علاقے کے شرفا و معززین شادی کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے لکھوانا باعثِ فخر و افتخار سمجھتے تھے۔اس کے لئے لوگ اپنے اپنے علاقے کے شعرا کرام کی خدمات حاصل کرتے چونکہ یہ ضلع شروع ہی سے بہت زرخیز رہا ہے اس ضلع میں ہر دور میں بڑی تعداد میں شعرا موجود رہے ہیں۔چنانچہ جہاں ایک طرف شعرائے کرام اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کی فرمائشوں کی تکمیل کرتے ہوئے موقع محل کے مطابق برجستہ نظمیں لکھ کر اپنی شاعرانہ صلاحیت اور قادرالکلامی کا ثبوت دیتے، وہیں باذوق قارئین کے لئے تسکین کا سامان بھی فراہم کرتے، چنانچہ سرزمینِ ہری پور میں قاضی نجم ہری پوری اور

قاضی جلال ہری پوری دونوں چچا بھتیجے نے نہ صرف اس روایت کو قائم رکھا، بلکہ اس فن کو ادبی وقار بھی بخشا۔ ابتدا میں طویل طویل نظمیں لکھی جاتی تھیں جس میں دولہا دلہن کے نام داعی کا نام شادی کی تقریبات کی تاریخیں بھی ہوتی تھیں اور منظوم رقعہ نویسی کا یہ اسلوب عرصۂ دراز تک قائم رہا، لیکن بعد میں لوگوں کے شعری اور ادبی ذوق ور جحان میں نمایاں تبدیلی آئی۔ چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے بدلتے ہوئے رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فن میں کچھ نئے تجربات کئے۔ چنانچہ انہوں نے نظم ونثر دونوں صنفوں پر مشتمل رقعہ نویسی کی بنیاد ڈالی نصف اول میں چند اشعار تحریر کرتے یہ اشعار عموماً غزل یا مثنوی کے فارم میں ہوتے نصف آخر میں یعنی لکھ کر دیگر تفصیلات نثر میں تحریر کرتے اس طرح قارئین نظم و نثر دونوں صنفوں سے بیک وقت لطف اندوز ہوتے۔

قاضی جلال ہری پوری نے اس صنف میں بھی کافی کمال پیدا کیا چنانچہ انہوں نے اپنے اعزہ وا قارب کے علاوہ قرب و جوار کے سینکڑوں لوگوں کی شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر منظوم دعوت نامے تحریر کئے ہیں۔ لوگ قاضی جلال ہری پوری کے پاس تشریف لاتے اور منظوم رقعہ کی فرمائش کرتے اگر چہ اپنی آخری عمر میں بڑھاپے اور خرابیِ صحت کی وجہ سے اکثر فرمائش کی تکمیل سے اظہارِ معذرت فرماتے، لیکن اپنے عقیدت مندوں کے اصرار کے آگے اکثر انہیں بے بس ہونا پڑتا تھا اور ان کی فرمائش کی تکمیل کرنی پڑتی تھی۔ یہ سلسلہ ان کی وفات سے چند ماہ قبل تک جاری رہا اور انہوں نے اس میدان میں کافی شہرت بھی پائی اور اگر یہ کہا جائے کہ علاقے میں ان کو ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے شہرت و ناموری منظوم شادیانہ رقعہ نویسی ہی کی بدولت ملی تو غلط نہیں ہوگا۔ اگر چہ قاضی جلال ہری

پوری کی لکھی ہوئی ساری شادیانہ نظمیں محفوظ نہیں رہ سکیں، البتہ تلاش و جستجو کے بعد جتنی نظمیں مجھے دستیاب ہوئیں ان سب کو میں نے 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' میں شامل کردیا ہے۔

نثر نگاری:

قاضی جلال ہری پوری ایک اچھے نثر نگار بھی تھے انہوں نثر میں کوئی مستقل تصنیف تو نہیں چھوڑی ہے البتہ انہوں جو خطوط تحریر کئے ہیں ان سے ان کی نثر نگاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ان کی مکتوب نگاری کے اسلوب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اچھے اور منفرد طرزِ تحریر کے نثر نگار بھی تھے۔ان کے مکتوبات کو بھی میں نے ترتیب دیا ہے، عنقریب شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

خوش نویسی:

قاضی جلال ہری پوری کو اللہ تعالی نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا انہی خوبیوں میں سے ایک خوبی ان کی خوش نویسی بھی تھی وہ بڑے خوش نویس اور خوش خط تھے اگر چہ بڑھاپے میں ہاتھوں میں جنبش کی وجہ سے قلم پر پوری گرفت نہیں رہتی تھی اس کے باوجود جب لکھنے لگتے تو کاغذ پر موتی بکھیرتے چلے جاتے یہ دولت بھی انہیں شاعری ہی کی طرح اپنے آباو اجداد سے وراثت میں ملی تھی۔چنانچہ ان کے دادا قاضی منشی مہتاب الدین احمد ہری پوری، ان کے والد قاضی منشی عبدالرحیم ہری پوری اور چچا قاضی نجم ہری پوری بہت ہی عمدہ خوش نویس اور خطاط تھے۔

مطالعہ کا ذوق:

قاضی جلال ہری پوری کو مطالعہ کا بے حد ذوق تھا۔ آپ صرف اردو و فارسی نثر و نظم کی کتابوں اور رسائل و جرائد کا ہی مطالعہ نہیں کرتے بلکہ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ اوائل عمر میں آپ کو شعر و ادب کی کتابوں کے مطالعہ کا زیادہ شوق تھا، لیکن دھیرے دھیرے عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے ذہنی و طبعی میلانات و رجحانات میں بھی تبدیلی آئی اور آپ کے مطالعہ میں بھی وسعت پیدا ہوئی۔ چنانچہ جب آپ نے ممتاز بزرگ شیخ طریقت حضرت مولانا سعید خاں صاحب اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں بیعت کی اور تصوف و سلوک کی تعلیمات حاصل کرنے لگے تو سیرت النبیؐ، دینیات، تصوف، تاریخ اسلامی، فقہ اسلامی اور مشائخ و بزرگان دین کی سیرت و سوانح کا مطالعہ زیادہ کرنے لگے۔

آپ کے مطالعہ میں کافی وسعت تھی اور گہرائی اور گیرائی بھی چنانچہ آپ کے وسیع مطالعہ ہی کا نتیجہ تھا کہ شعر و ادب کے علاوہ فقہ اسلامی، تصوف و سلوک، اسلامی تاریخ اور سیرت و سوانح سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔

زندگی کے آخری ایام تک مطالعہ کے ذریعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں عموماً شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجتہ اللہ البالغہ، امام غزالیؒ کی احیاء العلوم، علامہ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف، مجدد الف ثانیؒ کی مکتوبات امام ربانیؒ اور مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کی قصص القرآن جیسی اہم کتابیں ہمہ وقت آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

بیعت وارادت:

قاضی جلال ہری پوری کا خاندان ایک علمی وادبی خاندان کے ساتھ ساتھ خالص دینی و مذہبی رجحانات و میلانات کا حامل خاندان تھا۔ اس خاندان کے افراد میں ہمیشہ دینی رجحان غالب رہا اور بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے عقیدت ووابستگی بھی رہی۔ آپ کے خاندان کے بزرگوں کو ہمیشہ ظاہری اصلاح کے ساتھ ساتھ باطنی اصلاح کی بھی فکر رہی۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری کے آباواجداد نے تزکیۂ نفس اور تصوف وسلوک کی جانب توجہ دی اور اپنے اپنے دور کے معتبر اور صحیح العقیدہ مشائخ طریقت سے اصلاح باطن کی خاطر وابستہ رہے اور بزرگانِ طریقت کی نگرانی میں تصوف وسلوک کے مراحل طے کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کے والدِ گرامی قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم اور چچا قاضی نجم ہری پوری مرحوم اس عہد کے نامور بزرگ شیخِ طریقت حضرت الحاج حافظ حامد حسن علوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور تصوف وسلوک کے جملہ مراحل کی تکمیل انہی کی نگرانی میں کی تھی۔

چنانچہ قاضی جلال ہری پوری نے بھی تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کی خاطر شیخِ کامل پیرطریقت حضرت مولانا سعید خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت الحاج حامد حسن علویؒ سے بیعت کی اور اپنے مرشد سے تصوف وسلوک کے مراحل طے کرنے لگے اپنے پیر کے انتقال کے بعد اپنے مرشدزادہ وجانشین حضرت مولانا پروفیسر عضدالدین خاںؒ سابق صدر شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے۔

آپ اپنے اورادووظائف اور سلسلہ کے کاموں کو تسلسل اور پابندئ وقت کے

ساتھ تکمیل کرتے چونکہ آپ کے مزاج میں اعتدال وتوازن تھا اس لئے کبھی بھی بے اعتدالی اور بے ضابطگی کے شکار نہیں ہوئے بلکہ اعتدال وتوازن کے ساتھ زندگی کے دیگر فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ تصوف وسلوک کی راہ میں بھی محنت ومجاہدہ کرتے رہے سلسلہ کے کاموں میں محنت ومجاہدہ، مستقل مزاجی اور سچی لگن کی وجہ سے آپ کے شیخ آپ پر خصوصی توجہ دیتے تھے اور لطف وعنایت کا معاملہ بھی کرتے تھے۔

حضرت حامد حسن علویؒ کے خلیفہ مولانا سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کی باطنی اصلاح اور تصوف وسلوک کی تعلیمات کی غرض سے سال میں کئی مرتبہ ''ہملفیاں خانقاہ'' تشریف لاتے تھے چنانچہ جب جب حضرت پیر صاحبؒ کی آمد ہملفیاں خانقاہ میں ہوتی۔ قاضی جلال ہری پوری مرحوم اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے اور شیخ کی ذات سے استفادہ کرتے حضرت سعید خاںؒ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا پروفیسر عضد الدین خاںؒ بھی سال میں کئی مرتبہ اپنے مریدین کو درس سلوک دینے اور ان کی باطنی اصلاح کے لئے ''ہملفیاں خانقاہ'' تشریف لاتے تھے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم جب تک صحت مند رہے حضرت پیر صاحب کی آمد پر ہمیشہ خانقاہ جاتے اور اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے اور اپنے مرشد کی بافیض ذات سے فیضیاب ہوتے کئی مرتبہ تو قاضی جلال ہری پوری مرحوم اپنے مرشد جناب مولانا سعید خاں رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے جانشین اور صاحبزادہ حضرت مولانا پروفیسر عضد الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر بھی لانے میں کامیاب ہوئے اور آپ ہی کی کوششوں سے میرے گاؤں اور قرب وجوار کے گاؤں کے بہت سے افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔

آپ کو اپنے مرشد سے کافی عقیدت تھی اور آپ کے مرشد بھی آپ سے بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے آپ کو اپنے مرشد سے جو محبت اور عقیدت تھی اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں آپ نہ صرف اپنے دینی اور مذہبی امور بلکہ اپنے گھر کے حالات، بال بچوں کی تعلیمی صورت حال، صحت و عافیت الغرض مختلف امور کے بارے میں اپنے شیخ کو خط کے ذریعہ آگاہ کرتے اور مشورہ بھی طلب کرتے اور آپ کے مرشد بھی آپ کو اسی شفقت و محبت سے خطوط کے جوابات عنایت فرماتے اور مشورہ سے نوازتے تھے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے انتقال کے بعد بھی پیرِ طریقت حضرت مولانا پروفیسر عضدالدین خاںؒ سے ہمارے خاندان کا تعلق قائم رہا، افسوس صد افسوس کہ مورخہ ۱۷/اپریل ۲۰۱۶ء مطابق ۱۰/رجب ۱۴۳۷ھ کو حضرت پیر صاحب کا وصال ہو گیا، ان کے وصال کے بعد ان صاحبزادے اور جانشیں سے یہ تعلق قائم ہے۔ قاضی جلال ہری پوری نے ایک منظوم شجرۂ طریقہ عالیہ قادریہ بھی لکھا ہے جو قارئین کی نذر ہے ملاحظہ فرمائیں:

منظوم شجرۂ طریقہ عالیہ قادریہ

رحم فرما اے خدا ! تو مصطفیٰؐ کے واسطے
فخرِ موجودات شاہِ انبیا کے واسطے
دونوں عالم کی الٰہی ! مشکلیں آسان کر
فاتحِ خیبر علیؓ مشکل کشا کے واسطے
آشنائے لذّتِ جامِ شہادت کر مجھے
سیّد الشہدا حسینؓ مقتدا کے واسطے
دولتِ صبر و رضا یارب ! عطا فرما مجھے

حضرتِ سجاد کے صبر و رضا کے واسطے
ظاہر و باطن کو میرے اے خدا ! یکساں بنا
حضرتِ باقر امامِ باصفا کے واسطے
یا الہٰ العالمیں ! کر اتقا مجھ کو نصیب
حضرتِ جعفر رئیس الاتقیا کے واسطے
بخش دے میرے جرائم موسیٰ کاظم کے طفیل
رحم کر مجھ پر علی موسیٰ رضا کے واسطے
نفس و شیطاں کے فریب و مکر سے مجھ کو بچا
حضرتِ معروف کرخی رہنما کے واسطے
بخش دے یارب ! سری سقطی کے صدقہ میں مجھے
چشمِ رحمت ہو جنیدِ باصفا کے واسطے
نورِ ایماں سے مرا سینہ ہو روشن اے خدا!
حضرتِ شبلی امام الاصفیا کے واسطے
سرخرو کر دونوں عالم میں پئے عبدالعزیز
فضل فرما عبدِ واحد پارسا کے واسطے
فرحتِ کونین مجھ کو کر عطا مولیٰ مرے
اپنے پیارے بوالفرح اہلِ ولا کے واسطے
بوالحسن فرشی کی خاطر نارِ دوزخ سے بچا
بابِ رحمت کھول دے اس ناسزا کے واسطے
یا الہٰ العالمیں ! بہرِ سعیدِ مخزمی

پیرِ پیراں عبدِ قادر پیشوا کے واسطے
بہر عبد الباریؒ والا گہر والا نژاد
سید السادات فخرِ اولیا کے واسطے
یا الٰہی ! بہرِ حضرت حافظِ حامد حسن
غوثِ عالم سرگروہِ اتقیا کے واسطے
بخش دے یارب! جلاؔلِ بے نوا کو بخش دے
ہادی و مرشد سعیدِ باصفا کے واسطے
عرصۂ محشر میں یارب ! میری رسوائی نہ ہو
بہرِ عضد الدین قطبِ رہنما کے واسطے

اس کے علاوہ آپ نے حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر فارسی زبان میں ایک قطعۂ تاریخِ وصال بھی لکھا ہے:

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت حامد حسن علویؒ کو ہنڈہ اعظم گڑھ

از جہاں چوں عازمِ فردوس شد
حضرتِ حامد حسن غوثِ زماں
سالِ ہجری زد رقم کلکِ جلاؔل
بست و یک از چاردہ صد کم بداں

۱۳۷۹ھ

ازدواجی زندگی:

قاضی جلال ہری پوری ۱۹۴۸ء میں محترمہ مریم النسا بنت محمد ممتاز ساکن ’’کھیمیاں‘‘ سے

رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ محمد ممتاز جلال ہری پوری کے حقیقی پھوپھا الحاج احسان علیؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ میری دادی ایک گھریلو خاتون تھیں۔ وہ صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ چونکہ وہ پروفیسر عضدالدین خانؒ سے بیعت بھی تھیں اس لئے نماز و روزہ کی پابندی کے علاوہ اپنے سلسلہ کے اوراد و وظائف کو بھی بڑی پابندی سے انجام دیتی تھیں۔ انہیں اللہ نے گھریلو انتظام اور نظم و نسق کا کافی سلیقہ عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ میری دادی اپنی سلیقہ مندی، سمجھداری اور دور اندیشی کی وجہ سے میرے دادا مرحوم کے گھر کی معاشی صورتِ حال میں کافی تبدیلی لے آئیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ میرے گھر میں کاشتکاری وزراعت کے پیشہ کی بنیاد میری دادی نے ہی اپنی ذاتی کوششوں سے ڈالی، کیونکہ میرے آباؤ اجداد کاشتکاری اور زراعت کے کام کو خود سے نہیں کرتے تھے بلکہ ساری قابلِ کاشت زمین کو بٹائی پر دے دیتے تھے اور بٹائی سے جو کچھ اناج مل جاتا اسی پر اکتفا کرتے۔

لیکن جب میری دادی ہری پور آئیں تو انہوں نے یہاں دیکھا کہ کافی قابل کاشت زمینیں رہنے کے باوجود یہ لوگ کاشتکاری خود سے نہیں کرتے بلکہ بٹائی پر کاشتکاری کرواتے ہیں اور بٹائی کے ذریعہ حاصل شدہ غلہ جات پر اکتفا کرتے ہیں جو ان لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ ایک ہل اور ایک جوڑا بیل کا انتظام فرما کر ہمیں جلدی بھیج دیں چنانچہ ان کے والدِ محترم نے ایسا ہی کیا اور اپنی بیٹی کی خواہش کی جلد ہی تکمیل فرما دی اس درمیان میری دادی میرے دادا مرحوم کو چھوٹے پیمانے پر کاشتکاری کے کام کو انجام دینے کی تلقین کرتی رہیں بالآخر میرے

دادا مرحوم نے اس مشورہ کو قبول کیا اور کاشتکاری اور زراعت کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے پہلی مرتبہ محمد ولی ساکن رنگریا کو اپنے گھر کاشتکاری کے کام کو انجام دینے کے لئے ملازم رکھا اور اللہ کا نام لے کر کاشتکاری کا کام شروع کر یا پھر کیا تھا روز بہ روز کاشتکاری اور زراعت میں ترقی ہوتی رہی اور گھر میں خوشحالی بھی آئی اور ہمہ وقت گھر میں ملازمین اور مزدوروں کا ہجوم بھی رہنے لگا۔

محمد ولی صاحب آج بھی باحیات ہیں جو میرے دادا مرحوم کے ایک وفادار ملازم اور کاشتکاری کے کاموں کے لئے مشیرِ خاص تھے ایک طویل عرصہ تک وہ میرے ہاں ملازم رہے اور آج بھی ان کو اس گھر کے جملہ افراد سے کافی انسیت ومحبت ہے اور ہمیشہ اپنی عقیدت ومحبت کا عملی مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح میری دادی محترمہ مریم النسا کا میرے خاندان کے معاشی نظام کو بہتر بنانے میں کافی اہم رول رہا ہے۔ میری دادی جب تک باحیات رہیں پورے ہوش وحواس کے ساتھ رہیں اور اپنے جملہ امور کو خود سے انجام دیتی رہیں۔ انہیں اپنے بال بچے، پوتے پوتیوں، نواسے اور نواسیوں سے کافی بھی محبت تھی۔ میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۸ر سالوں تک میری دادی جان با حیات رہیں بالآخر مورخہ ۲۳ر اکتوبر ۲۰۱۵ء مطابق ۸ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات بوقت 3:40 منٹ میں سہ پہر کو میری دادای جان نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بھرپور مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین!

نوٹ:- میں نے اپنی دادی جان مرحومہ کی وفات کے بعد 'آہ! دادی جان' کے عنوان سے ایک طویل مضمون بھی تحریر کیا ہے، جسے طوالت کے خوف سے یہاں شامل نہیں کیا جا رہا ہے، ان شاءاللہ کسی موقع سے اس کی اشاعت ہوگی۔

محمد رضوان ندوی

اولاد:

قاضی جلال ہری پوری کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں لڑکوں میں سب سے بڑے قاضی حامد حسن ہیں جو راقم الحروف کے والد گرامی ہیں وہ میٹرک ٹرینڈ ہیں۔ انہوں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بجائے بی۔ ٹی میں داخلہ لے لیا اور ٹریننگ مکمل ہوتے ہی انہیں فوراً سرکاری اسکول میں ملازمت مل گئی، چنانچہ ۲۱ر نومبر ۱۹۷۳ء کو بائسی بلاک میں واقع بریلی گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا پہلا تقرر ہوا۔ اس کے بعد ۱۶ر مارچ ۱۹۷۴ء میں بائسی بلاک ہی کے ملاح ٹولی گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہو گیا، اس کے بعد ۲۶ر اگست ۱۹۷۶ء میں ان کا پھر دوبارہ بریلی پرائمری اسکول میں تبادلہ ہو گیا پھر ایک طویل مدت تک انہوں نے اس اسکول میں تدریسی خدمات بحسن وخوبی انجام دیں۔ اس کے بعد ۲۰ر فروری ۱۹۹۴ء میں بیسا بلاک کے منگل پور گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہو گیا تقریباً ۴ر چار سالوں تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد جولائی ۱۹۹۷ء میں پھر بائسی بلاک کے آسجہ گاؤں کے پرائمری اسکول میں ان کا تبادلہ ہو گیا۔ فروری ۲۰۰۴ء میں امور بلاک میں واقع فرساڈینگا (گریا) کے مڈل اسکول میں ان کا تبادلہ ہو گیا اور یہیں سے یکم فروری ۲۰۱۴ء کو ہیڈ ماسٹر کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ اس طرح سے آپ نے پورنیہ ضلع کے امور، بائسی اور بیسا بلاک کے مختلف پرائمری اور مڈل اسکولوں میں طویل عرصے تک درس وتدریس کے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا اور علم کی روشنی سے علاقے کے نونہالوں کے ذہن ودماغ کو روشن کیا۔

قاضی جلال ہری پوری نے اپنے بڑے صاحبزادے کی شادی اپنے گاؤں ہری

پور کے ایک معزز، شریف اور سر برآوردہ شخصیت جناب کھیا محمد فاروق عالم مرحوم ابن شیخ بجید الرحمان مرحوم کی صاحبزادی عذرا خاتون کے ہمراہ کی تھی۔ واضح رہے کہ میری نانی محبوب النسا مرحومہ میرے دادا مرحوم کے چچا زاد چچا کی صاحبزادی تھی دونوں کے پردادا ایک ہی تھے۔ یعنی قاضی جلال ہری پوری کے دادا قاضی مہتاب الدین احمد مرحوم تھے۔ اور میری نانی محبوب النسا مرحومہ کے دادا قاضی محمد یٰسین مرحوم تھے لیکن دونوں کے پردادا قاضی مدد علی مرحوم ہی تھے۔

دوسرے صاحبزادے قاضی قمر الزماں ہیں۔ جنہوں نے بی۔ اے (ہسٹری آنرس) اور بی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انہیں فوراً ملازمت نہیں مل پائی اسی لئے وہ کئی سالوں تک تجارت سے وابستہ رہے لیکن اب ان کو بھی سرکاری ہائی اسکول میں ملازمت مل گئی ہے۔ اب وہ بھی درس و تدریس کے باوقار پیشہ سے وابستہ ہیں چنانچہ ان دنوں ہفنیاں ہائی اسکول، امور پورنیہ میں سماجی علوم کے استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ان کی شادی ہری پور سے قریب ہی میں واقع ایک معروف گاؤں کھاڑھی اسٹیٹ جو زمینداروں کی بستی ہے اسی گاؤں کے ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص جناب عبدالحفیظ ایڈوکیٹ مرحوم کی بڑی صاحبزادی محترمہ صبیحہ خاتون کے ہمراہ ہوئی ہے۔

اور سب سے چھوٹے قاضی محمد نور الزماں ہیں جنہوں نے بنیادی تعلیم اپنے گھر ہی پر حاصل کی اور مزید اعلیٰ تعلیم کی جانب اس نے توجہ نہیں دی بلکہ زراعت اور کاشتکاری کے کام میں لگ گئے اور مستعدی کے ساتھ ان کام کو انجام دینے لگے اور آج بھی وہ کاشتکاری کے کام میں اپنے دونوں بھائیوں کے مقابلے میں زیادہ مستعد اور سرگرم ہیں لیکن

ان دنوں وہ بھی زراعت کے ساتھ ساتھ تجارت سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ ان کی شادی قفیر ٹولی کے ایک معزز شخص جناب خواجہ عبدالرشید صاحب کی صاحبزادی صہبا خاتون سے ہوئی ہے۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے تینوں صاحبزادے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کئے ہوئے ہیں اور معاشرہ میں باوقار زندگی گزار رہے ہیں اور سماج کے دیگر افراد کے ساتھ بھی ان لوگوں کے تعلقات خوش گوار ہیں یہ حضرات نہ صرف اپنے خاندانی عزت و شرافت کو بحال کئے ہوئے ہیں بلکہ حتی الامکان فروغ بھی دے رہے ہیں۔

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تسمینہ خاتون ہے۔ جن کی شادی قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے اپنے خاندان کے ایک معزز شخص جناب قاضی اسحاق تحصیلدار مرحوم کے صاحبزادے جناب قاضی منشی شائق احمد کے ہمراہ کی۔

دوسری صاحبزادی کا نام تحسینہ خاتون ہے جن کی شادی کھاڑھی اسٹیٹ سے متصل ایک مشہور گاؤں باسول ہے وہیں کے باشندہ جناب منشی غیاث الدین مرحوم جو اپنے گاؤں کے ایک معزز شخص تھے کے صاحبزادہ جناب عبدالسلام مرحوم کے ہمراہ ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ منشی غیاث الدین مرحوم اور قاضی جلال ہری پوری مرحوم چچیرے ہم زلف (ساڑھو) تھے۔

اور تیسری صاحبزادی تنویرہ خاتون (قمر الضیا) ہے جن کی شادی ہفنیاں جو ایک تعلیم یافتہ اور سرکاری ملازمت پیشہ لوگوں کا گاؤں ہے اسی گاؤں کے ایک زمیندار اور معزز شخص جناب عبدالعزیز پٹی دار مرحوم کے صاحبزادے جناب الحاج ماسٹر عبدالودود صاحب کے ہمراہ ہوئی ہے۔

سب سے چھوٹی صاحبزادی جن کا نام شمس الضیا ہے ان کی شادی کھیمیاں کے باشندہ جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب شمسی سے ہوئی ہے، جو قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پھوپھی زاد بھائی جناب غلام مرتضیٰ مرحوم کے اکلوتے بیٹے اور ان کے حقیقی پھوپھا معروف بزرگ شیخ طریقت الحاج احسان علیؒ مرحوم کے پوتے ہیں۔

قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے تینوں صاحبزادے اور چاروں صاحبزادیاں باحیات ہیں اور سبھی صاحب اولاد بھی ہیں اور خوش حال وخوش گوار زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ اس خاندان سے وابستہ تمام افراد کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور اپنے بزرگوں کی نیک نامی کو زندہ رکھنے اور آخرت کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

تصنیفات:

قاضی جلال ہری پوری نے اردو فارسی کلام پر مشتمل ایک مکمل دیوان اور اپنے مکتوبات کا مجموعہ ''آئینہ خیال'' اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ واضح رہے کہ راقم الحروف نے ان کے شعری دیوان کا ایک انتخاب ''کلام قاضی جلالؔ ہری پوری'' کے نام سے ترتیب دے کر ۲۰۰۸ء میں فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی تعاون سے کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔ اب 'باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری' آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں ان کے تمام باقی ماندہ کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے اور 'آئینہ خیال' بھی زیر طبع ہے۔ مستقبل قریب میں 'کلیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری' کی اشاعت کا ارادہ ہے جس میں ان کی تمام شعری تخلیقات کو یکجا کر دیا جائے گا۔ ان شاءاللہ

آپ کے شب و روز کے معمولات:

صبح سے شام تک آپ کے روزمرہ کے معمولات اس طرح سے تھے کہ آپ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوتے اور تہجد کی نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد آپ ذکر جہری (بلند آواز سے ذکر) کرتے ذکر سے فارغ ہوکر کچھ دیر کے لئے سو جاتے۔ پھر طلوع فجر کے بعد بیدار ہوتے اور پھر اپنی طبعی ضروریات سے فارغ ہوکر وضو فرماتے۔ پھر اذان دیتے اور فجر کی نماز ادا کرتے چونکہ آپ اپنے محلّہ کی مسجد کے امام وخطیب بھی تھے۔ اس لئے عموماً اذان اور امامت دونوں ذمہ داریوں کو خود ہی نبھاتے تھے۔

پھر فجر کی نماز کے بعد اپنے سلسلے کے معمولات اور اوراد و وظائف میں مشغول ہوجاتے اور یہ سلسلہ اشراق کے وقت تک جاری رہتا۔ پھر اشراق کی نماز پڑھتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے تھوڑی دیر بعد ناشتہ کرتے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد اگر آپ کی طبیعت اچھی رہتی اور کھیت میں مزدور کام میں مشغول رہتے تو کبھی کھیت کی جانب چلے جاتے اور فصل وغیرہ دیکھ کر مزدوروں کو کام کے سلسلہ میں ہدایت دے کر ایک گھنٹہ کے اندر گھر واپس چلے آتے اگر طبیعت اچھی نہیں رہتی یا کھیت میں کوئی فصل نہیں ہوتی یا مزدور کام پر نہیں ہوتے تو ناشتہ کے بعد عموماً اپنے بیٹھک ہی میں بیٹھے کتابوں کا مطالعہ فرماتے اور وقفہ وقفہ سے حقہ پیتے اور اگر کوئی آپ سے ملنے آتا تو آپ ان سے ملاقات کرتے۔

پھر جب چاشت کا وقت ہوجاتا تو چاشت کی نماز ادا کرتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور عموماً بارہ / ساڑھے بجے تک غسل وغیرہ سے فارغ ہوجاتے اور اس کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرماتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے (دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد

سوتے) پھر نیند سے بیدار ہوتے وضو کرتے اور ظہر کی نماز ادا کرتے اور نماز ظہر کے بعد بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ کیونکہ آپ کے سلسلہ میں بعد نماز ظہر تلاوت قرآن کا معمول تھا۔

اس کے بعد عصر کے وقت ہونے تک آرام کرتے یا مطالعۂ کتب میں مشغول رہتے۔ آپ روزانہ کتابوں کا مطالعہ فرماتے لیکن اس کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں تھا بلکہ دن بھر میں جب بھی موقع مل جاتا آپ کتابوں کا مطالعہ فرماتے پھر عصر کی نماز ادا کرتے اور عصر کی نماز کے بعد نہایت مختصر وظیفہ تھا جسے عموماً دس منٹ میں ادا کر لیتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور کچھ ہلکا ناشتہ کرتے پھر چائے پیتے اور عصر تا مغرب کا وقت عموماً اپنے بیٹھک میں بیٹھ کر گزارتے تھے۔

جب مغرب کا وقت ہوجاتا تو مغرب کی نماز ادا کرتے اور اس کے بعد کافی دیر تک اپنے سلسلہ کے معمولات میں مشغول ہوجاتے وظیفہ سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکلتے اور حسب ضرورت کبھی دروازہ پر اور کبھی اندر بیٹھتے اس کے بعد حقہ پیتے اور اپنے ملازمین کے ساتھ کھیتی باڑی کے کاموں کے سلسلے میں گفتگو کرتے اس کے بعد عشا کی نماز ادا کرتے بعد نماز عشا بھی کافی دیر تک اپنے سلسلہ کے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے وظائف سے فراغت کے بعد گھر تشریف لاتے عشا کا کھانا کھاتے پھر سو جاتے۔ یہ تھے میرے دادا اور مربی و محسن قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے شب و روز کے معمولات جن کا میں نے بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔

وفات:

قاضی جلال ہری پوری مرحوم اکثر بیمار رہتے تھے، وہ زیادہ تر پورنیہ کے معروف فزیشین ڈاکٹر زیڈ۔بی رضا مرحوم اور مشہور سرجن ڈاکٹر زیڈ رحمان مرحوم کے زیرِ علاج رہتے تھے اور ڈاکٹروں کے مشورے سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ دوائی لیتے رہتے تھے، چنانچہ ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء کو جب آپ کو بخار، کھانسی اور زکام کی شکایت ہوئی تو آپ کو ریفرل ہاسپٹل امور کے ڈاکٹر اے۔ڈی پرساد کے پاس لے جایا گیا، ڈاکٹر نے آپ کا مکمل طبی معائنہ کے بعد علاج شروع کیا۔واضح رہے کہ معمولی بیماری ہوتی جیسے نزلہ، زکام، بخار وغیرہ تو عموماً ڈاکٹر اے۔ڈی پرساد کے پاس علاج کرواتے تھے، اگر زیادہ طبیعت ناساز ہوتی تو پورنیہ جاتے اور ڈاکٹر زیڈ رحمان یا ڈاکٹر زیڈ۔بی رضا سے علاج کرواتے تھے، لیکن اس مرتبہ علاج و معالجہ سے آپ کی صحت میں کوئی بہتری نہیں آئی اور ایک ہفتہ تک یہی صورت حال برقرار رہی، لیکن بیماری کے دوران نہ کبھی آپ کمل طور سے بے ہوش ہوئے اور نہ قوتِ گویائی سلب ہوئی، بلکہ وفات سے کچھ دیر پہلے تک آپ کا ہوش وحواس بالکل برقرار رہا اور پورے ہوش وحواس کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔بالآخر ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء منگل کا دن گزر کر بدھ کی شام کو بوقت ۷ ر بجے شب آپ نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔بدھ کے دن آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔اس طرح علم و ادب کا ایک درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔میری فرمائش پر ممتاز

شاعر، بین الاقوامی شہرت یافتہ عروض داں، ادیب ونقاد جناب پروفیسر ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب نے میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کی وفات پر ایک عمدہ قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے جو یہاں پیش کیا جارہا ہے:

قطعۂ تاریخ وفات قاضی جلال الدین جلال ہری پوری مرحوم

از: پروفیسر ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب، علی گڑھ

سابق صدر شعبۂ اردو، ہندو کالج، مراد آباد، اتر پردیش

قاضی جلال الدین جو عالم بھی تھے شاعر بھی تھے

رخصت جہاں سے ہوگیے، ہے یہ خبر اندوہ گیں

دستور اس دنیا کا ہے ، آیا ہے جو ، جائے گا وہ

شاہ و گدا کوئی ہو مرنے سے مفر ہر گز نہیں

شامل کیا سر'' آہ'' کا تاریخ عارفؔ ! تب ہوئی

<u>''قاضی جلال الدین ہیں گلزارِ جنّت کے مکیں''</u>

1996

1996+1=1997

نوٹ:- اس قطعۂ تاریخ وفات کے تیسرے شعر کے آخری مصرعہ سے ۱۹۹۶عیسوی سال برآمد ہوتا ہے ۔آہ کا سر الف ہے، جس سے ا رکا عدد برآمد ہوتا ہے اس ا ر کے عدد کو ۱۹۹۶عیسوی سال میں جوڑ دینے سے ۱۹۹۷عیسوی سال ہوتا ہے، جو قاضی جلال ہری پوری مرحوم کا سنِ وفات ہے۔ مرتب

تجہیز و تکفین:

چنانچہ آپ کی وفات کی خبر علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور آپ کے آخری

دیدار کے لئے شام ہی سے آپ کے اعزہ واقارب، احباب ورفقا اور عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آنے والوں میں ہر طبقہ، ہر مسلک ومکتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ حتیٰ کہ برادرانِ وطن بھی (غیر مسلم) بھی بڑی تعداد میں آئے تھے۔

قرب وجوار میں رات ہی میں آپ کی وفات کی خبر ہوچکی تھی اور دور دراز کے علاقوں میں علی الصبح اطلاع دینے کا نظم کیا گیا تھا اور رات ہی میں یہ مشورہ ہوا کہ آپ کی تدفین کس قبرستان میں ہو، آبائی قبرستان یا کھیمیاں قبرستان ۔ واضح رہے کہ کھیمیاں قبرستان میری دادی محترمہ مریم النسا کا آبائی قبرستان ہے جہاں قاضی جلال ہری پوری کے حقیقی پھوپھا معروف بزرگ شیخِ طریقت حضرت الحاج احسان علیؒ خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن علویؒ کا مزار ہے۔

یہ بات اس لئے زیر بحث آئی کیونکہ قاضی جلال ہری پوری کا آبائی قبرستان دریائے گنگئی کی زد میں تھا۔ بلکہ کچھ حصہ نذرِ دریا بھی ہو چکا تھا۔ اس لئے ندی کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے میرے والد صاحب اور گھر کے دیگر افراد کی خواہش تھی کہ کھیمیاں قبرستان ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئے۔ لیکن قاضی جلال ہری پوری کے عقیدت مندوں اور گاؤں کے بیشتر لوگوں کی خواہش تھی کہ انہیں ہری پور قبرستان میں ہی سپردِ خاک کیا جائے۔ چنانچہ میرے گھر والوں نے عوام کی خواہش کی قدر کرتے ہوئے ہری پور قبرستان ہی میں تدفین کی اجازت دے دی۔

صبح ہوتے ہی آپ کی تجہیز وتکفین کی تیاری شروع ہوگئی۔ قبر کھودنے کی ذمہ داری جناب محمد ولی صاحب نے لی، جو جلال مرحوم کے وفادار ملازم تھے۔ چنانچہ انہوں نے دیگر معاونین کی مدد سے قبر کھودی۔ کفن منگوایا گیا اور غسل دلانے کی تیاری بھی شروع کردی گئی۔ غسل سے فراغت کے بعد کفنا کر آپ کے جسدِ خاکی کو آپ کے فرزندوں، عزیزوں اور

عقیدت مندوں نے اپنے کندھے پر اٹھایا اور قبرستان کی جانب روانہ ہو گئے۔

قبرستان کے قریب ہی آپ کے جنازے کی نماز ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے جناب ماسٹر قاضی حامد حسن راقم الحروف کے والدِ گرامی کی اجازت سے مرحوم کے چھوٹے داماد جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب شمسی ابن جناب غلام مرتضی مرحوم ساکن کھیمیاں نے پڑھائی۔ آپ کے جنازے میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ شرکا میں عوام الناس کے علاوہ علما، فضلا، حفاظ، قرا، صوفیائے کرام، ادبا، شعرا، سیاسی لیڈران اور سماجی کارکنان شامل تھے۔

جنازہ کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو لوگوں نے یوم الحشر تک کے لئے (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک کے لئے) سپردِ خاک کر دیا اور شرکائے جنازہ نے آپ کی تدفین کے بعد آپ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کیں اور پھر پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے گھروں کی جانب واپس ہوئے۔ اس منظر کی بہترین عکاسی خود قاضی جلال ہری پوری مرحوم کا یہ شعر کر رہا ہے:

پھیر لیں احباب نے بھی آج آنکھیں اے جلاؔل!
قبر کی آغوش میں تنہا سلا کر چل دیئے

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے معمور کر دے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرما کر اپنے خواص بندوں کے جوار میں جگہ نصیب فرمائے اور صبح شام ابر ہائے رحمت ان کی قبر کو سیراب کرتے رہیں، آمین!

آسماں تیری لحد پر گوہر افشانی کرے
سبزۂ نو رُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بالآخر وہی ہوا جس کا اندیشہ میرے گھر والوں کو تھا جس کی وجہ سے کھیمیاں

قبرستان میں تدفین کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ یعنی ایک سال کے اندر ہی پورا قبرستان دریائے گنگئی کی نذر ہو گیا۔ اس طرح سے اس وقت قاضی جلال ہری پوری مرحوم کی قبر کا کوئی نام ونشان باقی نہیں ہے۔ اس میں بھی اللہ رب العزت کی کوئی مصلحت ہوگی۔

لکھنؤ سے میری واپسی اور اس کے بعد کی تفصیلات:

میں اپنے دادا مرحوم کے آخری دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم رہا۔ کیونکہ میں ان دنوں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا۔ چنانچہ بیماری اور نیم بے ہوشی کے دوران میرے دادا مرحوم بار بار مجھ کو تلاش کرتے تھے جب انہیں بتایا جاتا کہ محمد رضوان اس وقت لکھنؤ میں ہے تو خاموش ہو جاتے کچھ دیر بعد پھر وہی جملہ دہراتے کہ رضوان میاں کہاں ہے؟ کیونکہ ان دنوں آج کی طرح دیہات میں فون رموبائل فون کی سہولت بھی نہیں تھی کہ فوراً مجھے اطلاع مل جاتی اور میں گھر آجاتا۔

جب میرے دادا مرحوم میری ملاقات سے مایوس ہو گئے تو اپنی وفات سے چند روز قبل اپنی الماری (جو بیٹھک میں ہے۔جس میں میرے دادا مرحوم کی کتابیں رہتی تھیں) سے اپنے اور اپنے چچا جناب قاضی تجمل ہری پوری مرحوم کے شعری دیوان اور دیگر مسودات کو نکال کر اندر لے گئے اور ایک مضبوط کپڑے میں تمام مسودوں کو ایک جگہ باندھ کر انہوں نے میری دادی کو یہ کہتے ہوئے حوالہ کر دیا کہ ان تمام چیزوں کا مالک صرف محمد رضوان سلمہ ہے جب وہ لکھنؤ سے گھر آئے تو اسے دے دینا۔ اس کے علاوہ کسی دیگر شخص کو دیا تو قیامت کے دن امانت میں خیانت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ فرمائے گا۔

چنانچہ میری دادی محترمہ نے میرے دادا مرحوم کی امانت کو پوری دیانت داری کے ساتھ سنبھال کر رکھا اور جب میں لکھنؤ سے گھر پہنچا تو انہوں نے اشکبار آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے کہ لو بیٹا یہ تمہاری امانت ہے جو تمہارے دادا مرحوم نے اپنی

وفات سے چند روز قبل میرے حوالہ کی تھی اور صرف تم ہی کو دینے کی تاکید بھی کی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی دادی محترمہ سے اپنے دادا مرحوم اور اپنے پردادا مرحوم کی زندگی بھر کے بیش بہا علمی وادبی سرمایہ کو لیا اور اسی روز سے میں ان تمام مسودات کا وارث وامین ہوں۔ جسے میں نے بڑی حفاظت سے رکھا ہے جو مجھے سیم وزر سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

بیماری کے دوران مجھے بار بار تلاش کرنے اور میری ملاقات سے مایوس ہونے کے بعد تمام مسودات کی میری دادی محترمہ کو دے کر صرف مجھے دینے کی تاکید کرنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے یا اپنے چچا کے شعری دیوان یا نثری تخلیقات کو زیورِ طباعت واشاعت سے آراستہ نہیں کر سکے۔ جس کا انہیں کافی ملال تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ کافی بجھے بجھے رہتے تھے اور اکثر اپنے اس کرب کا اظہار مجھ سے فرماتے تھے۔ لیکن جب میں باشعور ہوا اور شعر وادب سے مجھے کچھ کچھ آگہی ہونے لگی تو میں اپنے دادا جان کو یقین دلانے لگا کہ آپ فکر نہ کریں ان شاء اللہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان مسودات کی ترتیب وتدوین اور طباعت واشاعت کے لئے عملی کوشش کروں گا۔

اگر چہ میں اس وقت کتابوں کی طباعت واشاعت کی پریشانیوں اور اس خاردار وادی کی پیچیدگیوں سے بالکل ناواقف تھا۔ میں اپنی اس خواہش کا اظہار نہ صرف ان کے روبرو کرتا بلکہ اپنے دادا مرحوم کے نام لکھے گئے خطوط میں بھی اکثر اس کا اظہار کرتا۔ چنانچہ اپنے دادا مرحوم کے انتقال سے صرف ایک ماہ قبل میں نے جو خط اپنے دادا مرحوم کو تحریر کیا تھا اس میں بھی میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد اپنے خاندان کے بیش بہا علمی وادبی سرمایوں کا تحفظ اور اس کی طباعت واشاعت میری پہلی ترجیح ہوگی۔

اس وقت میں بڑی حد تک شعر وادب سے آگاہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ میں نے

طالب علمی کے دوران ہی درسی کتابوں کے علاوہ غیر درسی بالخصوص شعری و ادبی کتابوں اور رسائل و جرائد کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں جب چھٹیوں میں گھر آتا تو اکثر اپنے دادا مرحوم کے پاس بیٹھتا اور ان کی باتوں کو بغور سنتا اور ان کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کی ذات سے علمی استفادہ کرتا۔ چنانچہ مجھے ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا بھرپور موقع ملا اور میں نے ان سے بہت سی ایسی باتیں سیکھیں جو شاید کئی سالوں تک کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی نہیں سیکھ پاتا۔

چنانچہ میرے ادبی ذوق کو پروان چڑھانے اور فروغ دینے میں سب سے زیادہ کردار میرے دادا مرحوم ہی کا ہے کیونکہ وہ میرے صرف دادا ہی نہیں تھے بلکہ استاد بھی تھے۔ میں نے فارسی کی ابتدائی کتابیں انہی سے پڑھی ہے۔ اس طرح سے وہ میرے دادا، استاد، رہنما، مصلح اور مربی سبھی کچھ تھے۔

چنانچہ میں جب اپنے دادا مرحوم کے پاس بیٹھتا تو وہ مجھ سے دینی موضوعات کے علاوہ شعر و ادب کے موضوع پر بھی گفتگو کرتے۔ پھر لکھنؤ اور بالخصوص دارالعلوم ندوۃ العلماء کی علمی و ادبی فضا نے میرے علمی و ادبی ذوق کو مزید جلا بخشی۔ اسی وجہ سے میرا ادبی شعور طالب علمی کے زمانے میں ہی کافی بیدار ہو چکا تھا۔ میری علمی و ادبی دلچسپیوں کو دیکھ کر میرے دادا مرحوم کو مجھ پر کافی اعتماد بھی ہو چکا تھا اور بڑی حد تک اس کی مایوسی بھی ختم ہونے لگی تھی۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۹۲ء کے بعد جب وہ کچھ لکھتے تو مجھے ضرور دکھاتے اور مجھ سے میری رائے طلب بھی کرتے اور بسا اوقات اپنے بعض اشعار کی توضیح و تشریح بھی مجھ سے بغرض امتحان پوچھتے اور اکثر فرماتے تھے کہ بیٹا! اب صرف تم ہی پر بھروسہ ہے کہ تم

اس علمی وادبی سرمایہ کی حفاظت کرو گے اور خاندان کے نام کو روشن کرو گے۔

چنانچہ میرے دادا مرحوم نے مجھ پر جو اعتماد کیا تھا میں نے ان کے اعتماد کو بحال رکھا ہے اور ان کی خواہشوں، آرزؤں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے میں نے کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔ حتی المقدور ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے کوشاں ہوں اللہ تعالی سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے اس عظیم ذمہ داری کو بحسن خوبی نبھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

جب میں لکھنؤ سے گھر آیا اس وقت میرے دادا مرحوم کی وفات پر تقریباً دو ماہ سے زائد کا عرصہ گذر چکا تھا۔ لیکن مصلحتاً مجھے اس عرصہ میں دادا مرحوم کی وفات کی خبر نہیں دی گئی تھی۔ جب میں گھر پہنچا اور حسب معمول اپنے دادا سے ملاقات کرنے کے لئے ان کو تلاش کیا تب مجھے یہ الم ناک خبر ملی کہ میرے دادا اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔

یہ خبر سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا اور ہزار کوششوں کے باوجود آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ بمشکل تمام غسل کیا اور نماز عصر ادا کی اور اپنے پھوپھی زاد بھائی مولوی طارق انور مرحوم کے ہمراہ ہری پور قبرستان کی جانب روانہ ہوا اور اپنے دادا مرحوم کی قبر کی زیارت کی اور ان کے لئے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی۔ اس کے بعد وہاں سے واپس ہوا اور گھر پہنچ کر اپنی دادی جان اور گھر کے دیگر افراد کی زبانی اپنے دادا مرحوم کی بیماری، وفات اور تجہیز و تکفین کے بارے میں تفصیلات سماعت کی۔

اس طرح سے میں اپنے دادا مرحوم کے آخری دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم رہا۔ جس کا ملال مجھے تا عمر رہے گا۔ خدا مرحوم کی بھرپور مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔!

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

حمدیں

۱

حمد اس کی جس نے آب و گِل کو گویا کردیا
دونوں عالم کو فقط کُن سے ہویدا کردیا
خیمۂ افلاک تانا بے ستوں بالائے سر
سیپ میں موتی بھرا قطرے کو دریا کردیا
آسمانوں میں جلاکر چاند تاروں کے چراغ
بزمِ ملکوتی کا ہر گوشہ اُجالا کردیا

۲

پروردگار ! خالقِ ارض و سماں ہے تو
روزی رساں ہے خلق کا ، رب الوریٰ ہے تو
ویسے کسی کی آنکھ نے دیکھا نہیں تجھے
ہر ذرۂ جہان میں جلوہ نما ہے تو
ہے تیری ذات ، پاک شریک و عدیل سے
سارے جہاں کا ایک اکیلا خدا ہے تو

۳

نظر شرمیلی شرمیلی جبیں پر داغِ رُسوائی
کھڑا ہوں دست بستہ میں تری درگاہ میں یا رب !

۴

پائیں یہ اوراق رونق زینتِ ارقام سے
ابتدا کرتا ہوں یارب ! اس کی تیرے نام سے

نعتیں

۱

نجاتِ اُخروی ممکن نہ تھی صنفِ مکلّف کی
اگر تو رہنما بن کر نہ آتا جنّ و انساں کا
خدائی میں، خدا کی کس کو ہو سکتی شناسائی
نہ آتا تو اگر پیغام لے کر دین و ایماں کا
اجابت سے قریں ہرگز نہ ہوتی توبۂ آدمؑ
وسیلہ پا نہیں سکتے اگر حضرتؐ کے احساں کا

۲

سلطانِ رُسُل ہادیِ ذیشاں ہے محمدؐ
ہے کعبۂ دیں ، قبلۂ ایماں ہے محمدؐ
توصیف کی میزان میں اترا نہیں پورا
دعویٰ شکنِ خامۂ حسّاںؓ ہے محمدؐ
لولاک کے خلعت سے نوازا اسے حق نے
ممدوحِ خدا ، عرش کا مہماں ہے محمدؐ

اس رحمتِ عالم کا ترحّم بھی عجب ہے
امت ہے گنہہ گار ، پریشاں ہے محمدؐ

۳

مانا مہہ و نجوم کا سرور ہے آفتاب
پر یہ غلط کہ تیرے برابر ہے آفتاب
روشن ہے تیرے حسن کے شعلوں سے دو جہاں
ذرّہ سے تیرے سامنے کم تر ہے آفتاب
پھرتا ہے چرخ جس کو بنا کر کے تاجِ سر
شمعِ جمالِ یار کا اخگر ہے آفتاب

۴

دیگر

مانا مہہ و نجوم کا سرور ہے آفتاب
جھوٹا ہے تم سے جو کہے بہتر ہے آفتاب
دنیائے حسن کا مرا دلبر ہے آفتاب
سیّارگانِ چرخ کا سرور ہے آفتاب
کافر کو ہے صداقتِ اسلام پر شبہ
ورنہ تمہارا روئے مُنوّر ہے آفتاب
ہر لحہ اس کو پاتا ہوں موجود ہر جگہ

منکر بتادے کیا نہیں گھر گھر ہے آفتاب
تو آئینہ میں دیکھ کے بتلادو یہ ہمیں
عارض تمہارا خوب یا بہتر ہے آفتاب
پھرتا ہے روز روز سویرے سے شام تک
آوارہ گرد شہر و گدا گرد ہے آفتاب
پھرتا ہے روز روز سویرے سے شام تک
آوارہ گردباد ، گدا گر ہے آفتاب
کہنا فلک کا نیّرِ اعظم بجا مگر
انوارِ حسن کا میرے اخگر ہے آفتاب

۵

میرے نبیؐ سا کون ہے کون و مکان میں
عظمت ہے جس کی بعدِ خدا دو جہان میں
جانا ادب سے گنبدِ خضریٰ میں اے صبا !
جبریلؑ پر بچھاتے ہیں اس آستان میں
جو صدق سے حضورؐ پہ پڑھتے رہے درود
پائے مٹھاس قند کی اپنے دہان میں

۶

عرض داشت دربارِ رسالت ؐ میں

گو سراپا خوار ہوں آلودۂ عصیاں ہوں میں
پھر بھی آقا آپؐ کے در کا سگِ درباں ہوں میں
کشمکش میں مبتلا ہوں کیا کروں جاؤں کہاں؟
کس سے حالِ دل کہوں بے چین ہوں حیراں ہوں میں
دفترِ اعمال میرا حشر میں جس دم کھلے
پیشِ داور اس گھڑی امداد کا خواہاں ہوں میں

۷

وہ خوش نصیب جس کو مدینے میں جا ملے
جنت کی نعمتوں کا اسے ہر مزہ ملے
قدموں کو ان کے چوم کے کہنا مرا سلام
طیبہ کا کوئی شخص جو بادِ صبا ! ملے

۸

نظر دل کی مرے ہر دم کھلی سوئے مدینہ ہے
مری جنت قسم اے دوستو ! کوئے مدینہ ہے
مرا دل چاہتا ہے چوم لوں تیرا قدم حاجی!
غباروں میں ترے پاؤں کے، خوشبوئے مدینہ ہے

۹

نورِ حق نورِ یزداں ہمارا نبیؐ
دہر میں ظلِّ رحماں ہمارا نبیؐ
سب نبی ان کی آمد کی لائے خبر
سارے نبیوں کا سلطاں ہمارا نبیؐ

۱۰

کام آ ہی گیا آخر فرقت میں تڑپنا بھی
آنکھوں میں اتر آئے مکہ بھی مدینہ بھی
سمجھو کہ سلامت وہ ساحل پہ ہے جا پہنچا
دریائے محبت میں ڈوبے جو سفینہ بھی
وہ مصطفیٰ کا مسکن ، اللہ کا یہ گھر ہے
دونوں ہی مقدس ہیں مکہ بھی مدینہ بھی
مرنا بھی سہل ہوئے آسان ہو جینا بھی
فردوس بداماں ہے صحرائے مدینہ بھی

۱۱

جنّتِ قلب و نظر آقا مدینہ آپؐ کا
سایۂ دامانِ رحمت آستانہ آپؐ کا
جنّتِ قلب و نظر آقا مدینہ آپؐ کا

مہبطِ جبریلؑ ہے آقا مدینہ آپؐ کا
چھان مارا گوشہ گوشہ گلشنِ تکوین کا
پا سکا ابتک نہیں ثانی زمانہ آپؐ کا
گرمیِ محشر اذیت اس کو پہنچائے گی کیا
جس پہ ہوگا سایہ افگن شامیانہ آپؐ کا

○○○

نوٹ:- قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے بعض اشعار کو کئی طرح سے موزوں کیا ہے ان سب کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ محمد رضوان ندوی

غزلیات

۱

مری آرزو دیکھ کیا چاہتا ہوں
وفاؤں کا بدلہ جفا چاہتا ہوں
مصیبت میں رنج و الم میں الٰہی !
میں صبرِ شہہِ کربلا چاہتا ہوں
میں واقف نہیں مجھ سے کیا پوچھتے ہو
مرے دل سے پوچھو کہ کیا چاہتا ہوں
زکوٰۃِ جمالِ صنم مثلِ سائل
سدا مانگتا ہوں سدا چاہتا ہوں
مرا حال اس گُل کو جا کر سنا دے
یہی تجھ سے بادِ صبا ! چاہتا ہوں
ملاحت بھی ہے حسن بھی تم میں لیکن
حیا چاہتا ہوں وفا چاہتا ہوں
نہ مانو تو سو سو قسم مجھ سے لے لو
تمھیں دل سے کافر ادا ! چاہتا ہوں
جلالؔ ! اپنا نقدِ گرانمایہ دل بھی
کسی ماہ وش کو دیا چاہتا ہوں

۲

بہتریں گنج قناعت ہے زمانہ کے لیے
کوششیں بیکار ہیں مال و خزانہ کے لیے

بلبلِ بے خانماں کب تک تو باغِ دہر میں
ٹھوکریں کھاتے پھرو گے آشیانہ کے لیے

عاشقی میں اس قدر شہرت ہماری ہوگئی
بن گئے ضرب المثل اب ہم زمانہ کے لیے

قوتِ پرواز پر تھا ناز جس کو ہائے ! وہ
اب قفس میں رو رہا ہے آب و دانہ کے لیے

آپ کی اُلفت میں، سمجھیں تو صلہ اتنا ملا
ننگ کا باعث ہوئے خویش و یگانہ کے لیے

جب کہا آنے کو بس پاؤں میں مہندی لگ گئی
مل گئی کافی وجہ اُن کو بہانہ کے لیے

ہر کس و ناکس سزاوارِ سخن فہمی نہیں
چاہیے عاشق کلامِ عاشقانہ کے لیے

اے جلالِ خستہ ! صوتِ درد و غم ہے یہ غزل
چونکہ لکھی ہے عزیزِ باغبانہ کے لیے

۳

نہ اندر جھانکتے ہیں اور نہ باہر دیکھتے ہیں،ہم

سخن پرور ہیں بھائی! قدِّ دلبر دیکھتے ہیں ہم

جو دیکھیں چاند سا چہرہ بھی تیرا تو برا کیا ہے

ترے چہرے میں حسنِ ماہ و اختر دیکھتے ہیں ہم

نکل کر تم بھی آخر کیوں نہیں یاں سے چلے جاتے

قریبِ دل ہی تم کو بندہ پرور دیکھتے ہیں ہم

سمجھنا چاہتے ہیں دل کشی میں کون ہے بڑھ کر

شمع ہاتھوں میں لے کر حسنِ دلبر دیکھتے ہیں ہم

جلالؔ بے نوا ! ذوقِ سخن ہے نیند کا دشمن

تمہیں جاگا ہوا بستر پہ اکثر دیکھتے ہیں ہم

OOO

۴

خوبیاں جتنی ہیں ان سب کو بٹورے تم ہو
چاند ہو، تارے ہو، شعلہ ہو، شرارے تم ہو

اب بھی لکھ دوں گا غزل عذرِ ضعیفی کا نہیں
شرط یہ ہے کہ مگر سامنے میرے تم ہو

تم کو الزام نہیں مجھ کو ڈسا ہے تم نے
زلف کہتی ہے یہ سر چڑھ کے سپیرے تم ہو

اب بھی باقی ہے بہت خوئے رذالت تم میں
سڑی مچھلی نہ سہی گر، تو مچھیرے تم ہو

میرے محبوب نے کیا ، آنے کا کیا ہے وعدہ؟
منتظر کس کے کہو آکاش کے تارے تم ہو

اب بھی دامن میں تمہارے ہیں لہو کے دھبّے
کتنے آباد گھرانوں کو اجاڑے تم ہو

کیوں زمانہ نہ کہے تم کو کہ ساحر ہے جلاؔل
کتنے پریوں کو تو شیشے میں اتارے تم ہو

۵

رہا گمنام برسوں دہر میں خلوت گزیں ہوکر
کروں گا نام پیدا اب تو میں صحرا نشیں ہوکر

نہ چھویا تھا ابھی دامن کو ہاتھوں سے کہ وہ جب تک
کرو تم دور سے باتیں کہا چیں بر جبیں ہوکر

اسی سے ہوگا اندازہ مرے بگڑے مقدر کا
بہت نزدیک سے گزرے مرے، محمل نشیں ہو کر

اسی سے ہوگا اندازہ مرے بگڑے مقدر کا
مرے گھر آکے وہ واپس گئے محمل نشیں ہوکر

تعجب ہے وہی ترسا کرے اب دید کو تیرے
رہا تھا مدتوں پہلے جو تیرا ہم نشیں ہوکر

شب فرقت کسی کو یاد کرکے اس قدر رویا
کہ دو دریائے قُلزم بہہ رہے ہیں آستیں ہوکر

تجھے تو قدر کرنی تھی مری ناچیز الفت کی
وطن سے دور ہوں تیرے لئے اندوہ گیں ہوکر

خدا سے ڈر، نہ کر اتنی جفائیں مجھ پہ اے ظالم !
گزرنی چاہتی ہے 'آہ' اب عرشِ بریں ہو کر

ہزاروں کو کئے دم بھر میں زخمی تیغِ ابرو سے
بنے رستم کے بھی استاد تم تو نازنیں ہوکر

جلالِ بے نوا ! اُس کا بڑا احسان مانوں گا
مٹادے بزمِ ہستی سے کوئی جو گرم کیں ہوکر

۶

کون ہے وہ جو کہ تجھ پر جان سے مائل نہیں
خنجرِ ابرو سے تیرے اے پری ! گھائل نہیں

چاندنی کی رات ہے اور صحنِ چمنستان بھی
لُطف کیا بادہ کشی کا یار جب شامل نہیں

جام ہے مینا ہے مے ہے چاندنی کی رات ہے
کیا مزہ ہے مے کشی کا یار جب شامل نہیں

آج ہر شے پر اُداسی کا ہے رنگ چھایا ہوا
لیلیِ پردہ نشیں کیا رونقِ محفل نہیں

آج کیوں مجنوں کا دل ہے بزم سے اکھرا ہوا
لیلیِ پردہ نشیں کیا رونقِ محفل نہیں

وحشتِ دل در بدر کی خاک چھنوائی مجھے
دشت میں، کہسار میں میری کہاں منزل نہیں

وحشتِ دل در بدر کی خاک چھنوائی مجھے
دشت اور کہسار میں میری کہاں منزل نہیں

گھومتا پھرتا ہوں ہر جانب تلاشِ یار میں

دشت میں کہسار میں میری کہاں منزل نہیں

کشتیِ دل اب نہ رکھ اس سے تو امیدِ نجات

بحرِ الفت کا زمانے میں کہیں ساحل نہیں

کام استقلال سے لے کشتیِ ہمت مری

ہے یہ وہ بحرِ الم جس کا کہیں ساحل نہیں

ایک پل میں سیکڑوں کی اف اُڑائیں گردنیں

کیا ذرا سا رحم بھی دل میں ترے قاتل نہیں

مجھ سے اٹھ سکتی نہیں ہیں اب یہ بے جا نازشیں

باز آجاؤ کہ پہلو میں مرے وہ دل نہیں

عشق کی بدنامیوں کو جو نہ سمجھے ننگ و نام

اے جلالؔ بے نوا ! وہ عاشقِ کامل نہیں

عشق کی بدنامیوں کو جو نہ سمجھے ننگ و نام

اے جلالِؔ خستہ دل ! وہ عاشقِ کامل نہیں

۷

جوارِ عرش بھی عشّاق کی لاشوں کا مدفن ہے
اگر چرخِ چہارم پر مسیحا ! تیرا مسکن ہے
فضائے باغ میں گونجی صدائے بُلبُلِ شیدا
بہار آئی کِھلا غنچہ ، ہُوا سر سبز گلشن ہے
فراقِ یار کی بجلی گری ، گر کر جلا ڈالی
کلیجہ کی جگہ بکھرا ہوا تھوڑا سا گلخن ہے
نگاہ اس شوخ کی تھی یا کوئی اڑتا ہوا ناوک
جگر کو چھید کر نکلا مگر واقف نہیں تن ہے
کہاں قسمت مجھے دستِ صنم میں منھ لگانے کی
زمانہ بھر میں قسمت کا دھنی اک صرف کنگن ہے
سناتا داستانِ غم زباں ایک اور گر ملتی
سناؤں اس زباں سے کیا یہ وقفِ شورِ شیون ہے
حقیقت کچھ نہیں کھلتی یہ کیا عُقدہ ہے لا ینحل
نگاہِ فتنہ زا ان کی ہے یا تیرِ جگر کن ہے
جلاؔل! اپنی نقاہت کا بیاں مجھ سے نہیں ہوگا
مرا نقشہ عدم، سو درجہ بہتر مجھ سے سوزن ہے

۸

مری جاں آپ یکتا ہیں حسینوں میں، نگاروں میں
عدیم المثل ہم بھی آپ کے ہیں جاں نثاروں میں

کسی لیلیٰ ادا کے عشق میں مجنوں صفت بن کر
اُڑائی جستجو میں خاک برسوں کوہساروں میں

گرے بے ہوش ہوکر طور پر برقِ تجلّی سے
نہ آئی تاب موسیٰؑ کو ذرا بھی ان شراروں میں

خراماں جب ہوئے ساقی سوئے مے خانہ بن ٹھن کر
وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں ہوا غُل بادہ خواروں میں

محبت ہے مرے گلفام سے سب کو اسی باعث
کوئی لالہ نہ خالی داغ سے ہے لالہ زاروں میں

تمنا ہے کہ جیتے جی دیارِ پاک میں جاکر
نبیؐ کے روضۂ اقدس کو پلکوں سے بُہاروں میں

جلالِؔ خستہ کو وہ دیکھ کر محفل میں کہتے ہیں
یہی اک عاشقِ صادق ہمارا ہے ہزاروں میں

۹

بے وجہ کچھ یہ دل نہیں وقفِ نیاز ہے
پوشیدہ اس میں میری جوانی کا راز ہے

دردِ فراق میں بھی ہے لذّت وصال کی
پہلو میں دل ہے دل میں کوئی بے نیاز ہے

حسنِ شباب بھی ہے ، نزاکت بلا کی ہے
اس شوخ میں حیا بھی ، جفا بھی ہے ، ناز ہے

آیا اسی پہر کو ابھی جا رہا ہوں میں
کہنے کو صرف میری یہ عمرِ دراز ہے

للہ نہ چھیڑ واعظِ بے مغز ! اب ہمیں
عاشق ہیں ہم ، ہماری محبت نماز ہے

رو دیتا ہوں میں سن کے تری آہ و زاریاں
طرزِ فغاں جلاؔل ! تری جاں گداز ہے

۱۰

کب تک فراقِ یار کا صدمہ سہا کروں
اب ہے خیال آہ سے محشر بپا کروں
پا بوسیِ جناب کی ہو خاک کو شرف
اے وائے دردِ ہجر سے میں ہی مرا کروں
بس اک یہی ہے میری دلیلِ کمالِ عشق
وہ لاکھ گالیاں دے مجھے میں سنا کروں
میں مستحق ہوں تجھ پہ ہے واجب زکوٰۃِ حسن
تصحیفِ توشہ کیوں نہیں پھر میں لیا کروں
پہلے ہی نقدِ دل تو تجھے دے چکا ہوں میں
کیا شے بچی ہے اور جو تجھ پر فدا کروں
قاتل کہوں یا شوخ کہوں بے وفا کہوں
تم ہی بتادو آج سے پھر کیا کہا کروں
چھپ سکتا رازِ عشق چھپانے سے بھی کہیں
بے وجہ کیوں میں چاک گریباں سیا کروں
للہ اے ناخدا ! مجھے پہنچا دے ، کب تلک
میں دور ہی سے ساحلِ مقصد تکا کروں
عاصی ہوں اے جلالؔ! خدائے رحیم کا
بہرِ عفو میں کس سے کہوں ، التجا کروں

۱۱

مزہ الفت کا پایا اے صنم ! تجھ پر فدا ہو کر
بگڑ کر ، روٹھ کر جاتے کہاں ہو تم جدا ہو کر

اگر چندے رہے گی ہجر میں میری یہی حالت
تو نکلے گا مرا لاشہ گرفتارِ بلا ہوکر

شفیعِ عاصیاں جب ہے نبیؐ اپنا تو کیا ڈر ہے
میں جنت ہی میں جاؤں گا خطا سے بے خطا ہوکر

مجھے محشر کا کیا کھٹکا انھی کی ہوں تو امت میں
جو آئے ہیں جہاں میں یارو ! ختم الانبیا ہو کر

جلاؔلِ کم تریں شاعر نہیں ہے ، یہ امنگ دل کی
کہے اشعار کیا اچھے بھلا وہ ناسزا ہوکر

تاریخِ تخلیق ۱۸ رمئی ۱۹۴۲ء

۱۲

آج شوریدگی کچھ اور ہے مستانوں میں
گفتگو کرتے ہیں ساقی سے وہ پیمانوں میں

سخت پتھر سا بھی دل موم پگھل کر ہوتا ہے
آہ و افغاں بھی کوئی چیز ہے دیوانوں میں

لاکھ پردے میں رہو چھپ کے تم اے پردہ نشیں!
ڈھونڈ ہی لیں گے تمھیں کعبہ میں، بت خانوں میں

تو ہی بتلادے تجھے چھوڑ کر کیوں کر جاؤں
تابِ دوری ہے کہاں شمع سے پروانوں میں

ساقیِ ماہ جبیں تجھ پہ میں صدقہ جاؤں
جلوۂ حسنِ ازل ہے ترے پیمانوں میں

رات کس شغل میں گزری ہے جلالِؔ بیدل!
کیا خبر ہو انھیں سوتے ہیں جو کاشانوں میں

۱۳

دلِ ناداں ! سنبھل کر چل یہ کوئے یارِ باری ہے
دبے پاؤں یہاں آتی سدا بادِ بہاری ہے
شبِ فرقت بھی کچھ تنہا نہیں اپنا دلِ مضطر
کسی کی یاد ہے آہ و فغاں ہے بے قراری ہے
نہیں شبنم کی بوندیں شاخِ گُل پر بے وجہ آخر
فراقِ گُل میں برگِ گل کی یہ سب اشک باری ہے
عدم آباد جانے سے کسی کو کچھ نہیں چارہ
کوئی گر جا چکے ہیں کل تو پھر آج اپنی باری ہے
نہیں حسنِ عمل کچھ ساتھ اور میدانِ محشر ہے
فقط لطفِ محمدؐ کی ہمیں امیّدواری ہے
کسی الفت کے بندے کو نہ ہو محبوب سے دوری
کہ رنجِ مرگ سے بد تر زمانِ انتظاری ہے
کوئی نا آشنائے درد کیا سمجھے مری باتیں
وہی سمجھے جسے درد و الم ہی سازگاری ہے
زہے قسمت بُلایا ہے وہ تنہا آج مسکن میں
جلالِ خستہ ! خوش ہو یہ نشانِ کامگاری ہے

۱۴

مجھ کو بتلاؤ یہ پرچہ ہے تمہارے سامنے
یا دلِ عاشق کا پُرزہ ہے تمہارے سامنے

حورِ جنّت کیا تمہارا سامنا کر پا سکے
سرنگوں ماہِ دو ہفتہ ہے تمہارے سامنے

دل پھٹا جاتا ہے میں عرضِ تمنا کیا کروں؟
موت کی مجھ کو تمنا ہے تمہارے سامنے

کچھ نہیں پوشیدہ تم سے میرے غم کا حال ہے
آہ بھی کرتا ہوں نالہ ہے تمہارے سامنے

رُخ سے اب گھونگھٹ ہٹا دو منتظر دیدار کا
طالبِ صادق تمہارا ہے تمہارے سامنے

پھر پلاتے کیوں نہیں اے ساقیِ توبہ شکن!
جام ہے ، ساغر ہے ، صہبا ہے تمہارے سامنے

آج دنیائے سُخن میں تم ہو سلطاں اے جلالؔ!
سرنگیں غالبؔ و سوداؔ ہے تمہارے سامنے

۱۵

یادش بخیر جان رہے یا نہیں رہے
دو دن بھی میہمان رہے یا نہیں رہے

کچھ غم نہیں ہے پاؤں سے اپنے مٹائے جا
تربت کا گر نشان رہے یا نہیں رہے

محوِ خیالِ یار میں آٹھوں پہر رہوں
میرا انہیں دھیان رہے یا نہیں رہے

تن میں جنابِ دل کا پتہ ہے کہیں نہیں
اب بے مکیں مکان رہے یا نہیں رہے

طالب ہوں صرف تیری رضا کا میں جانِ من !
خوش مجھ سے دوجہان رہے یا نہیں رہے

اب تیرِ آہ سے تجھے چھلنی بناؤں گا
چاہے تو آسمان رہے یا نہیں رہے

پی لے شراب خوب کہ پھر مے کدہ میں وہ
ساقیِ مہربان رہے یا نہیں رہے

اشعارِ عاشقانہ کہے جا جلاؔل ! تو
گر کوئی قدردان رہے یا نہیں رہے

۱۶

جام ہو مے ہو بغل میں وہ دل آرا ہوئے
چاندنی رات ہو دریا کا کنارا ہوئے
کاٹ کھاؤں گی کبھی میں تجھے ناگن بن کر
کاکلِ یار کا مجھ کو یہ اشارا ہوئے
دیکھ ہی لیں گی تصوّر کی نگاہیں ان کو
چاہے سو پردہ میں اوجھل وہ دل آرا ہوئے
حسن و خوبی سے سبھی کام مرے نبھ جائیں
شاہِ عالم جو ترا مجھ پہ سہارا ہوئے
ہاں صبا ! سن مری حالت کا بیاں کر دینا
کوچۂ یار میں جو تیرا گزارا ہوئے
آج سنتے ہیں کریں گے وہ حسابِ عشاق
نام بندے کا بھی گنتی میں خدارا ہو جائے
اے جلالؔ ! ایسا بھی ہوئے کہ ہمارے گھر میں
جلوہ افروز شہنشاہ ہمارا ہوئے

۱۷

وہ بتِ کافر نہ کرتے ہیں اشارے آج کل
کس طرح جایا کریں دریا کنارے آج کل

ہوگئی ہے خَلق کو میری محبت کی خبر
اس لئے کرتا ہوں میں چھپ کر نظارے آج کل

رفعتیں حاصل ہوئیں آہ و فغاں کو اس قدر
صورتِ انجم فلک پر ہیں شرارے آج کل

یہ عنایت آپ کی ہے لیلیٰ پردہ نشیں !
جاتے ہیں اب کہہ کے ہم مجنوں پکارے آج کل

عشق میں تیرے ہوئی ہیں اس قدر بدنامیاں
پھونک کر رکھتے ہیں پاؤں ڈر کے مارے آج کل

خیریت جانِ حزیں کی ہے نہیں اب اے جلاؔل!
چل رہے ہیں درد کے، غم کے دودھارے آج کل

۱۸

کیا مجھ کو اپنے در پہ بلایا نہ جائے گا ؟
کیا جلوۂ جمال دکھایا نہ جائے گا؟
روؤں شبِ وصال نہیں گر تو کیا کروں
روٹھا ہے اتنا وہ کہ منایا نہ جائے گا
سات آسماں کو سر پہ اٹھا لوں سہی مگر
خود ساختہ یہ ناز اٹھایا نہ جائے گا
چشمِ بصیر اور دلِ صاف چاہیے
زخمِ جگر تو ایسے دکھایا نہ جائے گا
جرمِ نگاہ بازی میں پکڑا گیا ہوں میں
اب بارگاہِ حسن میں جایا نہ جائے گا
للہ معاف کردے مجھے او حیا شعار!
اور یہ سخن زبان پہ لایا نہ جائے گا
کہہ دیتا ہوں، ستم سے ،ستم گر ! تو باز آ
تنگ آگیا ہوں اور نبھایا نہ جائے گا
پی کر شرابِ عشق ہوا ہوں میں رند و مست
اب رازِ بے خودی تو چھپایا نہ جائے گا
اب تھام لوں قلم میں ، کہاں تک بیانِ حال
یہ وہ بیاں ہے ، جس کو گھٹایا نہ جائے گا
مہرِ سکوت میری زباں پر جلاؔل ! ہے
چپ سا کھڑا ہوں پاؤں بڑھایا نہ جائے گا

۱۹

کیوں کر نہ قدر ہو میری حسن کی بارگاہ میں
تکمیل کی کتابِ شوق عشق کی درس گاہ میں

قاتل رہا تو کردے جلد قیدِ حیات سے مجھے
بیٹھا ہوا ہوں دیر سے آکر میں قتل گاہ میں

طرز و ادائے دلبری اُس شوخ کی عجیب ہے
دل میں کبھی ہے جلوہ گر اور ہے کبھی نگاہ میں

لطف و کرم کی ہو نظر صبح و مسا بسوئے غیر
شعلے اٹھیں فراق سے میری قرار گاہ میں

شمسِ فلک نے پائی ہے ایسی ضیا بھلا کہاں؟
جلوے چنے ہیں بے گماں وہ تیری جلوہ گاہ میں

اے وائے کس طرح کروں شرحِ غم و الم جلاؔل!
کچھ صورتِ سکون نہیں باقی دلِ تباہ میں

۲۰

مُرتب اب میں سازِ نالہ و فریاد کرتا ہوں
کسی دم میں تجھے چرخِ کُہن برباد کرتا ہوں

لگا کر ضربِ تیشہ سر پہ میں فرہاد کی مانند
اسیری سے تمہیں اے مُرغِ جاں! آزاد کرتا ہوں

اُچھلتی ہیں جو بعدِ قتل بھی تن پر رگیں میری
شہادت بے گناہی پر تری جلاّد کرتا ہوں

گلہ کرتا ہوں ناکامی پہ اپنی قسمتِ بد کا
کسی کا کچھ نہیں میں شکوۂ بیداد کرتا ہوں

صدا آتی ہے اُف اور آہ کی میری رگ وپے سے
جلالؔ بے نوا ! چُپ ہوں ، مگر فریاد کرتا ہوں

ooo

۲۱

گھٹا ساون کی چاہے جس طرح جس طور پر برسے
مگر ہے مات کھانا اس کو میرے دیدۂ تر سے
بجھائی پیاس سب نے میکدہ میں تیرے اے ساقی!
ہم ہی اک ہیں جو تشنہ لب پلٹ آئے ترے در سے
گہن میں اس طرح آتا ہے سورج بھی کھُلا مجھ پر
رُخِ محبوب پر اُلجھی ہوئی زلفوں کے منظر سے
ہمیشہ انقیادِ حکم پر ثابت قدم رہنا
سبق دن رات مہر و ماہ دیتا ہے یہ چکّر سے

○○○

۲۲

یہ آرزو نہیں مجھے کون و مکاں ملے
تم گر ملو تو رفعتِ نو آسماں ملے

بچ جاؤں بال بال شیاطیں کی چھیڑ سے
جب روح نکلے جسم سے وقتِ اذاں ملے

شانے پہ ہاتھ ڈال کے چلتا رہوں گا میں
رہبر جو مجھ کو تم سا کوئی نوجواں ملے

○○○

۲۳

کھاتا ہوں ساگ بھات پہ رہتا ہوں شان سے
پہچانتے ہیں لوگ مجھے اس نشان سے

ڈالی نظر کسی پر نہ لالچ کی آج تک
گزرا ہوں سنگلاخ سے ، گوہر کی کان سے

ڈالی نظر کسی پر نہ لالچ کی دوستو!
گزرا ہوں سنگلاخ سے ، گوہر کی کان سے

طرزِ حیات اپنی ضمانت ہے حفظ کی
صحرا نشیں ہوکے رہا ہوں امان سے

طرزِ حیات اپنی مرنجاں مرنج ہے
صحرا میں آج تک ہوں اکیلے امان سے

معراجِ مصطفیٰ پہ صداقت کی ہے مہر
گزرا ہے آج اہلِ زمیں آسمان سے

معراجِ مصطفیٰ پہ صداقت کی ہے مہر
کرتا ہے بات اہلِ زمیں آسمان سے

بھوکے کا ہو سوال نہیں رد ، یہ شرط ہے
اڑتی رہی ہے گرد ہی گر دیگدان میں

چترِ امان بن کے زمانے میں چھاگئی
نکلی کوئی صدا جو ہماری زبان سے

موتی سمجھ کے لوگوں نے دامن کو بھر لیا
جب کوئی بات نکلی ہماری زبان سے

آؤ اسے پکڑلو ، ہے منزل کا سنگِ میل
جو راستہ کھلا ہے ہمارے مکان سے

نوٹ:-اس غزل کے بعض اشعار کو قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے کئی طرح سے موزوں کیا ہے ان سب کو یہاں درج کردیا گیا ہے۔مرتب

۲۴

سچ کہتا ہوں یہ کچھ تو بڑی شان نہیں ہے
اب عاشق و معشوق میں پہچان نہیں ہے
پوشیدہ نہیں تجھ سے مرے دل کا کوئی راز
ہے واقفِ اسرار تو انجان نہیں ہے
گر کاٹ لے تو سر کو مرے تیغِ جفا سے
ہٹ جاؤں تری راہ سے امکان نہیں ہے
پاؤں سے مسلنا ہی جو منظور ہے تم کو
کہہ دو کہ تری جان کوئی جان نہیں ہے
جی بھر کے ترے حسن کا کرلوں میں نظارہ
واللہ کوئی اور تو ارمان نہیں ہے
ہے درد کبھی رنج کبھی یاس کبھی آس
کب خانۂ دل میں کوئی مہمان نہیں ہے
ہے فنِّ سخن گوئی بھی دشوار تریں چیز
سمجھا ہے اسے سہل یہ آسان نہیں ہے
دیوانہ کسی شوخ کی ہے مست نگہ کا
ورنہ یہ جلاؔل ایسا بھی نادان نہیں ہے

۲۵

رند مشرب ہوں خیالِ بادہ نوشی دل میں ہے
میں دلِ ساقی میں ہوں ساقی بھی میرے دل میں ہے

پاس اب لازم نہیں اے عاشقِ حرماں نصیب !
جستجو جس کی تجھے ہے وہ اسی منزل میں ہے

آپ اپنے سے سمجھ لے اے بتِ کافر ادا !
میں نہ لاؤں گا زباں پر مدّعا جو دل میں ہے

خود بخود جاکر چمٹ جاتا ہے جو میرا گلو
جذبِ مقناطیس شاید ، خنجرِ قاتل میں ہے

خاک چھانی دشت و صحرا کی ، تلاشِ یار میں
اے تعجب! جلوہ گر وہ یار میرے دل میں ہے

چاند کو تیری طرح کیوں کر کہوں اے حوروش !
کچھ نہ کچھ دھبّہ نظر آتا مہِ کامل میں ہے

آخری دم میں میسر ہو زیارت آپ کی
آرزو اتنی ہی بس باقی دلِ بسمل میں ہے

کیف و مستی میں جلاؔلِ بادہ کش یہ کہہ دیا
ورنہ کب تابِ سخن گوئی اُسے محفل میں ہے

۲۶

مے پی کے محبت کا مستانہ بنا ہوں میں
اُس یار کی آنکھوں کا دیوانہ بنا ہوں میں

مجنوںؔ کبھی ہوا ہوں فرہادؔ کی صورت میں
اُف! تیری محبت میں کیا کیا نہ بنا ہوں میں

انصاف کا طالب ہوں اے داد گرِ عالم!
دل دے کے اُسے اپنا بیگانہ بنا ہوں میں

مے خانۂ الفت کا مے خوار وہ یکتا ہوں
ساقی کے تصور میں پیمانہ بنا ہوں میں

دِکھلادے ذرا آ کر اعجازِ مسیحائی
اے جاں! غمِ فرقت سے حتانہ بنا ہوں میں

صدقے تیرے جاؤں اے حضرتِ عشق ! سو بار
تیری ہی نیابت سے فرزانہ بنا ہوں میں

اے آفتابِ محفل ! اے شمعِ بزمِ خوبی!
کیا غم ہے جلادے تو ، پروانہ بنا ہوں میں

مجھ سے جلالؔ ! مت پوچھ عقل و خرد کی باتیں
انسانیت سے اپنی ، بیگانہ بنا ہوں میں

۲۷

نہ تڑپوں کس طرح بتلا تو ہی اے مہہ شمائل! میں

بڑی سوزش جگر میں ہے بہت بے تابی ہے دل میں

یوں ہی جلتا ہوں میں بھی آتشِ فرقت میں اے ظالم!

یہ شمعیں جل رہی ہیں جس طرح سے میری محفل میں

نہ کیوں کر اس کا رتبہ ہو بھلا کعبہ سے بھی بڑھ کر

نظر آتا ہے جلوہ خالقِ برحق کا اس دل میں

رواں ہوتا ہے دریا خون کا چلتی ہے جس جانب

عجب جوہر عطا کی ہے خدا نے تیغِ قاتل میں

نظر آتی نہیں مجھ کو رہائی کی کوئی صورت

پھنسا ہوں اس طرح کچھ تجھ سے الفت کر کے مشکل میں

درِ مے خانہ پر پھرتا ہے تو جو اس طرح شاید

نہیں ہے خوفِ محشر کچھ جلالؔ بادہ کش! دل میں

۲۸

آہ کی میں نے، خوشی دل سے منائی تو نے
رسمِ اُلفت تو بہت خوب نبھائی تو نے
وادیِ عشق میں ہم آپ کو بھی کھو بیٹھے
راہبر! راہِ خطرناک بتائی تو نے
ارنـــی ارنـــی تو بہت میں نے پکارا لیکن
لـــن تـــرانـــی ہی سدا یار سنائی تو نے
آفریں آفریں، اے حلقہ بگوشِ الفت
قول سے فعل سے ہر بات نبھائی تو نے
سنگ خارا کا نہیں کانچ کا ہے دل میرا
ٹوٹ جائے گا اگر ٹھیس لگائی تو نے
کہتی ہے صاف تری آنکھوں کی سُرخی اے جان!
رات بھر غیر سے ہے آنکھ ملائی تو نے
فیضِ فیّاضِ ازل ہے یہ جلالؔ ناداں!
بول، پائی کہاں؟ ایسی صفائی تو نے

سنِ تخلیق ۱۹۳۷ء

۲۹

یوں تو اچھا ہوں مگر عشق کا بیمار ہوں میں

زلفِ خَم دارِ حسیناں کا گرفتار ہوں میں

خواہشِ دل ہے رہے پیشِ نظر وہ ہر دم

شکوۂ خلق سے لیکن بڑا ناچار ہوں میں

آؤ پہلو میں مرے آؤ اے نخرے والی !

پھول گلشن کا ہے تُو ، بُلبُلِ گلزار ہوں میں

سن لو اے اہلِ جہاں! سن لو حقیقت میری

کانپتا جس سے زمانہ ہے وہ عیّار ہوں میں

کون دل بر ہے مجھے کس سے محبت ہے جلاؔل !

خود ہی محبوب ہوں اور خود ہی گرفتار ہوں میں

ooo

۳۰

وہ تخیل کی طرح آئے اور آکر چل دئے
اضطرابِ دل کو دوگونہ بڑھا کر چل دئے

کہہ نہ پائے تھے ابھی تمہید عرضِ شوق بھی
"ہوگیا" کہتے ہوئے دامن اٹھا کر چل دئے

جب رہا انکار کا موقع نہیں بہرِ وصال
وعدۂ فردا کے چکّر میں پھنسا کر چل دئے

خرمنِ ضبط و سکوں پر ایک بجلی سی گری
کوئی بل کھاتے ہوئے جب مسکرا کے چل دئے

خوف تھا میری جبیں سائی کا ان کو اس لئے
نقش تک پاؤں کے اپنے وہ مٹا کر چل دئے

ان کو نفرت ہے جبیں سائی سے میری، اس لئے
نقش تک پاؤں کے اپنے وہ مٹا کر چل دئے

ان کے آنے سے مداوا سوزِ دل کا کیا ہوا
ڈھیر میں بارود کے آتش گرا کر چل دئے

بے غرض اس رہزنِ تسکین کا آنا نہ تھا
بات باتوں میں سکونِ دل اڑا کر چل دئے

اب خدا جانے کہ روزِ حشر کیا ہوگا جلالؔ!
زندگی کے دن تو رندانہ بتا کر چل دئے

۳۱

پان کھا کر جانِ من ! تم مُسکرانا چھوڑدو
خرمنِ دل پر مرے بجلی گرانا چھوڑدو

سامنے ہوتے مرے جب تم کو ہوتا ہے حجاب
چھپ کے پھر غیروں سے بھی آنکھیں لڑانا چھوڑ دو

جو مری جانبازیاں کچھ قابلِ تحسین ہیں
دے کے ابرو پُر شکن تیور دکھانا چھوڑدو

وصل کی شب جب گلے ملنے کہا تو یوں کہا
دیکھ لو جی کھول کر باتیں بڑھانا چھوڑ دو

وہ بتِ ظالم کبھی بھی ترس کھائیں گے نہیں
قصۂ غم تم انھیں اپنا سنانا چھوڑدو

خیریت اپنی اگر درکار ہے تم کو جلالؔ !
ان بُتانِ بے وفا سے دل لگانا چھوڑدو

۳۲

مصرعۂ طرح:-الٰہی خیر! وہ بے درد میرا شکوہ خواں کیوں ہے

"الٰہی خیر! وہ بے درد میرا شکوہ خواں کیوں ہے"
مری رسوائیوں کے تذکرے سے شادماں کیوں ہے

نقابِ ابر میں سورج کی نایابی نہیں اچھی
رخِ روشن پہ زلفوں کا حجابِ بے کراں کیوں ہے

سجایا تھا چمن کو جس نے اپنے دل کے ٹکڑوں سے
اسی بلبل پہ آج اتنا عتابِ باغباں کیوں ہے

فرشتے بھی انہیں گر دیکھ پائیں تو بہک جائیں
مری مدہوشیوں سے خلق اتنی بد گماں کیوں ہے

وہ شمشیرِ برہنہ لے کے کیا آئے ہیں مقتل میں
یہ ہر جانب صدائے الحفیظ و الاماں کیوں ہے

مآلِ عشق پہلے ہی تمہیں تو سوچ لینا تھا
دلِ نادان ! اب اندیشۂ سود و زیاں کیوں ہے

۳۳

مصرعۂ طرح: - نہ موت آرہی ہے نہ خواب آرہا ہے

یہ کہتے ہوئے بھی حجاب آرہا ہے
وہ رویا میں بھی بانقاب آرہا ہے

ہمیں دیکھ کر اپنے کوچہ میں ، بولے
کہاں سے اے خانہ خراب ! آرہا ہے

چھلکنے کو پیمانۂ صبر ہے اب
مرے ضبط میں اضطراب آرہا ہے

تفکر ، تخیل ، تصور میں یارب !
"نہ موت آرہی ہے نہ خواب آرہا ہے"

شبِ ہجر کس کشمکش میں پڑا ہوں
"نہ موت آرہی ہے نہ خواب آرہا ہے"

شبِ ہجر بھی اک قیامت ہے یارب !
" نہ موت آرہی ہے نہ خواب آرہا ہے"

چلو میکشو ! مل کے اب مے کدہ میں
یہ دیکھو وہ ابر و سحاب آرہا ہے

جلالِ حزیں ! کچھ خبر بھی ہے تجھ کو
کدھر سے وہ مستِ شباب آرہا ہے

۳۴

مصرعۂ طرح: میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں

زمانے کو یقین و عزم کا رستہ دکھاتا ہوں
''میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں''

عقابی چشم سے اغیار مجھ کو دیکھتے کیوں ہیں؟
کیا ہے جس نے پیدا اس کے آگے سر جُھکاتا ہوں

رہے اک یادگارِ ہستیِ فانی زمانے میں
نہیں بیکار ہی شعر و سخن میں سر کھپاتا ہوں

نوٹ:-صاحبِ طرح سلیم احمد ہیں پورا شعر اس طرح ہے:

غنیمِ وقت کے حملے کا مجھ کو خوف رہتا ہے
میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں

۱

محسوسات

کروٹیں سوجیں ، گیا پر نہ اندھیرا تیرا

کیا شبِ غم ، نہیں ہوتا ہے سویرا تیرا

اے گلِ سرخ ! ہے کیا تو بھی کسی کا شیدا

ہجر کی دھوپ نے کمھلادیا چہرہ تیرا

تیرا وہ دن بھی زمانہ نہ بھلایا ہوگا

تھا علَم دہر میں ہم دوشِ ثریا تیرا

تیرا وہ دن تو زمانہ نہیں بھولا ہوگا

تھا علَم دہر میں ہم دوشِ ثریا تیرا

اپنے کرتوت سے سب کچھ ہے بگاڑا تو نے

تھا علم دہر میں ہمدوشِ ثریا تیرا

اپنے کرتب سے کیا تو نے اسے خود نیچا

تھا علم دہر میں ہمدوشِ ثریا تیرا
پیکرِ عزم و عمل بن کے تو کوشاں ہوجا
جادۂ اوج پہ اب بھی ہے ستارہ تیرا
کیا ضروری ہے تجھے طوؔر کا احساں لینا
اپنے دل ہی میں جو ممکن ہے نظارہ تیرا
جانبِ طوؔر چلوں کیوں میں مثالِ موسیٰؑ
اپنے دل میں بھی تو ممکن ہے نظارا تیرا
جانبِ طوؔر چلوں کیوں میں مثالِ موسیٰؑ
اپنے دل ہی میں جو ممکن ہے نظارا تیرا
اب بھی غفلت سے نکل راہِ سلف پر آجا
دیکھ قرآن میں کیا کیا ہے فریضہ تیرا
درد ہی ہوگا ترے درد کا درماں اے جلاؔل!
درد کی فکر نہ کر جب ہے مسیحا تیرا

۶ر جنوری ۱۹۹۳ء

نوٹ:۔اس نظم کے بعض اشعار کو قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے کئی طرح سے موزوں کیا ہے۔ان سب کو یہاں لکھ دیا گیا ہے۔مرتب

۲

خوش آمدید

تیری قسمت مرحبا صد مرحبا ارضِ وطن
ہے بجا افلاک پر بھی تجھ کو ہونا خندہ زن
کون کہہ سکتا ہے اب کانٹوں بھرا صحرا ہے تو
تجھ میں پیدا آج تو سارے ہیں اندازِ چمن
خوش نصیبی پر تری سارے جہاں کو رشک ہے
قاریِ طیبؒ ہیں تیرے دوش پر جلوہ فگن
حاملِ اسرارِ قرآں کی بھی ہے جلوہ گری
جن کو دنیا کہہ رہی ہے حضرتِ فخرالحسنؒ
سپہرِ اسلام کے دونوں ہیں روشن مہر و ماہ
جن کے سینوں سے ہیں جاری فیض کی گنگ و جمن
جن کی ذاتِ پاک وجہِ نازشِ ہندوستاں
جن سے رونق یاب ہے اسلام کی ہر انجمن
قائدانِ دین و ملت مرحبا خوش آمدید
با عقیدت عرض کرتا ہے جلالؔ نغمہ زن

نوٹ:- دلال گنج ہفلیاں، امور، پورنیہ کے جلسۂ سیرت النبیؐ میں حضرت مولانا قاری طیبؒ صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی آمد پر بتاریخ ۲۶/مارچ ۱۹۶۱ء کو یہ نظم پڑھی گئی۔

جلالؔ غفرلہٗ

۳

منظوم شجرۂ طریقہ عالیہ قادریہ

رحم فرما اے خدا ! تو مصطفیٰؐ کے واسطے
فخرِ موجودات شاہِ انبیا کے واسطے
دونوں عالم کی الٰہی ! مشکلیں آسان کر
فاتحِ خیبر علیؓ مشکل کشا کے واسطے
آشنائے لذّتِ جامِ شہادت کر مجھے
سیّد الشہدا حسینؓ مقتدا کے واسطے
دولتِ صبر و رضا یارب ! عطا فرما مجھے
حضرتِ سجاد کے صبر و رضا کے واسطے
ظاہر و باطن کو میرے اے خدا ! یکساں بنا
حضرتِ باقر امامِ باصفا کے واسطے
یا الٰہ العالمیں ! کر اتقا مجھ کو نصیب
حضرتِ جعفر رئیس الاتقیا کے واسطے
بخش دے میرے جرائم موسیٰ کاظم کے طفیل
رحم کر مجھ پر علی موسیٰ رضا کے واسطے
نفس و شیطاں کے فریب و مکر سے مجھ کو بچا
حضرتِ معروف کرخی رہنما کے واسطے
بخش دے یارب ! سری سقطی کے صدقہ میں مجھے

چشمِ رحمت ہو جنیدِ باصفا کے واسطے
نورِ ایماں سے مرا سینہ ہو روشن اے خدا!
حضرتِ شبلی امام الاصفیا کے واسطے
سرخرو کر دونوں عالم میں پئے عبدالعزیز
فضل فرما عبدِ واحد پارسا کے واسطے
فرحتِ کونین مجھ کو کر عطا مولیٰ مرے
اپنے پیارے بوالفرح اہلِ ولا کے واسطے
بوالحسن فرشی کی خاطر نارِ دوزخ سے بچا
بابِ رحمت کھول دے اس ناسزا کے واسطے
یا الٰہَ العالمیں ! بہرِ سعیدِ مخزمی
پیرِ پیراں عبدِ قادر پیشوا کے واسطے
بہرِ عبد البارئِ والا گہر والا نژاد
سید السادات فخرِ اولیا کے واسطے
یا الٰہی! بہرِ حضرت حافظِ حامد حسن
غوثِ عالم سرگروہِ اتقیا کے واسطے
بخش دے یارب! جلاؔلِ بے نوا کو بخش دے
ہادی و مرشد سعیدِ باصفا کے واسطے
عرصۂ محشر میں یارب ! میری رسوائی نہ ہو
بہرِ عضد الدین قطبِ رہنما کے واسطے

۴

ہمشیرزادۂ خود قدوس کی یاد میں

گلزارِ ذہانت کا وہ خوش رنگ گلِ سُرخ
تہذیب کے افلاک کا وہ نجمِ درخشاں
وہ علم و ادب کا ،جو تھا بچپن ہی سے شائق
تھے جس پہ اتالیق بھی سو جان سے قرباں
وہ باعثِ تسکین جو مادر کے لئے تھا
تھی روحِ پدر قبر میں وہ جس سے کہ شاداں
نانا کے بڑھاپے کا جو مضبوط عصا تھا
نانی کا نورِ چشم، وہ بھائی کا قدرداں
دشمن کی نگاہوں میں جو چبھتا تھا مثلِ خار
ماموں کی اپنے قوتِ بازو تھا جو جواں
افسوس کہ ایامِ جوانی میں وہ قدوس
جاں آفریں کو سونپ دی ہائے اپنی جاں
صد حیف درد خیز ہے کتنا یہ واقعہ
آنسو نہ بہائے ،ہے کوئی ایسا سخت جاں
رجب کی تھی اٹھارہ ویں سن تیرہ سو پینسٹھ
دن بدھ کا ، وقتِ صبح ہوا خلد کو رواں
بے فائدہ جلاؔل نہ کر نالہ و فغاں
بچہ ، جوان کوئی ہو ، رہتا نہیں یہاں

محمد قدوس مرحوم کاان انتقال ۱۸ررجب ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹رجون ۱۹۴۶ء روز بدھ بوقت ۱۰ ربجے ہوا۔
نوٹ:-محمد قدوس مرحوم کے چھوٹے بھائی محمد مسلم مرحوم کا انتقال یکم صفر روز بدھ ۱۳۶۶ھ کو ہوا۔
جلال غفرلہٗ

۵

آہ! نیّر

آہ ! نیّر جب تو دنیا میں ضیا افگن ہوا
تیرے دم سے گھر ترے ماں کا روشن ہوا
اُف! جواں مرگی تری ہے کس قدر اندوہ ناک
دوست ہی پر منحصر کیا ، غم زدہ دشمن ہوا
تجھ کو دفنانے جو آئے سب کی آنکھیں نم ہوئیں
مبتلائے حزن گاؤں کا ترے جن جن ہوا
عقد کو تیرے ابھی تو ہو رہے ہیں چند ماہ
آج اُس کی لڑکی کو کتنا صدمۂ جاں کن ہوا
بے گئے ہی گھر میں شوہر کے ، لٹا اُس کا سُہاگ
خانۂ باقؔر میں اس سے کس قدر شیون ہوا
اپنے لوگوں کا تو کہنا ہی رہا کیا اے جلالؔ!
سوزِ غم سے جل کے دل اوروں کا بھی گلخن ہوا

نوٹ: — میں اپنے برآمدہ میں بیٹھ کر تخیل کے پروں کے سہارے فضائے کائنات کی سیر کر رہا تھا۔ میری نگاہ اوپر کی طرف مرکوز تھیں، اچانک نیچے کی طرف مڑیں تو پورب جانب سڑک پر عورتوں اور مردوں کا ایک ہجوم نظر آیا، دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ سارے لوگ باسولؔ کے ہیں جو نیّر مرحوم کی تجہیز و تکفین کے بعد کچہرہ سے گھر آ رہے ہیں، یہ جان کر مجھے اپنے دل میں سخت چوٹ اور کسک محسوس ہوئی، تو پھر میں اپنی اسی دنیا میں ہولیا، اور اس المناک حادثہ کے پسِ منظر میں جھانکنے لگا، نتیجتاً تعزیت کے طور پر ان چند اشعار کی تخلیق ہوئی۔ فقط قاضی جلالؔ غفرلہٗ ہری پوری

مورخہ ۲ ر ستمبر ۱۹۹۳ء

۶

زاہد خود بیں سے خطاب

یہ مانا ہم نے دنیا تھی ترے سجدات کی دنیا
یہ مانا ہم نے پھیلی تجھ سے تھی سادات کی دنیا
یہ مانا ہم نے تھا ادراک سے برتر مکاں تیرا
بڑی وسعت کا مالک تھی ترے درجات کی دنیا
یہ مانا ہم نے تجھ سے دو قدم پیچھے فرشتے تھے
ترا دل دل نہیں تھا بلکہ تھا جذبات کی دنیا
یہ مانا ہم نے تو مِس کو زرِ خالص بناتا تھا
سوا روح الامیں سے تھی ترے درجات کی دنیا
یہ مانا ہم نے تھا روشن دِیا تو بزمِ ہستی کا
مُنوّر تھی ترے دم سے یہ موجودات کی دنیا
مگر اے زاہدِ خود بیں ! کہاں وہ بات اب تجھ میں
''بدل ڈالی سراپا تو نے وہ طاعات کی دنیا''
جسے ناآشنائے دین بھی مامن سمجھتا تھا
بنادی ہائے اب تونے اُسے آفات کی دنیا
لباسِ زہد میں تو چپکے چپکے فتح کرتا ہے
نمائش کی، ریا کی، مکر کی طامات کی دنیا
وہی اخلاصِ سابق تو جلالِ خستہ ! پیدا کر
اُجالا جس سے پھر ہوجائے یہ ظلمات کی دنیا

۷

ایم۔اسلم کی دوزُخا تصویر

نمایاں ہند و پاکستان بھر میں جن کی شہرت ہے
جنھیں اقبالؔ کے شاگرد ہونے کی سعادت ہے
جنھیں عکاسیِ فطرت میں حاصل ہے یدِ طولیٰ
زبانِ خلق پر جن کا لقب نقاشِ فطرت ہے
طلسمِ سامری کہتے ہیں جو آئینِ مغرب کو
جنھیں تقلیدِ مغرب سے بظاہر سخت نفرت ہے
نہیں اک آنکھ بھاتی ہے جنہیں آزادیِ نسواں
وطن کی ماؤں ، بہنوں سے جنہیں بے حد محبت ہے
وہ خود ہیں کوٹ ، پتلوں اور نکٹائی کے دلدادہ
انہیں مشرق کے ملبوسات سے ازلی عداوت ہے
فرنگی روپ میں دن رات وہ سرشار رہتے ہیں
نہ جانے مونچھ اور ڈاڑھی سے کیا ان کو عداوت ہے
جوانی ہوچکی تو کب کو ہے دم توڑ کر رخصت
ابھی تک مانگ چوٹی سے ، مگر خاصی رفاقت ہے
حقیقت ہے جلالِ بے نوا ! کہتا ہوں میں جو بھی
نہیں مقصود میرا اس سے اظہارِ بلاغت ہے

۸

مرحوم ابّا حضور کی خدمت میں

میرے ابّا جان ! تسلیم و نیاز
خیریت کہئے حضورِ پاک باز
میں ہوں اچھا حامدِ(۱) دل گیر بھی
میری امّی (۲) جان بھی ہمشیر (۳) بھی
بھولتا پر ، آپ کو حامد نہیں
دوسری کچھ اور اس کی ضد نہیں
دشمنوں نے آپ کے بعدِ ممات
تلخ کردی ہے مری اک دم حیات
آپ کے قدموں پہ کل تھا جن کا سر
وہ لئے ہیں آج ہاتھوں میں تبر

(۱) حامد حسن جلالؔ ہری پوری کے بڑے صاحبزادے اور راقم کے والد گرامی ہیں (۲) افزون النساء مرحومہ (۳) عقیلہ خاتون مرحومہ (مرتب)

چاہتے ہیں اُن کا بن جاؤں غلام
اور سلام ان کو بجاؤں صبح و شام
کیجئے اس وقت میری آپ یاد
سخت خطرے میں پھنسی ہے جائداد
شہرِ خاموشاں سے پھر اس دیس میں
اپنے پچھلے روپ پچھلے بھیس میں
جس قدر ہو جلد ممکن آیئے
اپنے بیٹے کی مدد فرمایئے
یا اگر یہ آپ کے بس کی نہیں ،
تو دعا اللہ سے کیجئے وہیں
عزم و ہمت میں مرے جنبش نہ ہو
پائے استقلال میں لغزش نہ ہو
دے سکوں ہر وقت رہ کر کامیاب
اینٹ کا ظالم کی ، پتھر سے جواب
لیجئے ابا ہمارا اب سلام
آپ کا بیٹا جلالِ تلخ کام

جلالؔ غفرلۂ ستمبر ۱۹۵۲ء

۹

آج کل کی قابلیت

یوں تو ہے اپنی جگہ پر قابلیت اے جناب !
کر دیا ہے اس کو فیشن کی ہوا نے پر خراب
انشا پردازی جو منشی کے لئے تھا خاص کام
آج کل کی قابلیّت نے مٹایا اس کا نام
چند دن جا کر کچہری کی ہوا کھائی اگر
بس سمجھ لیتے ہیں منشی آپ کو وہ بے خبر
سر پہ مفلر ، تن پہ سوئٹر ہاتھ میں باندھے گھڑی
خاصہ منشی بن گئے لے قابلانہ اک چھڑی
مسٹر و ملاّ میں علم و فضل کا ہونا مدام
ہے ضروری یہ نہیں ہوں گر تو وہ مطلق ہیں خام
جا کے دیوبند میں چندے جو کھائے دال بھات
یا کسی کالج میں جا کے سیکھ لی کچھ چکنی بات
بس سمجھ لیتے ہیں مسٹر اور مولانا ہوئے
جتنے قابل ہیں جہاں میں سب کے ہم نانا ہوئے
سامنے سے گر کسی قابل کا بھی ہوئے گزر
تو ذرا تعظیم کو اٹھتے نہیں وہ مَن سے ٹر
سولہ سترہ سال ہی کی ہے ابھی عمرِ جلالؔ
صاحبو ! لائیں نہ اس پر حرف گیری کا خیال

۱۰

اشتہار واجب الاظہار

حین قیام مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

قومِ مسلم ! جاگ اٹھ یہ خوابِ غفلت تا بکے؟
ہوچکی حد ہوچکی اب یہ جہالت تا بکے؟
غور فرما تیری اگلی شان و شوکت کیا ہوئی ؟
وہ علو و برتری وہ جاہ و ثروت کیا ہوئی؟
تجھ میں اب اسلاف کی باقی رہی عظمت کہاں؟
وائے! تیری لُٹ گئی اے قوم! وہ دولت کہاں؟
علم سے ہونا معرّیٰ ہے تری ذلّت کا راز
ورنہ تھا ہر قوم میں تجھ کو نمایاں امتیاز
یہ تو دنیا میں جہالت کی ہے اک ادنیٰ سزا
حشر میں ہوگا مگر انجام اس سے بھی بُرا
وقت ہے اب بھی اگر تو عقل سے کچھ کام لے
علم کے حبلِ متیں کو اپنے ہاتھوں تھام لے
تو فلک پیما بنے پھر تیری عزت کا علَم

پھر قدم چومیں ترے ، جنّت میں حورانِ اِرم
علمِ دیں کے مدرسوں کی تھی علاقے میں کمی
شکر ہے کچھ اس طرف سے ہوگئی ہے بے غمی
یعنی بستہ ڈانگی میں ایک دینی درس گاہ
خدمتِ اسلام پر مامور ہے از دیر گاہ
ضلع بھر میں ہے یہی اک مدرسہ اے نیک نام !
فارسی ، عربی کی ہوتی ہے جہاں تعلیم عام
ہیں مہیّا اس جگہ ہر قسم کی آسانیاں
طالبانِ علم کو ملتی ہیں جاگیریں (ا) یہاں
آج کل اس میں مدرس فارسی کے ہیں جلالؔ
فنِّ استادی میں حاصل ہے جنہیں پورا کمال
بہتر و با قاعدہ تعلیم فرماتے ہیں جو
فارسی کے رمز کو اردو میں سمجھاتے ہیں جو
خاندانی فارسی دانی ہے جن کا آشکار
جن کو دنیا مانتی ہے شاعر و مضموں نگار
طالبانِ علم سے اب یہ گزارش ہے مری
اپنے ہمدردانِ ملّت سے سفارش ہے مری

کیجئے فرضِ خدا کو اپنے ذمہ سے ادا
لائیے دل سے بجا ارشادِ ختم الانبیا
آیئے اور مذہبی تعلیم حاصل کیجئے
آپ کو اللہ کے پیاروں میں شامل کیجئے
آپ کے رحم و کرم پر اس کی ہے مبنی بقا
آپ کی ہمت کے بل مضبوط ہے اس کی بنا
اب بھی سابق کی طرح اس کی اعانت کیجئے
چرمِ قربانی ، رسولی(۲)دھان اور صدقات سے
اپنے اس دینی ادارے کا سدا رکھیں خیال
دست بُردِ مفلسی سے تا نہ ہو یہ پائمال
کہہ چکا میں آپ سے کہنا مجھے تھا جو پیام
توڑتا ہوں گفتگو کا سلسلہ اب وَالسَّلام

المشتھر: مولوی عبدالحمید ناظم ومدرس شعبۂ عربی مدرسہ غوثیہ، بستہ ڈانگی

نوٹ:- (۱) اُس دور میں مدارسِ اسلامیہ میں زیرِ تعلیم طلبہ کے طعام وقیام کی ذمہ داری عموماً گاؤں کے افراد اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔ اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں جاگیر کہا جاتا ہے۔

(۲) زمین کی پیداوار بالخصوص دھان کی پیداوار میں جو زکوٰۃ دی جاتی ہے اس کو اس علاقے کی اصطلاح میں رسولی کہا جاتا ہے۔ (مرتب)

تاریخِ تخلیق ۱۳ر ربیع الاول ۱۳۶۴ھ روز سہ شنبہ ۱۰ر بجے دن

۱۱

ماتم مدرسہ غوثیہ بستہ ڈانگی

کل ہی ان آنکھوں نے جس گلشن میں دیکھی تھی بہار
کردیا دورِ خزاں نے اس کا دامن تار تار
کوکتی تھیں کوئلیں ، بلبل چہکتی تھی جہاں
آہ ! لہرایا وہاں چغدوں نے آ اپنا نشاں
لہلہاتے تھے جہاں گلہائے نادیدہ خزاں
آج آتی ہیں نظر واں چند سوکھی ڈالیاں
واقعہ یوں ہے مدرسہ غوثیہ سے کچھ پرے
چند بوسیدہ مکاں تھے جانبِ مغرب کھڑے
حضرتِ آتش نے آ کر کے، کیا اس کا طواف
ایک لحظہ میں ہوئے سارے مکاں جل بھن کے صاف
ایک چنگاری ہوا کے ساتھ اٹھلاتی ہوئی

مدرسہ پر گر پڑی بس آکے بل کھاتی ہوئی

لوگ آئیں دوڑ کر ، اتنی گوارہ کی نہ دیر

ہو گئے مسجد ، مدرسہ جل کے خاکستر کا ڈھیر

الحفیظ و الاماں کا شور برپا ہو گیا

سرزمینِ مدرسہ دوزخ کا نقشہ ہو گیا

روک لے اپنا قلم اب اے جلالؔ سوگوار !

تھام لے ماتم نہ کر اب دامنِ صبر و قرار

نوٹ:- مدرسہ غوثیہ حمیدیہ، موضع بستہ ڈانگی، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال میں قاضی جلال ہری پوری مرحوم تدریسی خدمات پر مامور تھے۔ اسی آوان مدرسہ میں آگ لگی اور مدرسہ کے جملہ مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ اس حادثۂ آتش زدگی سے متاثر ہو کر قاضی جلال ہری پوری نے یہ نظم تحریر کی تھی۔ یہ نظم ان کی ڈائری میں دستیاب ہوئی۔ محمد رضوان ندوی

تاریخِ تخلیق ۱۹ر فروری ۱۹۴۵ء

۱۲

شعلۂ جوّالہ

حکیمِ بو الہوس شامت نے تم کو واقعی گھیرا
کہ تم نے جانشینِ نجم کو ہے بے سبب چھیڑا
ارے بے ڈھنگ ! کیوں تم نے بڑوں سے منھ لگایا ہے
یہ کیا شہباز پر مکڑے کا نازک جال پھینکا
بتاؤ تو وہ کل کی بات کیا تم بھول بیٹھے ہو
جو اپنی بے تکی اس شاعری پر پھول بیٹھے ہو
ہوئی تھی کس پہ دن دھاڑے کبھو مودہ میں بمباری
رفو چکر ہوئی تھی کس کی پیشِ نجم عیاری
بچا کے جان مودہ چھوڑ ، بولو کون بھاگا تھا
بتاؤ بیگنا سے توبہ نامہ کون لکھا تھا
ہری پوری قلم کے آگے کس نے سر جھکایا تھا
جلالِ بے نوا کو کس نے منت سے بلایا تھا
جو سچ پوچھو تمہیں اردو زباں دانی نہیں آتی
یہ مرغانِ چمن جیسی نوا خوانی نہیں آتی
ادھر آؤ ذرا کچھ شاعری کا راز بھی سیکھو
جو اُڑنا ہے فضائے شعر میں پرواز بھی سیکھو

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

بتاؤ پورنیوی کی اُڑائی تم نے ''یے'' کیوں ہے ؟
اضافت شاعری دعویٰ کی بھی غائب اب! کیوں ہے؟
ذرا یہ بھی کہو اے ملّہنا کا فسٹ گھسیارہ
ارے یہ شاعری چوری کہاں کا ہے محاورہ
یہ پہرہ داری دربار کی ترکیب بھی کیا ہے ؟
اضافت امتیازِ پھوپھی و مادر میں جی کیا ہے ؟
یہ سنتا ہوں کہ علمِ صرف تم کو پورا ازبر ہے
بتاؤ یار گڑجانا بفتحہ کون مصدر ہے
تمہیں صحت و سُقم کی بھی تمیز آئی نہیں ابتک
کروگے پھیکی اردو میں یہ مجھ سے بحث تم کبتک ؟
کہاں سے لاکے دی ہے تم نے جائے لُم میں حرکت
ملانے کے لئے تقطیع سوچی خوب یہ حکمت
یہ گرگٹ والا مصرع بھی ذرا تقطیع میں ڈھالو
سقم ہے مرتضٰی والا میں ، اس کو بھی تو سنبھالو
نواسہ ہو مرے پھوپھے کا میرا بھانجہ تم ہو
پہن پگڑی فضیلت کی نشانِ گانجہ تم ہو
ذرا سر در گریباں ہوکے تم یہ بھی جتا دینا
ہمیں سوگند کھا کر اپنے سینہ کی بتا دینا
وہ علم و بوٗل کی افواہ بولو تم ، غلط ہے کیا

کوئی بہتاں طرازی میرا اس پر دستخط ہے کیا
مناسب ہے کہ توبہ نامہ تم عجلت سے لکھ بھیجو
وگر نہ معرکہ آرائی کو مجھ سے سنبھل بیٹھو
حکیمِ بوالہوس پڑھ لکھ کے کیوں نادان بنتے ہو
خدا کا بندہ ہوکر بندۂ شیطان بنتے ہو
جلاؔلِ نکتہ داں پر گندگی تم کیا اچھالوگے
لگیں گیں چوٹیں ہر سو سے کہو کن کو سنبھالوگے
بتاکر آپ کو فاضل اسے نیچا دکھاتے ہو
چمک اس گوہرِ کانِ لیاقت کی چھپاتے ہو
جلاؔلِ بے نوا ! ، ملہؔنا کا فاضل کیسا شاعر ہے ؟
کہ ہر مصرع ہی قانونِ سخن سنجی سے باہر ہے

نوٹ:۔ یہ نظم مولوی عبدالحکیم صمدانی کے 'انگارہ' کا جواب ہے جن میں فنی غلطیوں سے قطع نظر محاورات کی چند خامیاں اور ترکیب کی غلطیاں اجاگر کی گئیں ہیں۔ فقط

قاضی جلال ہری پوری

نوٹ:۔ مولوی عبدالحکیم صمدانی مرحوم قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے پھوپھا کے داماد کے بھتیجے تھے۔ اس طرح وہ ان کے پھوپھا کے نواسے اور قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے بھانجے کے رشتے میں آتے تھے۔

مرتب

۱۳

مُلّا پر چنگاری

حکیمِ بو الہوس مودہ کا وہ بھاگا ہوا مُلّا
جنابِ نجم کے ہاتھوں سزا پایا ہوا مُلّا
سنا ہے جھنگیا میں آج کل ڈیرا جمایا ہے
دکھا کر سبز باغِ مدرسہ سب کو لبھایا ہے
دبانے کے لئے حق المساکیں ڈھونگ رچایا ہے
مگر مُلّائیت کے بھیس میں وہ اک لٹیرا ہے
اسی پر بس نہیں بلکہ غلط بر گردنِ راوی
نہ ہو کر وہ خدا نا ترس صرف و نحو پر حاوی
یہ دعویٰ کر رہا ہے ماہرِ ہر علم و فن ہوں میں
لقب علّامہ ہے تابندہ شمعِ انجمن ہوں میں
مرے پیشاب سے بھی علم و فن کی بُو نکلتی ہے
فضائے ملہنا جس مست خوشبو سے مہکتی ہے
تعجب ہے ہمیں ، مودہ کے جنگل کا وہ رکھوالا

بنا اک جست میں کیوں بے دھڑک شیطان کی خالہ
پتے کی بات میں اک خیر خواہانہ بتاتا ہوں
چراغِ راہ بن کر راستہ سیدھا دکھاتا ہوں
گوارہ کب یہ ہو سکتا ؟ پدر مُلاّ کا جاہل ہو
شرابی ہو مدّگی ہو ، مگر مُلائے کامل ہو
بڑا موقع ہے چیکے اپنے پیشابوں کے وہ پُر فن
دماغِ کند میں ابا کے دے دے چند انجکشن
جہالت سے اٹھا کر اس کو مولانا بنا ڈالے
اور اپنے ادّعا کا قوم سے لوہا منا ڈالے
جلاؔلِ بے نوا ! چپ ہو کہاں تک خامہ فرسائی
ابھی تو آپ کے مُلاّ کی شامت ہی نہیں آئی

نوٹ:- مولوی عبدالحکیم صمدانی ماہناوی سے قلمی جنگ وجدل کے نتیجہ میں قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے یہ نظم لکھی تھی۔ واضح رہے کہ قاضی جلال ہری پوری مرحوم سے قبل مولوی عبدالحکیم صمدانی مرحوم کی قاضی نجم ہری پوری مرحوم سے بھی طویل قلمی جنگ ہوئی تھی۔ جنابِ نجم کے ہاتھوں سزا پایا ہوا ملا، سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے پہلی نظم میں بھی اس کا ذکر ہے، بالآخر انہوں نے توبہ نامہ لکھ کر قاضی نجم ہری پوری مرحوم کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس طرح سے دونوں میں صلح ہوئی تھی۔ مرتب

سنِ تخلیق ۱۹۴۷ء

۱۴

لطیفہ

کسی ملک کا ایک فرماں روا
ہوا سُرخیِ چشم میں مبتلا
اطبّا نے کر کے بہم مشورہ
کفِ پا میں مہندی لگانے کہا
تحیّر سے پوچھا یہ خواجہ سرا
کفِ پا کو آنکھوں سے نسبت ہے کیا
طبیبوں نے ان کو دیا یہ جواب
ہوا جس سے خواجہ سرا آب آب
وہ نسبت کفِ پا کو ہے آنکھ سے
زنخداں سے خُصیوں کو ہے جو ترے

۱۵

طنز و مزاح

جنابِ شیخ سے لے دے کے پرمٹ کیجئے حاصل
سنا ہے گلشنِ جنت کی ان کو ٹھیکیداری ہے
قدم تک اٹھ نہیں سکتے ہیں اب بارِ جسامت سے
نہ جانے حضرتِ ملّا کا کب سے پیر بھاری ہے
ذقن سے ناف تک لٹکی ہوئی ریشِ مبارک بھی
جرائم پوش ہے شاید کہ جس کی پاسداری ہے
ہے مالا ہاتھ میں دستار سر پر سامنے ڈھولک
خدا رکھے ہمارا پیر جی بھی کیا مداری ہے

۱۶

کاغذی مذاق

مرے سرکار صاحب ! آپ دائم شادماں رہئے
سدا مِس صاحبہ کے سامنے بن کر جواں رہئے
اگر رنجش کے مارے ہاتھ میں ہوں جوتیاں ان کے
تو سر نیچا کیے ، گردن جھکائے مہرباں رہئے
اُدھر جب گرم جوشی ہو اِدھر ہو رقص فرمائی
اُدھر تیور اگر بدلے اِدھر بس بے زباں رہئے
وہ اپنی چارپائی میں پڑی جب محوِ راحت ہوں
کھڑے ہاتھوں کو باندھے آپ زیرِ پائداں رہئے
اسی میں خیریت ہے آپ کی بس کہہ دیا میں نے
وگر نہ رات دن رٹتے صدائے الاماں رہئے

۱۷

دیگر

مرے دیوان جی صاحب ! ہمیشہ شادماں رہئے
میاں ہاشم کی ماں کے سامنے بن کر جواں رہئے
میں منشی ہوں مری معلوم بھی ہے خامہ فرسائی
لئے ہاتھوں میں کاغذ منتظر اے مہرباں! رہئے
مذاقِ کاغذی میں نے ہے کی ، رنجش نہ فرمائیں
میں مہماں آپ کے ہوں آپ میرے میزباں رہئے
مذاقِ شاعرانہ سے مرے رنجش نہ فرمائیں
کلامِ روح پرور سن کے میرا ، شادماں رہئے
خدا دائم سلامت آپ کو رکھے زمانہ میں
جلالِ بذلہ گو کا بھی ہمیشہ قدرداں رہئے

تاریخِ تخلیق ۲۱/اپریل ۱۹۴۷ء

نوٹ:- مذکورہ تینوں مزاحیہ نظمیں قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے جناب منظور الحق عرف دیوان جی/سرکار جی مرحوم کے نام لکھی تھی، جناب منظور الحق مرحوم عرف دیوان جی جناب نصیر الدین مرحوم، ساکن مالکوٹ، اتر دیناج پور کے صاحبزادے اور شفیع الرحمان عرف شفیع سرکار مرحوم، کے بھائی تھے، محمد ہاشم دیوان جی یعنی منظور الحق کے صاحبزادے ہیں۔ واضح رہے کہ مالکوٹ کے شفیع سرکار مرحوم، دیوان جی مرحوم، فیض الرحمان مرحوم، باسول کے الحاج مکھیا محمد اسرئیل سرکار مرحوم اور کھمیاں کے جناب محمد افضال مرحوم میرے دادا قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ مرتب

۱۸

منظوم خط بنام قاضی محمد تشہیر سلمہ، نواسۂ خود

جانِ من ! تشہیر فخرِ خاندان
لاڈلا ماں باپ کا ، نانا کی جان
دل سے کرتا ہوں دعا یہ صبح و شام
حق تعالیٰ تم کو رکھے شاد کام
ہے بہت نا گفتہ بہ گاؤں کا حال
ہوگئے ہیں لوگ سارے پائمال
آج کل سیلاب ہے آیا ہوا
ابر بھی ہے ہر طرف چھایا ہوا
چل رہی ہے آندھی جیسی ہوا
گاہ پچھوا اور گہے بادِ صبا
اس کی زد میں آگئے صدہا مکاں
گر گئے کچھ جھک گئے اُف ! الاماں
سیکڑوں انسان بے گھر ہوگئے
چرخ نیلی فام چھپّر ہوگئے

نوٹ:- قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے قاضی محمد تشہیر صاحب کے نام جب یہ منظوم خط ارسال کیا تھا۔ان دنوں برادرِ مکرم جناب قاضی تشہیر صاحب قصبہ کالج میں زیرِ تعلیم اور حنیف لاج، لائن بازار پورنیہ میں قیام پذیر تھے۔ محمد رضوان ندوی

۱۹

منظوم خط بنام محمد رضوان نبیرۂ خود

لختِ دل، لختِ جگر میرے محمد رضواںؔ
دل سے کرتا ہوں دعا تم رہو دائم شاداں

دولتِ علم سے اللہ نوازے تم کو
رہنما دینِ حنیفی کا بنائے تم کو

سپہرِ علم کا تم نجمِ درخشاں بن کر
روشنی دین کی پھیلاؤ مری جاں گھر گھر

تم میں اخلاقِ نبیؐ کا ہو وہ جوہر پیدا
انس و جاں اور فرشتے بھی ہوں تم پر شیدا

دل سے دشمن بھی تمہیں چاہنے والا ہوئے
عزت و شانِ وطن تم سے دوبالا ہوئے

(۱)آؤ تم پیکرِ تصویرِ خیالی بن کر
یعنی اس دور کا رازیؔ و غزالیؔ بن کر

کی وفا عمر نے تو پھر میں ملوں گا تم سے

دیر پیارے نہیں ملنے میں کروں گا تم سے

تمہارا جدِّ بیمار
جلالؔ غفرلہ
۲۷ر جولائی ۱۹۹۱ء

(۱)اس شعر کو اس طرح بھی موزوں کیا ہے۔مرتب
آسکو کاش! میرا نقشِ خیالی بن کر
یعنی اس دور کا رازیؔ و غزالی بن کر

۲۰

افضال صاحب کے نام ایک مزاحیہ خط

مجی مشفقی افضال بھائی !
ذرا سنئے مری ہرزہ سرائی
مزاجِ پاک کیوں مجھ سے خفا ہے
کہ اندازِ تکلم ہی جدا ہے
خطا سرزد ہوئی ہے تو بتادیں
جو چاہیں پھر ہمیں اس کی سزا دیں
یہ کیسا بے سبب ہے روٹھ جانا
بلانا بھی نہیں اور خود نہ آنا
بڑے بھائی ہے کہلانا تو کہئے
بہنوی ہی ہے بنوانا تو کہئے
بجائے دوست ہم سالا پکاریں
پراٹھے ، کھیر ، اور فرنی اُڑائیں
مگر یہ بات نا مرغوبِ دل ہے
پُرانی بات ہی مطلوبِ دل ہے
قلم ہوجا تو اب لکھنے میں قاصر
کہیں ہوجائیں وہ رنجیدہ خاطر

آپ کا جلال غفرلہ

۹ر جنوری ۱۹۴۹ء

۲۱

منظوم خط بنام عبدالعزیز

صد دعا بر تو رسد ہر دم ز من عبد العزیز
بے گماں تو ان دنوں ہے پیکرِ عقل و تمیز
یاد ہے وہ دن تجھے اے محرمِ اسرارِ من !
روز رہتی جب کہ تھی آراستہ اک انجمن
تھی کتابِ عشق کی تعلیم ادبستان میں
تھا پھلا پھولا شجر اُلفت کا نخلستان میں
آہ ، اُف ! چشمِ زدن میں وہ زمانہ کیا ہوا
آ گیا دورِ خزاں اور طبلِ ماتم بج گیا
کچھ خبر بھی ہے تجھے اِس مضمحل ناشاد کی
اپنے ہاتھوں جس نے اپنی زندگی برباد کی
ہاں، سناتا ہوں سنو اے میرے غم خوارِ قدیم !
بستہ ڈانگی میں ہوا ہوں آج کل آ کر مقیم
تیرے اور میرے وطن سے دور ہے کوسوں یہ گاؤں

آج تک اپنوں کی میں نے یاں نہیں دیکھی ہے چھاؤں
لوگ کہتے ہیں کہ میں لڑکوں کا اب استاد ہوں
کچھ نہیں یہ سب غلط ہیں خانماں برباد ہوں
بختِ برگشتہ نے مجھ کو ہائے بر گشتہ کیا
در بدر کی ٹھوکریں کھلوائیں سر گشتہ کیا
اب یہی ہے التجا تجھ سے مری بہرِ خدا
میرے حق میں حق تعالیٰ سے تو یہ کرنا دعا
ہو چکا ہے زندگی کا بیشتر حصہ ختم
اب جو دن باقی ہیں نبھ جائیں وہ با درد و غم
ہاں سنا کر اپنی حالت میرا دل مسرور کر
سال بھر تو ہوگیا جانا ترا گھر چھوڑ کر
اب تلک رازِ عدالت تو نے جانا یا نہیں
مُحررِ دانا تجھے لوگوں نے مانا یا نہیں
اور حسن بھیا سے اپنے میرا کہہ دینا سلام
اور جوابِ خط سے کرنا جلد مجھ کو شاد کام
مُرسِل اس فریاد نامہ کا جلالِ خستہ ہے
خلق اور تقدیر جس سے یک قلم بر گشتہ ہے

۲۲

خط مدِّ مقابل کے نام

اے معمر شیر خوار ! اے پیرِ نابالغ ! سلام

گوش بن جائیں سراپا اور سنیں میرا کلام

ایک پرچہ ہم نے لکھا تھا بطرزِ اشتہار

اُس میں تھے مدعو تو بس حضراتِ شعرائے دیار

دعوتِ شرکت خصوصاً تھی نہ اُس میں آپ کو

آپ کے ابّا میاں یا آپ کے کچھ باپ کو

ہوگئے بے سمجھے ہی کیوں آپ آتش در بغل

ہرکہ عجلت کار بندد بیگماں گردد خجل

میری یہ عادت نہیں اظہارِ سرمایہ کروں

آپ نے چھیڑا ہے کہنے کے لئے مجبور ہوں

باپ بھی شاعر مرا ہے میں بھی شاعر ہوں ضرور
امتحاں لینا ہے لے لیجئے نہیں اس میں قصور

ہے ہری پور ان دنوں غیرت دہِ جملہ جہاں
ایسے دربھنگی کہاں یا ایسا دربھنگہ کہاں

پاس جس کے ہو نہ دامن کیا وہ گل چینی کرے
موسمِ سرما میں بیشک برہنہ انساں رہے

شاعری ہے پیشۂ اہلِ دل و اہلِ شعار
یہ نہیں وہ چیز ، لائق جس کے ہو بھنگی چمار

ہے صریرِ کلک نفخِ صور میرا یاد رکھ
آیتِ ''یا لیتنی کنتُ ترابا'' یاد رکھ

نام ہے میرا جلالِ دین شعرا خوش خصال
کہتے ہیں بزمِ ادب میں شاعرِ رنگیں خیال

قطعات

۱

ہوئی رحمتِ حق جو مسدود دیکھو
زبوں حالیِ بختِ نمرود دیکھو
کیا ایک مچھر نے اتنا پریشاں
مرا جوتیاں کھا کے مردود دیکھو

۲ نقشِ اول

زخم تم جس کو سمجھتے وہ ہمارا پھول ہے
دیکھنے والو تمہاری آنکھ کی یہ بھول ہے
ہے چراغِ خانۂ دل، یا چمن کا پھول ہے
زخم کو مطلق سمجھنا زخم، بالکل بھول ہے
ہے لباسِ علم وفن نا زیب سا بدخلق پر
اطلس وکمخواب کی گویا گدھے پر جھول ہے

نقشِ ثانی

دل کا ہر اک زخم، تازہ گلستاں کا پھول ہے
زخم گر سمجھے اِسے اہلِ نظر کی بھول ہے

جسم پر نا اہل کے علم و فضیلت کا لباس
اطلس و کمخواب کی گویا گدھے پر جُھول ہے

۳

منھ پہ کہتے ہیں حق سمجھ کر ہم
بات کھوٹی ہے کیا، کھری کیا ہے
جن کے گھر آندھیوں میں اجڑے ہیں
پوچھ اُن سے کہ بے گھری کیا ہے
رات دن کھیلتا ہوں زلفوں سے
جیل خانہ کی اک کڑی کیا ہے

۴

رندوں کے واسطے ہے یہ کتنی حیا کی بات
بعدِ سلام خط میں لکھا ہے دعا کی بات
واعظ نہ چھیڑ ذکر شرابِ طہور کا
رندوں میں ہوتی ہے مئے دو آتشہ کی بات
درخواست میرے پاس کسی کی دعا کی ہے
سوچو یہ کس قدر ہے شرم و حیا کی بات
درخواست میرے پاس کسی کی دعا کی ہے
میرے لیے ہے کتنی یہ شرم و حیا کی بات

۵

آہِ سحر کی دھوپ جدھر سے گزر گئی

سایہ کے ساتھ ساتھ ہی شبنم بھی اڑ گئی

اے قیدیٔ جمال ! ترا کیا قصور تھا

تصویر دیدہ زیب تھی دل میں اتر گئی

۶

کیا خوب ہے ترقی سرسوں کا تیل سر میں

اے واہ کیا کہنا بجلی کا بلب گھر میں

کیا خوب ہے ترقی سرسوں کا تیل سر میں

چاروں طرف ہے روشن بجلی کا بلب گھر میں

عیدوں میں گوشتوں کا انبار دیگداں میں

بنتی ہے جو کی روتی رمضان کی سحر میں

۷

قطعۂ تاریخِ ولادت قاضی حامد حسن سلمہٗ فرزندِ خود

مجھ کو تاریخِ ولادت چاہیے
یہ تخیل سے کیا میں نے سوال
کہہ دیا جھٹ سالِ ہجری ''حلق'' سے
''قاضی حامد حسن ابن الجلال''

۱۳۶۸ھ

نوٹ:- قاضی حامد حسن سلمہٗ راقم کا بڑا لڑکا ہے۔ پیدائش کے کئی دنوں بعد حاجی احسان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن 'کھیمیاں' کے تشریف لانے پر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوتے کو باہر منگوایا اور دونوں بزرگوں کے مشورہ سے حامد حسن نام تجویز پایا۔ اس کے بعد والد صاحب نے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ مصرع پڑھا:

ع : گلشنِ مہتاب(۱) کا تازہ نہال:

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا، تو فوراً انہوں نے دوسرا مصرع جوڑ دیا:

ع: قاضیِ حامد حسن ابن الجلال:

راقم نے یہ سمجھ کر کہ کیوں نہ حاجی صاحب کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلا ہوا مصرع سے تبرّکاً تاریخِ تولّد اخذ کر لی جائے، چنانچہ صرف ''حلق'' کا اضافہ کرنے دینے سے ہجری سال نکل جاتا ہے۔ فقط

قاضی جلال ہری پوری

۵رمئی ۱۹۴۹ء

نوٹ:- (۱) قاضی مہتاب الدین احمد ہری پوری مرحوم کی طرف اشارہ ہے، جو قاضی عبدالرحیم مرحوم کے والدِ گرامی اور قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے دادا جان تھے۔ مرتب

۸

قطعۂ تاریخِ ولادت تسمینہ خاتون عرف رعنا بیگم دختر خود

محرم ماہ کی بائیس تاریخ
سنِ ہجرت کا تیرہ سو بہتر (۱۳۷۲ھ)
بروزِ ایکشنبہ دو بجے کو
ہوا رعنا سے میرا گھر منور

مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء

۹

غسل کرتے ہوئے والد صاحبؒ کے مزار پر کھلے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر

تسبیح و فاتحہ کا تعلق دلوں سے ہے
گل پوش روضہ آپ کا خود رو گلوں سے ہے
پڑھتے ہیں روز مرد یہاں فاتحہ درود
محفوظ آستانہ ابھی آنچلوں سے ہے

نوٹ:- ۳۰ اپریل ۱۹۹۴ء کو سخت گرمی تھی میں مسجد کے پاس کٹہل کے درخت کے سایہ میں غسل کر رہا تھا۔ اسی دوران والد صاحبؒ کے مزار پر نظر پڑی تو آپ کا مزار اس سخت دھوپ میں بھی خودرو پھولوں سے ڈھکا ہوا اور پُر بہار تھا۔ اسی وقت یہ قطعہ معرضِ وجود میں آیا۔ جلال غفرلہ

۱۰

مزاحیہ قطعہ بنام چچا قاضی عبدالقادر صاحب، بمقام جمشید پور، بہ حین بیماریِ خود

پوچھا یہ میں نے، کیا دلِ رنجور ! چاہیے؟
امرودِ شیریں شیرۂ انگور چاہیے
دل نے دیا جواب ، اگر دستیاب ہو
ٹاٹا نگر کی صرف چنا چور چاہیے
دانے ملے ہوں مونگ پھلی کے تو اور خوب
اشیائے بادی سے ہو مگر دور چاہیے

۱۱

مزاحیہ قطعہ بنام چچا قاضی عبدالقادر صاحب، بمقام جمشید پور، بہ حین بیماریِ خود

سچ مچ بتا کیا دلِ رنجور ! چاہیے
امرودِ شیریں بادۂ انگور چاہیے
دل نے دیا جواب ، اگر دستیاب ہو
ٹاٹا نگر کی صرف چنا چور چاہیئے
دانے ہوں مونگ پھلی کے بھی اس میں تو اور خوب
لازم ہے بادی چیز سے مگر دور چاہیئے

دیگر

میکش کو تازہ بادۂ انگور ہے پسند
زاہد کو قصرِ خُلد کی اک حور ہے پسند
میری پسند سب سے مگر ہے الگ تھلگ
ٹاٹا نگر کی مجھ کو چنا چور ہے پسند

۱۲

اک شاعر کے بچے کو لوگ کچھ ایسے گھیرے نکلے ہیں
آتا ہے نظر منظر یہ ہمیں ندّی سے مچھیرے نکلے ہیں
بدلے ہیں سارے ریت رواج اس دورِ نو میں کچھ ایسے
ساون تو ابھی آیا بھی نہیں برسات کے کیڑے نکلے ہیں

۱۳

خدا جن سے نہ راضی ہو نبیؐ خوش ان سے کیا ہوگا
بہر صورت وہ مردودِ نگاہِ مصطفیؐ ہوگا
جو پابندِ شریعت ہے وہ شیدائے رسالتؐ ہے
مخالف اس کا رسوائے زمانہ بر ملا ہوگا

۱۴

کوڑا کرکٹ ، خار اور خس روپیہ
دام سو کے نوٹ کا دس روپیہ
تول کر بکنے لگی ہیں سبزیاں
شہر میں بے مول ہے بس روپیہ

تاریخِ تخلیق ۱۵/۱۰/۱۹۹۶ء

نوٹ:- پورنیہ کے مشہور سرجن جناب زیڈ۔ رحمان مرحوم کے یہاں علاج کے دوران قاضی جلال ہری پوری مرحوم پورنیہ میں قیام پذیر تھے۔ اسی دوران انہوں نے یہ قطعہ لکھا تھا۔ راقم بھی تیمارداری کی غرض سے اپنے دادا مرحوم کے ہمراہ تھا۔ محمد رضوان ندوی

۱۵

غبارِ راہ بھی آ کر لپٹ جاتا ہے دامن میں
قریبِ گُل ہی کانٹے بھی رہا کرتے ہیں گلشن میں
سلامِ الوداعی کا بھی موقع ہم نہیں پائے
لٹایا دوستوں نے ڈھانپ کر منھ ہم کو مدفن میں

دیگر

غبارِ راہ ہوں لیکن جگہ میری ہے دامن میں
قریبِ گل ہی جیسے خار بھی رہتے ہیں گلشن میں
سلامِ الوداعی بھی نہیں کرنے دیا مجھ کو
لٹایا دوستوں نے ڈھانپ کر منہ ہم کو مدفن میں

۱۶

شعلۂ حسن سے تم دل کو جلاتے جاؤ
خرمنِ ہوش پہ بجلی سی گراتے جاؤ
عقل پائی نہیں ادراکِ حقیقت ابتک
جلوۂ طور اسے آج دکھاتے جاؤ

۱۷

بنام محمد رضوان سلمہٗ نبیرۂ خود

عزیزِ خاطرِ ناشاد رضواںؔ!
خدا رکھے جہاں میں تم کو شاداں
تمہارے دل نے کیا مجھ کو بھلایا
بہت دن سے تمہارا خط نہ آیا

۱۸

بنام محمد طارق انور نواسۂ خود

ظاہر دعا کا آج اثر برملا ہوا
دارِ جدید میں جو ترا داخلہ ہوا
زندہ رہوں جہان میں یا اب نہیں رہوں
پر خوب شاد آج دلِ غم زدہ ہوا

نوٹ:- برادرم مولوی محمد طارق انور قاسمی مرحوم کا داخلہ جب دارالعلوم دیو بند میں ہوا اور ان کو دارِ جدید (ہاسٹل) میں جگہ ملی تو انہوں نے اپنے نانا مرحوم کو ایک تفصیلی خط لکھ کر اس کی اطلاع دی خط موصول ہونے پر قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے یہ قطعہ تحریر کیا تھا۔ محمد رضوان ندوی

۱۹

جلالِؔ بادہ کش ہے نام مشہورِ جہاں میرا
محلّہ قاضی ٹولہ اور ہری پور ہے مکاں میرا
ضلع ہے پُرنیہ اور ڈاک خانہ ہے امور اپنا
کوئی پوچھے تو کہہ دینا اُسے اتنا نشاں میرا

نوٹ:- یہ قطعہ مجھے قدیم فارسی کی مشہور نصابی کتاب 'قصیدہ عرفی بدر چاچ' میں ملا جو انہوں نے اس کتاب کے ایک حاشیہ پر طالب علمی کے زمانہ میں لکھا تھا۔ محمد رضوان ندوی

۲۰

ٹیچر بڑا ہے ، روز سویرے وہ جائے ہے
منجھلا دکاندار ہے ہر دن وہ آئے ہے
چھوٹا کسان کام پہ رہتا ہے مستعد
پنتہ (۱) بھی اپنے کھیت کنارے ہی کھائے ہے

نوٹ :- قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے تین صاحبزادے ہیں۔ قاضی حامد صاحب راقم کے والدِ گرامی جو پیشہ سے استاد ہیں، دوسرے قاضی محمد قمرالزماں عرف بہلول صاحب جو اُن دنوں تجارت سے وابستہ تھے اور مدینہ مارکیٹ بائسی میں ان کی ریڈی میڈ گارمنٹ کی دکان تھی اور وہ عموماً اپنے گھر سے آمد رفت کر کے تجارت کرتے تھے۔ اب الحمدللہ وہ بھی معلمی کے مقدس پیشہ سے وابستہ ہو گئے ہیں اور ان دنوں ہائی اسکول ہفلیاں، امور، پورنیہ، میں سماجی علوم کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، سب سے چھوٹے جناب قاضی نورالزماں صاحب ہیں جو زراعت سے وابستہ تھے اور اب بھی اسی پیشہ سے وابستہ ہیں، اور مستعدی سے اس کام کو انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ جلال ہری پوری مرحوم نے اپنے تینوں بیٹوں کی مصروفیات اور مشغولیات کو اس قطعہ میں اپنے شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ (مرتب)

(۱) پورنیہ کی علاقائی زبان میں باسی چاول (بھات) کو پنتہ کہا جاتا ہے جو عموماً محنت کش طبقہ کے لوگ بطور ناشتہ کھاتے ہیں۔ (مرتب)

۲۱

عہدِ حاضر کی ترقی واہ واہ
بک گئی بکری کی لیدی واہ واہ
گھومتے ہیں خربوزے کے کاشت کار
ہر گلی میں لے کے ٹوکری واہ واہ

نوٹ:-سب سے پہلے جب ہمارے گاؤں میں داس ندی کے کنارے ریتیلی زمین میں شیر شاہ آبادی برادری کے لوگوں نے خربوزے کی کاشت کی شروعات کی تھی تو اس موقع پر وہ لوگ دیہاتوں میں گھوم گھوم کر گوبر وغیرہ کے کھاد کو خریدتے تھے، اسی تناظر میں قاضی جلال ہری پوری نے یہ مزاحیہ قطعہ لکھا ہے۔ اس علاقے کی زبان میں بکری کے فضلات کو لیدی کہتے ہیں۔ مرتب

۲۲

۲۰ر جنوری ۱۹۹۳ء کو صدر بوش کی برطرفی اور کلنٹن کے عہدۂ صدارت پر متمکن ہونے پر

جنوری کا بیسواں دن آج ہے
بوش کا سر آج سے بے تاج ہے
آج کلنٹن نے سنبھالا اقتدار
ملکِ امریکہ اب اس کا راج ہے

دیگر

آج امریکہ میں کیا چکر ہوا
بوش کا اوپر سے نیچے سر ہوا

لے کے کلنٹن اپنے عہدے کا حلف
تختِ امریکہ پہ جلوہ گر ہوا

٢٣

سہرا بہ شادی مولوی غلام جابر

سر پہ دیدہ زیب شاہِ نو ، ترے سہرا ہے کیا
اس کے نیچے پھول سا کھلتا ہوا چہرہ ہے کیا
تم کو صحرائے تصور میں ہے جس شے کی تلاش
شاعرِ فطرت کا دیدہ اس سے بے بہرہ ہے کیا

سہرا بہ شادی مولوی غلام جابر

سر پہ اے نوشاہ ! زیبا تیرے یہ سہرہ ہے کیا
اس کے نیچے پھول سا کھلتا ہوا چہرہ ہے کیا
تو کسی کا منتظر ڈوبا ہوا افکار میں
شاعرِ فطرت کا دیدہ اس سے بے بہرہ ہے کیا

OOO

متفرقات

۱

محبوبِ خدا گنبدِ خضریٰ والے تم میرا کو سلام
شاہِ دوعالم مدینہ والے تم کو میرا سلام

۲

حدّ بیاں سے اونچی ہے رفعت رسولؐ کی
کونین سے رفیع ہے عظمت رسولؐ کی

۳

افق پر جب ہلالِ نو محرّم کا نظر آیا
دلِ غمگین غم کی شدّتوں سے اور بھر آیا

۴

نہ پائی بو جہل نے روشنی انوارِ قرآں سے
نہ پایا نوحؑ کا بیٹا بھی مامن موجِ طوفاں سے

۵

کیا جانے کس گھڑی ہو یہاں سے مرا وداع
بیٹھا ہوں رہ گزر پہ ملاقات کے لیے

۶

خوبصورت تیری ساری چیز ہے اے زندگی!
تجھ کو قدرت نے مگر بخشی وفاداری نہیں

۷

سر کیا پیش جو عشّاق نے تلواروں پر
خون کے چھینٹے بنے پھول تری دیواروں پر

۸

ابا حضور کی یاد میں

آہ! ابا آپ یوں بے وقت کیوں رخصت ہوئے
مجھ کو زحمت میں پھنسا کر مائلِ رحمت ہوئے

۹

ایک عرصہ تک بنایا تھا جسے ارمان سے
اپنا وہ گھر آج ہے اترا ہوا پہچان سے

۱۰

کیوں آئی ہے میرے آنے سے خفگی تیری چتون میں
(۱) کیا خار نہیں رہتے پھولوں سے لگے گلشن میں
(۲) پھولوں سے لگے رہتے کانٹے بھی تو گلشن میں

۱۱

ہر اک شے کی ہے عزت گرمیِ بازار رہنے تک
کہ ڈھلتے پہر میں سورج کا بھی چرچا نہیں ہوتا

۱۲

حسب کیفیت ایک شعر

بھادوں کی گرمیوں میں شدّت ہے حرارت کی
تصویر تھرکتی ہے آنکھوں میں قیامت کی

۱۴ر ستمبر ۱۹۹۵ء

۱۳

امروز کی ہے فکر نہ فردا کا غم مجھے
یہ آرزو ہے صرف ، ملے وہ صنم مجھے

۱۴

سوچنا ہی کیا رہا اب ہو سفر ہی یا حضر
اے جلالؔ بے نوا ! جب دوست خود رہزن ہوا

۱۵

ملا تھا گھر کا نہ سایہ بھی جن کے آبا کو
وہ سب سے آگے نظر آتا ہے خودکفیلی میں

۱۶

کمالِ عشق ہے محبوب کو مائل کرا لینا
نہیں جلتا ہے جا کر شمع میں خود کوئی پروانہ

۱۷

مجھے یاد ہیں خوب ہرہر ورق
اگر حکم ہو تو سنادوں سبق

۱۸

نبات و قند میں ڈوبی ہوئی شیریں زباں اردو
ہے ارضِ ہند کے سر پر مثالِ سائباں اردو

۱۹

نطق ہے منھ میں مگر قوتِ گفتار نہیں
پاؤں رکھتا ہوں مگر طاقتِ رفتار نہیں

۲۰

آگ تھی نمرود کی کتنی شدید
بن گئی ، گلزار ابراہیمؑ پر

۲۱

جہاں سے لوٹ کر تلوار بھی ناکام آتی ہے
وہاں خوئے حمیدہ ، آدمی کی کام آتی ہے

۲۲

رسائی طائرِ تخئیل کی جانے کہاں تک ہے
مری دانست میں تحت الثریٰ سے لامکاں تک ہے

۲۳

عہدِ نو میں لڑکیوں نے بھی کیا لڑکوں کا کام
بال کٹوا کر کیا مشہور کا کل اس کا نام

۲۴

موجودہ مشاعرہ کی شاعرہ

اسٹیج پہ آ آ کے سب ناچ دکھاتی ہیں
اشعار کسی کے پر پاکیزہ نہیں ہوتے

۲۵

موسمِ خزاں

چلی ایسی لہر بادِ خزاں کے تند جھونکوں کی
دبی ہی رہ گئی سینہ کے اندر سانس کلیوں کی

۲۶

آتے ہی فصل خزاں کے پھول مُرجھانے لگے
دستِ صَرصَر کاکلِ گلشن کو الجھانے لگے

۲۷

کہاں ہو بلبلو! آؤ چمن میں اب بہار آئی
کھلیں گی ساری کلیاں وہ نسیمِ خوشگوار آئی

۲۸

ایک دن ہم جانبِ صحرا گئے بہرِ شکار
دامنِ صحرا میں دیکھا اک بہشتِ حسن دار

۲۹

ذراسی زندگی کو غیر کا احسان سر پر لوں
یہ رشتہ توڑ ڈالوں گا ترا جب سامنا ہوگا

۳۰

یہ ترے حسنِ ترنم کا ہے شاید معجزہ
تو نے اک بوڑھے کے مردہ دل کو زندہ کردیا

۳۱

صحنِ چمن میں میرے کھلے ہیں وفا کے پھول
ہنسنے لگے ہیں آج بہت کھلکھلا کے پھول

۳۲

خوشی میں سیکڑوں ملتے ہیں ساتھی مسکرانے کو
نہیں اک فرد ایسا ، جو شریکِ حال ہو غم کا

۳۳

فرشِ زمیں سے عرش تک آباد عشق ہے
ناشاد ہے کہیں تو کہیں شاد عشق ہے

۳۴

اس گلشنِ سخن میں ہیں نظم و غزل کے پھول
رہ جائیں کیوں نہ دیکھ کر اس کو مچل کے پھول

۳۵

پہچانتا ہوں رگ رگ گلہائے خندہ زن کی
اتنی بہار میں نے دیکھی ہے اس چمن کی

۳۶

اپنے فرزند قاضی قمر الزماں پر ایک شعر

قمؔر ہے نام ، اور بہلوؔل مشہورِ زمانہ ہوں
(۱) گلستانِ رحیمی کے پھلوں کا ایک دانہ ہوں

(۱) گلستان بطور مخصوص باغ۔ قاضی جلال ہری پوری
رحیمی سے اشارہ ہے قاضی عبدالرحیم مرحوم کی طرف جو قاضی جلال ہری پوری مرحوم کے والدِ گرامی تھے۔ مرتب

۳۷

اپنی پوتی کہکشاں پر ایک دعائیہ شعر

سورج کی روشنی سے جب تک یہ آسماں چمکے
تقدیر کا تارہ بٹی کہکشاں چمکے

۳۸

مرحبا صد حبذا صد آفریں خوش آمدید
آپ کا تشریف فرمانا ہے برکت کی نوید

نوٹ:۔ منجھلے چچا قاضی قمر الزماں صاحب کی شادی کے موقع پر مہمانوں کے استقبال کے لئے قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے یہ شعر اپنے ہاتھ سے لکھ کر آویزاں کیا تھا۔ (مرتب)

۳۹

بحمد اللہ ! کیا کہنے ؟ یہ اکملؔ(۱) کی مسیحائی
دوبارہ قالب " انساں "(۲) میں روحِ زندگی آئی

(۱) ممتاز دانشور، بزرگ صحافی، ادیب ونقاد، سوانح نگار اور مورخ اکمل یزدانی جامعی صاحب
(۲) اخبار "انسان" جو کشن گنج سے شائع ہوتا تھا جس کے ایڈیٹر اکمل یزدانی صاحب تھے۔ (مرتب)

۴۰

سید شہاب الدین صاحب کی گل پوشی کے موقع پر

مرحبا اے فخرِ ملت ! مرحبا خوش آمدید
لیجئے یہ ہار ہے زیبِ گلو فرمائیے

نوٹ:-ممتاز دانشور سرکردہ مسلم سیاسی رہنما سید شہاب الدین مرحوم سابق ایم۔ پی، پارلمانی حلقہ کشن گنج کی ہری پور آمد کے موقع پر ان کی گل پوشی کے لئے قاضی جلال ہری پوری مرحوم نے یہ شعر موزوں کیا تھا۔

محمد رضوان ندوی

۴۱

شاہدؔ یوسفی ہری پوری کے ترنم اور خوش الحانی سے متاثر ہو کر۔

شاہدؔ ! تمہاری صوت کی تاثیر کیا عجب
بزمِ غزل میں چرخ سے تاروں کو کھینچ لے

۴۲

مروت کیش ہے صادق زباں ہے عدل پرور ہے
اگر سرپنچ ہو جائے میاں سیاف(۱) بہتر ہے

(۱)سیاف باغبانہ، امور، پورنیہ کے باشندہ تھے ایک مرتبہ وہ پنچایت الکشن میں سرپنچ کے عہدہ کے امیدوار تھے انہوں نے میرے داداجان سے عوام کے نام ایک اپیل لکھوایا تھا اسی پمفلٹ میں یہ شعر درج تھا جو میرے پاس موجود ہے۔مرتب

۴۳

ایک شعر اردو لائبریری، باسول

یا الٰہی ! دیر تک یہ انجمن باقی رہے
حلقۂ باسول ، کھاڑی کا چمن باقی رہے

ایک مصرع

کامیابی کی علامت عزم کامل ہے جلالؔ!

ایک مصرع

سرِ مدفن جو وہ محشر خرام آیا تو کیا آیا

ایک مصرع

محبت میں فنا ہونا حیاتِ جاودانی ہے

ایک مصرع

بلبل کو ایسے پھول کی کچھ جستجو نہیں

ایک مصرع

عارضِ گلفام تیرا چودھویں کا چاند ہے

ایک مصرع

آخری وقت میں ہوتا ہے مقدر کیا کیا

ایک مصرع

جب درد دیا ہے یا رب ! درماں بھی عطا فرما

منظوم شادیانہ دعوت نامے

(۱) بشادی دخترِ خود قمر الضیا عرفِ تنویرہ، سال شادی ۱۹۸۲ء

لاڈلی بیٹی مری قمر الضیا
کد خدا ہوگی بفضلِ کبریا
سترہ رجب بدھ کو آئے گی برات
ہمفلیاں سے جانبِ غربت کدہ
آپ بھی تشریف لے آئیں تو خوب
بزمِ شادی کی ہو رونق ما سوا

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی جلال ہری پوری غفرلہٗ، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۲) بشادی قاضی قمر الزماں عرف بہلول پسر خود سالِ شادی ۱۹۸۷ء

قریب آیا مسرّت کا وہ لمحہ شکرِ یزداں ہے
بنی نوعِ بشر جس ساعتِ زرّیں کا خواہاں ہے
جنابِ حضرتِ آدمؑ نے ڈالی ہے بنا جس کی
جو قصرِ آدمیّت کے لئے شمعِ فروزاں ہے

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی جلال ہری پوری غفرلہٗ، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۳) بشادی قاضی نور الزماں پسر خود سالِ شادی ۱۹۹۳ء

عزیز و اقربا ، ماں باپ کا دل شاد و خرّم ہو
سعید و با سعادت نور و صہبا کا جو سنگم ہو

عروسِ نو کی آمد ، آپ کی ہو جلوہ فرمائی
ہماری خوش نصیبی کا وہ عالم کیسا عالم ہو

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی جلال ہری پوری غفرلہٗ، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۴) بہ شادی پسرزادی کہکشاں بیگم بنت قاضی حامد حسن سالِ شادی ۱۹۹۶ء

مسرت کی بلندی پر مقدر کی رسائی ہے
کہ پوتی کہکشاں بیگم کی میری کتخدائی ہے
تمنا ہے بڑی اس بزم میں تشریف فرمائیں
مرے غربت کدہ کو روکشِ جنت بنا جائیں

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی جلال ہری پوری غفرلہٗ، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۵) بہ شادی قاضی شاہد عالم پسر قاضی اصحاب الدین مرحوم، ہری پور سالِ شادی ۱۹۷۹ء

مرحبا نخلِ تمنا بارور ہونے کو ہے
شادیِ ناچیز قصہ مختصر ہونے کو ہے
پیشِ خدمت دعوتِ مسنون ہے با صد امید
بزمِ شادی آپ کی شرکت سے ہو بزمِ عید

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی شاہد عالم، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۶) بہ شادی نازنین سلمہا

مرحبا شکرِ خدائے ذوالمنن
دیدنی ہے شادمانی کا چمن
رُخصتیِ نازنیں کے ضمن میں

خانۂ ناچیز میں ہے انجمن
ملتمس ہوں میں بصد عجز و خلوص
آپ ہوں اس بزم میں جلوہ فگن

الداعی: خاکسار قاضی عبدالباری، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۷) بہ شادی محمد وجیہہ احمد، سالِ شادی ۱۹۹۲ء

چمن ارمان کا پھولا کھلیں امید کی کلیاں
بنوعِ مختلف مجھ پر کئے اللہ نے احساں
پیامِ تہنیت لے کر ملا موقع حضوری کا
مٹا قلب و نظر سے داغ مہجوری و دوری کا

الداعی: نیاز آگین خاکسار محمد فاروق عالم، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۸) بہ شادی فرحانہ سلمہا بنت محمد فارغ عالم، سالِ شادی ۱۹۹۷ء

مدثر سے مری فرحانہ پوتی کد خدا ہوگی
رسولِ پاک کی سنت بحمد اللہ ادا ہوگی
شریکِ بزمِ شادی ہوں دعا سے شاد فرمائیں
بڑی امید رکھتا ہوں کہ پوری التجا ہوگی

الداعی: نیاز آگین خاکسار محمد فاروق عالم، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۹) بہ شادی مشتری خاتون سلمہا دختر شرافت حسین مرحوم، سالِ شادی ۱۹۷۱ء

سرورِ فانکو کی ہر طرف نغمہ سرائی ہے
مظفر چودھری سے مشتری کی کتخدائی ہے

بھتیجے کی طرف سے دعوتِ مسنون کرتا ہوں
بصد امیدِ شرکت مختصر مضمون کرتا ہوں

الداعی: نیازآگین شیخ بجید الرحمان، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۰) بہ شادی ڈاکٹر وسیم عالم پسر شرافت حسین مرحوم سالِ شادی ۱۹۹۶ء

ادا ہو شکر یہ ممکن نہیں فیضانِ رحمت کا
کہ گلہائے تمنا سے بھرا دامن مسرت کا
دُلاری دخترِ محبوب سب رسؔ جب قدم رکھے
وسیؔم عالم کا کاشانہ بنے اک قصر جنّت کا

الداعیۃ: مومنہ خاتون زوجہ شرافت حسین مرحوم، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۱) بہ شادی یاسمین خاتون

حمد بے پایاں خدائے پاک کا
اور وسیلہ صاحبِ لولاکؐ کا
رُخصتیِ یاسمیں ہونے کو ہے
خوش دلِ اندوہ گیں ہونے کو ہے
آپ کی شرکت سے یہ بزمِ سعید
ہو مسرت خیز مثلِ بزمِ عید

الداعی: خاکسار محمد بقاءاللہ (امین)، بھاگ طاہر ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۲) بہ شادی رضا احمد، ہری پور، سالِ شادی ۱۹۷۱ء

مسرّت کی بلندی پر مقدر کی رسائی ہے
شمیمہ سے رضا احمد کی میرے کتخدائی ہے
بصد امید و ارماں پیش کش ہے مختصر دعوت
شریکِ بزمِ شادی ہوں دوبالا ہو مری عزّت

الداعی: نیاز آگین خاکسار (الحاج) محمد معین الدین، ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۳) بہ شادی تنزیلہ خاتون دختر مولوی محمد صادق یوسفی ہری پوری پسر زادی مولانا یوسف رشیدی ہری پوریؒ

بحمداللہ صحنِ آرزو گلشن بداماں ہے
کہ تنزیلہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
مری آغوشِ شفقت سے الگ ہوکر عروسانہ
شہابِ دیں کی ہونے جا رہی ہے شمعِ کاشانہ
نوازش ہو اگر اس بزم میں تشریف فرمائیں
مرے غربت کدہ کو روکشِ جنت بناجائیں
میسّر ہو مجھے اے کاش ! موقع میزبانی کا
سرور افزا بنے ہر لمحہ میری زندگانی ہے

الداعی: نیاز آگین خاکسار محمد صادق یوسفی، ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۴) بہ شادی مولوی غلام جابر مصباحی، سالِ شادی ۱۹۹۴ء

مرحبا یہ فصلِ دلکش حبّذا وقتِ بہار
دل کے چمنستان میں گرتی ہے رحمت کی پھوار
عقدِ جابر کی مرے یہ مختصر تمہید ہے
ذیل کی لکھی ہوئی تاریخ ہے آئینہ دار
اس میں سونے پر سہاگا آپ کی شرکت رہے
لے کے یہ اک آرزو آیا ہے در پر خاکسار

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی نین الدین، ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۵) بہ شادی حسن آرا سالِ شادی ۱۹۸۵ء

اپنی قسمت پہ بجا ہے مجھے نازاں ہونا
دفعۃً خاطرِ آشفتہ کا شاداں ہونا
بے گماں فخر و مسرّت کا ہے پیغامِ صریح
آپ سب کا مرے کاشانے میں مہماں ہونا

الداعی: نیاز آگین خاکسار قاضی نین الدین، ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۶) بہ شادی اخلاق احمد پسر محمد احسان مرحوم، سالِ شادی ۱۹۷۵ء

بحمد اللہ گلزارِ تمنا میں بہار آئی
مسرّت آفریں بن کر نسیمِ خوش گوار آئی
دلِ مشتاق کا وہ یعنی پورا مدّعا ہوگا
عزیزِ من میاں اخلاق احمد کد خدا ہوگا

نوازش ہو اگر اس بزم میں تشریف فرمائیں
شریکِ حال ہونے کے لئے تکلیف فرمائیں

الداعی: نیاز آگین محمد مسلم (ڈیلر)، ہری پور، امور، پورنیہ

نوٹ:-یہ رقعہ جناب ماسٹر اخلاق احمد مرحوم کی پہلی شادی کے موقع پر لکھا گیا تھا۔(مرتب)

(١٧) بہ شادی سیدہ خاتون ونرگس ناز دختران ماسٹر طیّب، سالِ شادی ١٩٨٥ء

زبان و دل سے واجب مجھ پہ صدہا شکرِ یزداں ہے
کہ جشنِ عقد سے کاشانۂ طیّب چراغاں ہے
عزیزہ سیّدہ خاتون و نرگس ناز کی پالی
برادر زادیوں کی شادیوں کا طرفہ ساماں ہے
میاں منظور اور اخلاق ہیں مطلوبِ دامادی
پسر ہے یہ سمیرالدین کا ، وہ ابنِ احساں ہے
تکلّف برطرف ، دعوت مری منظور فرمائیں
شریکِ بزمِ شادی ہوں یہی اک دل کا ارماں ہے

الداعی: نیاز آگین خاکسار (الحاج) محمد طاہر حسین، ہری پور، امور، پورنیہ

(١٨) بہ شادی سہارا خاتون

بحمد اللہ سہارا میری بیٹی کد خدا ہوگی
ادا حوّاؑ کی سنّت مرحبا صد مرحبا ہوگی
عریضہ دعوتِ مسنون کا یہ پیشِ خدمت ہے
رفاقت آپ کی اس بزم میں وجہِ سعادت ہے

الداعی: نیاز آگین خاکسار محمد شعیب، ہری پور، امور، پورنیہ

(۱۹) بہ شادی سہراب علی، سالِ شادی ۱۹۷۹ء

مسرّت کی گھٹا گھنگھور چاروں سمت چھائی ہے
بہارِ نو مری امید کے گلشن میں آئی ہے
میاں نعمت مہنگاؤں کی دختر نیک اختر سے
مرے سہراب کی الحمد للہ کتخدائی ہے
کریں شرکت تناول ماحضر سے شاد فرمائیں
پئے ایجاب دعوت صرف یہ نغمہ سرائی ہے

الداعی: خاکسار محمد رستم علی، ہری پور، امور، پورنیہ

(۲۰) بہ شادی شمیمہ خاتون، سالِ شادی ۱۹۹۰ء

شکرِ یزداں سنتِ ؐ ادا ہونے کو ہے
لاڈلی بیٹی شمیمہ کتخدا ہونے کو ہے
عقد کی تاریخ سطرِ ذیل میں ہے آشکار
آپ کی اس بزم میں شرکت ہے وجہِ افتخار

الداعی: نیاز آگین خاکسار غلام مصطفیٰ، ہری پور، امور، پورنیہ

(۲۱) بہ شادی پسر و دختر خواجہ محمد شمشاد، فقیر ٹولی، سالِ شادی ۱۹۹۱ء

مسرّت سے ہوا ہے لختِ دل محبوب کا رشتہ
ہوئی ہے ناصرہ خاتون بھی توصیح سے وابستہ
بحمد اللہ اب دونوں کی رسمِ رخصتی ہوگی
سعادت آپ کی شرکت کی پاؤں تو خوشی ہوگی

الداعی: نیاز آگین خواجہ محمد شمشاد، فقیر ٹولی، امور، پورنیہ

(۲۲) بہ شادی عصمت آرا، سالِ شادی ۱۹۹۱ء

ہے فضا گونجی ہوئی شورِ مبارک باد سے
عصمت آرا کی عروسی ہے میاں نوشاد سے
آپ کے یمنِ قدم سے عقد کی یہ انجمن
آرزوئے دل ہے ، پا جائے بہارِ انجمن

الداعی: نیاز آگین خاکسار زین العابدین، کھیمیاں، امور، پورنیہ

(۲۳) بہ شادی عبدالقادر، سالِ شادی ۱۹۸۴ء

شکرِ یزداں سنتِ آدمؑ ادا ہونے کو ہے
عبدِ قادر عاصمہ سے کتخدا ہونے کو ہے
ہدیۂ دعوت قرینِ زینتِ ایجاب ہو
بزمِ شادی آپ کی شرکت سے رونق یاب ہو

الداعی: خاکسار عبدالمجید، کنہریا، امور، پورنیہ

(۲۴) بہ شادی نیاز احمد

بہ اندازِ دگر اب کی گلستاں میں بہار آئی
پیامِ تہنیت لے کر نسیمِ خوش گوار آئی
نیازِ ناز پروردہ ہمارا ہمرہِ شبنم
بہ سلکِ عقد ہونے جا رہا ہے منسلک با ہم

الداعی: نیاز آگین خاکسار عبدالباری، کنہریا، امور، پورنیہ

(۲۵) بہ شادی بذل الرحمن، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

آرزو پوری مری صد مرحبا ہونے کو ہے
بذلِ رحماں فضلِ حق سے کتخدا ہونے کو ہے
مخلصانہ دعوتیں میری طرف سے لیجئے
ذیل کے اوقات میں للہ شرکت کیجئے

الداعی: نیاز آگین رحمت اللہ، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۲۶) بہ شادی پسر زادی رحمت اللہ، سالِ شادی ۱۹۶۹ء

مری تقدیر کی اوجِ مسرّت پر رسائی ہے
بحمد اللہ دو دو پوتیوں کی کد خدائی ہے
بصد امید و ارماں پیش کش ہے مختصر دعوت
شریکِ بزمِ شادی ہوں دوبالا ہو مری عزّت

الداعی: نیاز آگین رحمت اللہ، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۲۷) بہ شادی حور النساء سلمہا دختر عبد الحکیم مرحوم، ساکن کھاڑی، سالِ شادی ۱۹۷۲ء

بفضلِ خداوندِ ارض و سما
پئے عقدِ مسنون حور النسا
اقارب کے آرائے زرّین سے
معیّن ہیں اوقات یہ ذیل کے
تمنائے دل ہے بہ یمنِ قدم
بنائیں مرے گھر کو رشکِ ارم

الداعی: نیاز آگین رحمت اللہ، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۲۸) بہ شادی محبوب عالم، سالِ شادی ۱۹۵۸ء

مرحبا محبوب عالم کتخدا ہونے کو ہے
سنّتِ آدمؑ صفی اللہ ادا ہونے کو ہے
آپ سے شرکت کا ان وقتوں میں ہوں امید وار
کر رہی ہیں ذیل کی سطریں جنھیں یاں آشکار

الداعی: خاکسار رحمت اللہ، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۲۹) بہ شادی رونہ بنت عزیز الرحمان، ساکن کھاڑی اسٹیٹ، سالِ شادی ۱۹۷۱ء

شکرِ یزداں سنّتِ آدمؑ ادا ہونے کو ہے
اظہرِ عالم سے رونہ کتخدا ہونے کو ہے
اے خوشا ! دعوت مری منت کشِ ایجاب ہو
بزمِ شادی آپ کی شرکت سے رونق یاب ہو

الداعی: نیاز آگین خاکسار مطیع الرحمان، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۳۰) بہ شادی برادر زادہ مسعود عالم و برادر زادی نغمہ خاتون، سالِ شادی ۱۹۹۱ء

مرا گھر مرحبا صد مرحبا گلشن بداماں ہے
کہ بزمِ نو عروسی ، رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
عزیز و اقربا ، احباب سب تشریف فرمائیں
مری امید کی دلہن کے سر پر پھول برسائیں

الداعی: محبوب عالم، کھاڑی اسٹیٹ، امور، پورنیہ

(۳۱) بہ شادی اول محمد اسرائیل سرکار، باسول

بحمد اللہ بہار آئی چمن میں
نئی کوپل لگی شاخِ سمن میں
خوشی سے پھول ہر اک خندہ زن ہے
مسرّت سے عنادل نغمہ زن ہے
کہیں مستی سے کوئل کوکتی ہے
کہیں پی پی پپیہا بولتی ہے
اس ایامِ حسیں اور مشک بو میں
لگا پھل میرے نخلِ آرزو میں
کہ پورا میرا ارماں ہو رہا ہے
مری شادی کا ساماں ہو رہا ہے
مرے گھر جب کہ جو تقریب ہوگی
رقم ہے ذیل میں تاریخ اس کی
یہی حضرات سے اب التجا ہے
یہی اب میرے دل کا مدّعا ہے
قدم رنجا کریں غربت کدہ میں
شریکِ حال ہوکر فخر بخشیں
ہے اسرائیؔل از باسول داعی
تمنا ہے کہ ہوں آنے میں ساعی

الداعی: نیاز آگین خاکسار محمد اسرائیل، باسول، امور، پورنیہ

(۳۲) بہ شادی دوم محمد اسرائیل سرکار، باسول، سالِ شادی ۱۳۶۴ھ

ادا کیا شکر ہو اس صانعِ بے مثل سبحاں کا
کھلایا جس نے ہر غنچہ مرے گلزارِ ارماں کا
عدو ناشادماں ، احباب کو دلشاد فرمایا
عزیز و اقربا کو رنج و غم سے شاد فرمایا
وہ یعنی پھر مری قسمت کا تارہ جگمگا اٹھا
کہ میری دوسری شادی کا سہرہ لہلہا اٹھا
تمنا ہے نوازیں مجھ کو از لطفِ کریمانہ
تناول صاحبو ! فرما کے ماحضرِ غریبانہ
سطورِ ذیل کے اوقات کو منظور فرمائیں
مجھے شرکت سے اپنی ، شاد اور مشکور فرمائیں
مکلّف بندۂ ناچیز اسرائیل احقر ہے
مگر راقم بدلداری جلالِؔ نغمہ پرور ہے

الداعی: نیاز آگین محمد اسرائیل، باسول، امور، پورنیہ

(۳۳) بہ شادی محمد یعسوب برادر محمد اسرائیل سرکار، باسول

نگاہیں منتظر، اپنی طبیعت جس پہ شیدا تھی
وہ دن آئے ہمیں جس کی بہت دن سے تمنا تھی
مبارک باد دل فرطِ خوشی سے مسکراتا ہے
مقدر فرق پر یعسوبؔ کے سہرا لگاتا ہے
سطورِ ذیل کے اوقات میں تشریف فرمائیں
مرے غربت کدہ کو روکشِ جنت بناجائیں

الداعی: نیاز آگین محمد اسرائیل، باسول، امور، پورنیہ

(۳۴) بہ شادی محمد شفیع، ساکن مالکوٹ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال سال شادی ۱۳۶۳ھ

شکر ہے اس گلشنِ امید میں آئی بہار
آ رہی ہر سمت سے اب ہے نسیمِ مشک بار
بلبلیں کرتی ہیں ہر سو پھول سے اٹھکھیلیاں
قُمریاں دیتی ہیں کوُ کو کی صدائیں بار بار
نرگسِ مخمور کی ڈالی میں کوئل بیٹھ کر
اپنی دھن میں گا رہی ہے شادمانی کی ملہار
ایک عرضِ مدّعا کی مختصر تمہید ہے
اس قدر حضرات سے میں نے جو کی یہ چھیڑ چھاڑ
یعنی وہ پیارے دُلارے قرۃ العینی شفیع
جو مرے بھائی نصیرالدین کی ہے یاد گار
حسبِ آرائے اقارب اس کی شادی ان دنوں
میری دختر فاطمہ سے ہونا پائی ہے قرار
ذیل کی مرقوم تاریخوں کی ہر تقریب میں
آپ سب تشریف لاکر مجھ کو بخشیں افتخار
داعیِ ناچیز فخرالدین ہے از مالکوٹ
کاش ! ہو مقبولِ خاطر التجائے خاکسار
کام لیں اصلاح سے اور نکتہ گیری چھوڑ دیں
ہے جلالؔ دیں ہری پوری کے دل کی یہ پکار

الداعی: نیاز آگین خاکسار فخرالدین، ساکن مالکوٹ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال

(۳۵) بہ شادی دختر مولانا ابوالکلام قاسمی، از طرف ابوسعید برادر ابوالکلام

خدا کا شکر ہے، رحمت پہ اس کی ناز کرتا ہوں
غزالہ کی حیاتِ نو کا میں آغاز کرتا ہوں
میاں ممتاز کا کاشانہ رہ جائے عدن بن کر
بھتیجی میری ان کے گھر میں جب پہنچے دلہن بن کر

الداعی: نیاز آگین خاکسار ابوسعید، ساکن مالکوٹ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال

(۳۶) بہ شادی نکہت پروین، سالِ شادی ۱۹۷۸ء

مرحبا شکرِ خدائے ذوالمنن
ہے بہار آگیں امیدوں کا چمن
نکہتِ پروین بنتِ خاکسار
کتخدا ہوگی بفضلِ کردگار
دعوتِ مسنون فرمائیں قبول
آپ کا آنا سعادت کا حصول

الداعی: نیاز آگین حسین احمد، باسول، امور، پورنیہ

(۳۷) بہ شادی فیروز اختر (ایئر فورس) سالِ شادی ۱۹۹۴ء

سراپا رحمتِ یزداں ہے فضلِ کبریائی ہے
مرے فیروز کی نصرت قمر سے کد خدائی ہے
علوِ مرتبہ کا آپ کے احسان مانوں گا
کہ شرکت آپ کی اس بزم میں میری بڑائی ہے

الداعی: نیاز آگین سمیع اختر ابن الحاج ماسٹر مجیب الرحمان مرحوم، گانگھر، بائسی، پورنیہ

(۳۸) بہ شادی محمد نوشاد، سالِ شادی ۱۹۷۵ء

مسرت ہی مسرت ہر طرف ہر سمت چھائی ہے
حدِ ادراک سے باہر مقدر کی رسائی ہے
حمائل ساکنِ ماہنا کی دختِ نیک اختر سے
میاں نوشاد کی الحمدللہ کتخدائی ہے
گذارش ہے کہ اس تقریب میں تشریف فرمائیں
محض شرکت کی خاطر میری یہ نغمہ سرائی ہے

الداعی: نیاز آگین محمد طہٰ، گانگھر، بائسی، پورنیہ

(۳۹) بہ شادی اصغر امام، سالِ شادی ۱۹۷۸ء

مرحبا شکرِ خدائے ذوالکرام
کد خدا ہونے کو ہے اصغر امام
دعوتِ مسنون حضرت لیجئے
عقد کی مجلس میں شرکت کیجئے

الداعی: نیاز آگین عبدالجلیل، بکھریا، بائسی، پورنیہ

(۴۰) بہ شادی محمد عثمان، سالِ شادی ۱۳۶۴ھ

تری شانِ رحیمی کے الٰہی! میری جاں صدقے
جگر قربان، دل واری یہ جسمِ نا تواں صدقے
مرا عثمان تختِ نوشہی پر جلوہ فرما ہے
مری امید کا غنچہ شگفتہ در شگفتہ ہے

کفیل الدین صاحب جو وَکلی ٹولہ میں رہتے ہیں
براتی ساتھ دولہا کے وہیں جائیں گے جتنے ہیں
میاں عرفان کی تطہیر کا دلکش سماں بھی ہے
مسلمانی کی مسنون رسم کا فرخِ زماں بھی ہے
گزارش آپ سے ہے میرے گھر تشریف فرما کر
نوازیں مجھ کو ما حضرِ غریبی ذوق سے کھا کر
مفصل ذیل میں تفصیل تقریبوں کی ہے ظاہر
تہہِ دل سے میں کرتا ہوں سلام اب آپ کو آخر
مکلّف یوسفِ ناچیز ہے از موضعِ پچھلا
مگر راقم جلالِ دیں ہری پوری ہے از کسیا

الداعی: محمد یوسف، ساکن پچھلا

نوٹ:-ان دنوں قاضی جلال ہری پوری کسیا بستہ ڈانگی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اسی دوران یہ منظوم دعوتی رقعہ تحریر کیا گیا تھا۔مرتب

(۴۱) بہ شادی مجیب الرحمان، مروا، بائسی، سالِ شادی ۱۹۷۸ء

سنّتِ آدمؑ ادا صد مرحبا ہونے کو ہے
شادماں قلبِ عزیز و اقربا ہونے کو ہے
پیکرِ عصمت ثریّا سے مرے بھائی مجیب
فضل و احسانِ خدا سے کد خدا ہونے کو ہے

الداعی: خاکسار عبدالرحمان، ساکن مروا، بائسی، پورنیہ

(۴۲) بہ شادی منظر عالم

عزیز و اقربا خوش ہیں دلِ ناچیز شاداں ہے
کہ نوشاہی کا بعدِ عقد گھر میں طرفہ ساماں ہے
الٰہی ! تیری رحمت سے سبھوں کا پورا ارماں ہو
غزالہ سے شبستاں میرے منظر کا گلستاں ہو

الداعی: نیاز آگین نعمت اللہ، مہنگاؤں، پورنیہ

(۴۳) بہ شادی پسر زادی سلمیٰ بنت عبدالقادر ساکن سید پور، باھن ٹولی

بحمد اللہ ماں حوّا کی سنّت اب ادا ہوگی
کہ پوتی میری سلمیٰ بنتِ قادر کتخدا ہوگی
اسی کے ضمن میں ہوں گی مرے گھر چند تقریبیں
مفصّل ذیل میں لکھی ہوئی ہیں جن کی تاریخیں
گزارش بندۂ طالب حسن کی یہ بمنّت ہے
کہ شرکت آپ کی میرے لئے وجہِ سعادت ہے

الداعی: نیاز آگین محمد طالب حسن، ساکن سیّد پور، باھن ٹولی، کانکی، اتر دیناج پور، مغربی بنگال

(۴۴) بہ شادی محمد یاسین

ادا اس کبریائے بیچگوں کا شکریہ کیا ہو
مرے ناچیز خامہ سے رقم حمد و ثنا کیا ہو

سجایا آسماں کو جس نے جگمگ کرتے تاروں سے
کیا آراستہ سطحِ زمیں ہم خاکساروں سے
بر آمد کر دیا احباب کی دیریں تمنا کو
مسرت کا مجسم کردیا میرے سراپا کو
وہ یعنی لختِ دل یاسیؔن کو دولھا بنایا ہے
نسیمِ لطف سے میرا گلِ مقصد کھلایا ہے
پسر، بھائی، بھتیجہ، ان کے ختنوں کا بھی ہے ساماں
غرض ہر ہر طرح ہونے کو ہیں پورے مرے ارماں
تمنا ہے کہ غربت خانہ میں تشریف فرما ہو
بڑھائیں رونقِ محفل مری عزت دوبالا ہو
سطورِ ذیل میں اوقات کو منظور فرمائیں
مجھے شرکت سے اپنی شاد اور مشکور فرمائیں
مکلّف بندۂ صدیقؔ ہے از موضعِ سرسیؔ
مگر راقم ہے کھپڑہ سے جلالؔ دیں ہری پوری

الداعی: محمد صدیق، ساکن سرسی، پوسٹ ہفنیاں، پورنیہ بہار

نوٹ:- ان دنوں قاضی جلال ہری پوری ساکن کھپڑہ پوسٹ جنتا ہاٹ، بائسی پورنیہ بہار میں تدریسی خدمات انجام دے رہے اسی دوران انہوں یہ دعوتی رقعہ تحریر کیا تھا۔ مرتب

(۴۵) بہ شادی محمد مفضول، سال شادی ۱۹۷۷ء

مسرت کی بلندی پر مقدر کی رسائی ہے
میاں مفضول کی الحمد للہ کتخدائی ہے
سطورِ ذیل کے اوقات کو منظور فرمائیں
ہمیں شرکت سے اپنی شاد اور مشکور فرمائیں

الداعی: نیاز آگین خاکسار (الحاج) عابد حسین، ہری پور، امور، پورنیہ

شادیانہ نظموں کے بعض ترمیم شدہ/متفرق اشعار

وجیہ احمد مرحوم ابن کھیا فاروق مرحوم کے رقعہ کے بعض ترمیم شدہ اشعار۔

بہارِ دلکشا آئی کھلیں امید کی کلیاں
بنوعِ مختلف اللہ نے مجھ پر کئے احساں
بہارِ دلکشا آئی کھلیں امید کی کلیاں
بنوعِ مختلف مجھ پر ہوا اللہ کا احساں
بہارِ لطف یزداں سے کھلیں امید کی کلیاں
بنوعِ مختلف مجھ پر ہوئے الطاف اور احساں

ڈاکٹر وسیم عالم صاحب کے رقعہ کے بعض ترمیم شدہ اشعار۔

ادا کب ہو سکے حق مجھ سے یارب! تیری رحمت کا
کہ بخشا تو نے یہ موقع مجھے بے حد مسرت کا
وسیم عالم کا کاشانہ بنادے جنّتِ ارضی
قدم بوسی کرے جب سب رسِ پاکیزہ طلعت کا
وسیم عالم کا کاشانہ بنادے جنّتِ ارضی

قدم چومے وہ جس دم سب رسِ پاکیزہ طلعت کا
وسیم عالم کا کاشانہ بنادے جنّتِ ارضی
قدم پہنچے وہاں جب سب رسِ پاکیزہ طلعت کا
وسیم عالم کا کاشانہ بنادے جنّتِ ارضی
قدم پہنچے گا واں جب سب رسِ پاکیزہ طلعت کا

فرحانہ بنت فارغ عالم پسرزادی کھیا فاروق مرحوم کے رقعہ کا ایک ترمیم شدہ شعر۔

معیّن وقت میں تشریف لائیں بزمِ شادی میں
بڑی امید ہے پوری مری یہ التجا ہوگی

تنزیلہ بنت مولوی صادق یوسفی پسرزادی مولانا یوسف رشیدی ہری پوری مرحوم کے بعض ترمیم شدہ اشعار۔

بحمد اللہ صحنِ آرزو گلشن بداماں ہے
کہ تنزیلؔہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
بحمد اللہ دنیائے مسرت گل بداماں ہے
کہ تنزیلؔہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
بحمد اللہ ہنگام طرب گلشن بداماں ہے
کہ تنزیلؔہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
بحمد اللہ نشاطِ زندگی گلشن بداماں ہے
کہ تنزیلؔہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
بحمد اللہ دامن آرزو کا گل بداماں ہے
کہ تنزیلؔہ کے جشنِ رخصتی کا طرفہ ساماں ہے
تمنا ہے مری اس بزم میں تشریف فرمائیں
مرے غربت کدہ کو روکشِ جنت بناجائیں

عنایت ہو اگر اس بزم میں تشریف فرمائیں
مرے غربت کدہ کو روکشِ جنت بناجائیں
میسر کاش ہو جائے جو موقع میزبانی کا
سرور افزا بنے ہر لمحہ میری زندگانی کا
میسر ہو مجھے اے کاش موقع میزبانی کا
سرور افزا بنے ہر لمحہ میری زندگانی کا
میں سمجھوں آپ فرمائیں اگر اس بزم میں شرکت
مرا گھر واقعی شکرِ خدا جنت بداماں ہے

مولوی غلام جابر مصباحی ابن قاضی نین الدین کا ایک ترمیم شدہ شعر۔

عقدِ جابر کی مرے یہ مختصر تمہید ہے
ذیل میں لکھی ہوئی تقریب ہے آئینہ دار

رضا احمد پسر الحاج معین الدین، ہری پور کے رقعہ کے دو ترمیم شدہ اشعار۔

معین الدین احمد منتظمِ جشنِ دعوت ہے
بڑی امید ہے پیغام شرکت پیشِ خدمت ہے
معین الدین احمد ملتجیِ جشنِ دعوت ہے
بڑی امید سے پیغامِ شرکت پیشِ خدمت ہے

حور النساء بنت عبدالحکیم مرحوم رئیس کھاڑی اسٹیٹ کا ترمیم شدہ رقعہ۔

مرحبا دورِ مسرت حبذا فصلِ شمیم
کتخدا ہوگی رئیسِ دخترِ عبدالحکیم
ملتجی ہوں اے خوشا پوری مری امید ہو
بزمِ شادی آپ کی شرکت سے بزمِ عید ہو

منظر، مہنگاؤں کے رقعہ کے بعض ترمیم شدہ اشعار۔

عزیز و اقربا خوش ہوں دلِ احباب شاداں ہو
غزالہ سے شبستاں منظرِ عالم کا رخشاں ہو
عزیز و اقربا خوش ہوں دلِ منظر بھی شاداں ہو
غزالہ کے قدم سے میرا گھر رشکِ گلستاں ہو

ایک شعر

شکرِ خالق نو بہار آئی چمن ہے خندہ زن
ذوق سے گاتی ہے قمری فاختوا اندر چمن

ایک شعر

رحمتِ حق کی گھٹا بسوئے لالہ زار آہی گئی
عندلیبِ خوش نوائے نغمہ بار آہی گئی

ایک شعر

مرحبا باغِ تمنا میں بہار آہی گئی
عندلیبِ خوش نوائے نغمہ بار آہی گئی

ایک شعر

جبکہ بارات میں نوشاہ بنائیں ان کو
آپ انجم بنیں اور ماہ بنائیں ان کو

ایک مصرع

نویدِ دعوتِ مسنون حضرت پیشِ خدمت ہے

چند نثری شادیانہ دعوت نامے کا نمونہ

بشادی محمد اقبال ابن بجید الرحمان مرحوم، ساکن بھاگ طاہر ہری پور، امور، سال شادی ۱۹۷۹ء

الحمدللہ والمنہ کہ خاکسار زادہ میاں محمد اقبال سلمہٗ کی شادی مبارک بادی جناب زین العابدین صاحب ساکن کھیمیاں کی صاحبزادی سے ہونے کے سلسلہ میں ادائے تقریبات کے لئے ذیل کی تاریخیں مقرر ہیں۔ امید کہ ان مواقع میں شرکت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الداعی:- بندہ بجید الرحمان، بھاگ طاہر (ہری پور) امور، پورنیہ

بشادی قاضی محمد جوادالحق ابن قاضی غلام مصطفیٰ مرحوم ساکن فقیر ٹولی۔

الحمدللہ والمنہ کہ برادرم میاں قاضی محمد جوادالحق سلمہٗ کی شادی مبارک بادی جناب محمد مسلم صاحب، ساکن ہری پور کی صاحبزادی سے ہونا طے پائی ہے۔ ادائے تقریبات کے لئے ذیل کی تاریخیں مقرر ہیں۔ اس لئے دعوت نامہ ہٰذا ترسیلِ خدمت ہے امید کہ اپنی شرکت سے فخر کا موقع بخشیں گے۔

ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

الداعی:- نیاز آگین بندہ قاضی انعام الحق، ساکن فقیر ٹولی، امور، پورنیہ

بشادی مولوی محمد شمس الاسلام ابن منشی غیاث الدین مرحوم، ساکن باسول، امور

الحمدللہ والمنہ کہ جشنِ رخصتی و تکمیل رسومِ دامادی و عروسی برادرِ عزیز مولوی شمس الاسلام سلمہٗ و نصرت پروین سلمہا بنت ماسٹر فضل الرحمان صاحب، ساکن رنگریا، ۱۵/۱۶/۱۷ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۰/۳۱ مئی اور یکم جون ۱۹۹۱ء جمعرات، جمعہ، سنیچر حسب ترتیب ضیافت،

رخصتی اور ولیمہ مسنونہ کے لئے متعین ہیں۔ اس لئے بصد خلوص دعوت نامہ ہٰذا ترسیل خدمت ہے۔ ان تقریبوں میں آپ کی شرکت باعثِ سعادت ہوگی۔

الداعی:- عبدالباری آسیؔ، مولوی ٹولہ باسول، امور، پورنیہ

بہ شادی غفران احمد چاند، ساکن باسول، امور

الحمدللہ والمنہ کہ خاکسار زادہ میاں غفران احمد چاند کا عقدِ شرعی جناب نائب پرکھ جناب حاتم صاحب، ساکن کھگجنہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہو چکا ہے۔

فی الحال دیگر تقریباتِ شادی مبارک بادی، ضیافت، برات اور ولیمۂ مسنونہ کے لئے ذیل کی تاریخیں مقرر ہیں۔ اس لئے بصد خلوص و نیاز ملتجی ہوں کہ شریکِ حال ہو کر افتخار کا موقع بخشیں۔

الداعی:- بندہ محمد اسرائیل، باسول، امور، پورنیہ

بشادی زینت پروین بنت جناب محمد نجم الھدیٰ پسر زادی الحاج وحید اصغر، لوٹیا باڑی

الحمدللہ والمنہ کہ خاکسار زادہ محمد نجم الھدیٰ سلمہٗ کی صاحبزادی زینت پروین سلمہا کا عقد مسنون ہمراہ عزیزم خواجہ ابوالکلام ابن خواجہ محمد معصوم صاحب، ساکن فقیر ٹولی سے ہو چکا ہے ۔فی الحال رسوماتِ عروسی اور ان کے دو صاحبزادوں محمد ضیا اور محمد متا کی تطہیر مسنونہ کے لئے حسب آرائے اقارب مندرجہ ذیل تاریخیں طے پائی ہیں۔ اس لئے نہایت آرزو کے ساتھ دعوت نامہ ہٰذا ترسیل خدمت کر کے اس بزم سعید میں آپ کی شرکت کا متمنی ہوں۔

الداعی:- بندہ وحید اصغر، لوٹیا ڑی، بائسی، پورنیہ

بشادی طیبہ سلمہا بنت ماسٹر محمد نذیر ہفنیاں، امور، پورنیہ

الحمدللہ والمنہ کہ عزیزہ طیبہ سلمہا بنت برادرزادۂ عزیز ماسٹر محمد نذیر کا نکاح بہمراہ محمد انوار عالم ابن جناب معین الدین مرحوم، ساکن ہفنیاں ذیل کی تاریخ میں ہونے جارہا ہے اس لئے دعوت نامہ ہٰذا ترسیل خدمت ہے امید کہ اپنی شرکت اور تناول ما حضر سے مشکور فرمائیں گے۔

الداعی:- نیاز آگین بندہ عبدالحلیم، ساکن ہفنیاں، امور، پورنیہ

بشادی محمد جمال الحق ابن منشی غیاث الدین صاحب سرپنچ، ساکن تاراباڑی، بائسی،

الحمدللہ والمنہ کہ احقر زادہ میاں جمال الحق سلمہ کی شادی مبارک بادی جناب قاضی نین الدین صاحب، ساکن ہری پور، کی صاحبزادی حسن آرا سے ہونے جارہی ہے جس کے لئے حسب ذیل پروگرام متعین ہیں اس لئے نہایت خلوص اور آرزو کے ساتھ دعوت نامہ ہٰذا ترسیل خدمت کر شرکتِ بزمِ شادی اور تناولِ ما حضر کا متمنی ہوں۔

الداعی:- بندہ محمد غیاث الدین (سرپنچ) تاراباڑی، بائسی، پورنیہ

فارسی کلام

می کشد دل سوئے طیبہ شوقِ دیدارِ رسولؐ
زیستن مشکل شدہ در ہجر بیمارِ رسولؐ

سایۂ دامانِ رحمت جائے مشتاقانِ او
ہاویہ لاریب باشد جائے اغیارِ رسولؐ

رحمۃ اللہ علیہم ہست شانِ دوستاں
لعنۃ اللہ علیہم شانِ اغیارِ رسولؐ

جلوۂ انوارِ حق موسیٰؑ بکوہِ طور یافت
بر فرازِ لامکاں رفتن سزاوارِ رسولؐ

ماہِ تاباں مہرِ رخشاں نجمِ ثاقب بر فلک
جلوہ گر ہستند ہمہ از نورِ رخسارِ رسولؐ

بیشتر ارزاں بود یابم جلاؔلِ بے نوا !
در بہائے ملکِ دنیا گرچہ دیدارِ رسولؐ

جانم بہ لب بہ عشقِ تو اے یار! آمدہ
چشمم ز دردِ ہجرِ تو خونبار آمدہ

دارم بدل اے ہم نفساں! عزمِ خودکشی
تنگ از حیاتِ دہرِ ستمگار آمدہ

اے مدتی گزشت کہ با چشمِ تر کنم
عرضِ نیازِ دید بسرکار آمدہ

در حیرتم کہ جملہ متاعِ ہمہ جہاں
کم در بہائے وصلِ تو اے یار! آمدہ

من کیستم کہ مدّعیِ وصلِ او شوم
خود خالقِ جہاں چو خریدار آمدہ

گر حضرتِ کلیمؑ رسیدند کوہِ طورؔ
بالائے عرش احمدِ مختارؐ آمدہ

از چشم پا کنم و سویش رواں شوم
در رہ بسی اگر چہ خس و خار آمدہ

گویم اگر کشند چوں منصور مرد ماں
پیہم اناالحبیب سرِ دار آمدہ

سوئے جلالؔ خویش نگاہِ کرم بکن
نالاں بدرگہہِ تو گنہگار آمدہ

بدل داغِ فراقِ آں ستم گر میہماں دارم

بحمدللہ چہ خوش بختم کہ چیزِ گلستاں دارم

نمی باید مُرا اے واعظِ ناداں! جنانِ تو

تمنائے وصالِ آں بتِ نا مہرباں دارم

رقیبِ روسیہ منظورِ عینِ دلربا گردد

گلہ اے بختِ ناسازم! زتو من بے کراں دارم

نمی باشد مُرا از نیک و بدہائے زماں خبری

چناں از بادۂ الفت سرِ خود را گراں دارم

زحالِ من چہ می پُرسید اے یاراں! کہ من برلب

فغاں در ہجر آں گُل روز و شب چو بلبلاں دارم

عفو گرداں گناہم ہا بپاداشِ گناہم کش

سرِ تسلیم خم ہر دم فرازِ آستاں دارم

چہ می باشد ازیں بہتر بگو حسن العمل زاہد!

کہ خود گریہ کنم لٰکن کساں را شادماں دارم

چناں بر گشتہ بختم در ہواداران من خستہ

کہ ار گریم و گر خندم عتابِ بیکراں دارم

دراں ساعت چہ می خواہی بگو دادن جوابِ آں

چو دعویٰ پیشِ داور از جفایت آسماں دارم

نمی خواہم لباسِ زاہدانِ خشک را یارب!

امیدِ لطف پنہانت چوں شوریدہ سراں دارم

چوں نتوانم سرائیدن بہ پیشِ دلبراں حرفی

چہ سود ار ہمچوں سوسن در پسِ شاں دہ زباں دارم

جلاؔلِ بے نوا ! خنجر بہ کف آں شوخ می آید

چہ خوش باشد اگر من ہم کفن بر دوش جاں دارم

معمہ جات

۱

درمیانِ ہر دو لب دارم نہاں منِ خویش
ہر کہ جوید او بداند دو نود را ہم زکیش

محمد جلال حاصل می شود۔۱۲

گر ہمی خواہد کسی از اسمِ پدرم ہم نشان
دو صد و پنجاہ و ہشت را بنگرد از عقلِ خویش
بندۂ ملکِ عرب را باز آرد بر سرش
خوبیِ گفتار بین از گفتۂ من بیش بیش

عبدالرحیم حاصل می شود از ہر دو شعر۔۱۲

بست ۲۰ را با بست ۲۰ گردان ضرب و بست و سہ ۲۳ بیار
مسکنم آساں بگیرد عرق با چنداں مپیش

ہری پور حاصل می شود۔۱۲

نوٹ:۔ قاضی جلال ہری پوری کا یہ فارسی معمہ جوان کے نام ولدیت اور مولد و مسکن پر مشتمل ہے فارسی کی مشہور کتاب 'قصائد بدر چاچ کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا موصول ہوا میں نے اسے یہاں ہو بہو نقل کر دیا ہے۔ مرتب

۲

رحم را مقلوب کن و ز قلبِ او پائش بخار
سینۂ آہوئے مادہ را بجائے او بیار
چار را بعدِ چہل بنشاں تماشہ بار بین
کہ ازو نامِ مہیہ من صاف گردد آشکار

۳

چہ چیز است آن خورندش آدم و راغ
بشکلِ ماہِ کامل لیک بے داغ
سرش از گُل میانِ او زشمشاد
بود پایش ز پائے سوسنِ باغ
وگر قلبش کنی او راست گردد
سرِ مو نیست فرق ار صدق ابلاغ

۴

عجب اژدرے دیدم در کارزار
بدستِ یکے مرد جنگی سوار
شدم خائف از ہستیش زانکہ بود
سرش چار صد دہ کمر پا ہزار
نگردد گہی سیر آں برق دم
اگرچہ خورد مرداں صد ہزار

۵

ہفت صد ساقط بکن از حال قالِ صوفیاں
باز با مقلوب ے آمیز او را بے گماں
جلوہ گر کن بندۂ ملکِ عرب بر فرقِ او
غور کن تا نامِ آں سیمیں ذقن گردد عیاں

۶

نامِ من چوں خواہی لبستانِ پائے تاجِ یار را
قلب شب بشکن بجایش آر قلبِ ہار را

۷

تاریخِ ورود۔ کے۔این صاحبہ

پرتوِ رویش چو از باسولؔ ظلمتہا ز دود
یومِ دو شنبہ ز ذی الحجہ سیزدہ(۱۳) تاریخ بود
سہ صد و شصت و دو افزوں بود بر واحد الف (۱۳۶۲ھ)
کان سراپا ناز اندر مسکنش جلوہ نمود

○○○

ترمیمات قاضی جلالؔ ہری پوری

حمد، نقشِ اوّل

الٰہی دستِ قدرت سے بنائے انس و جاں تو نے
کیا قدرت سے قائم بے ستوں یہ آسماں تو نے
بچایا نوحؑ کی کشتی کو تو نے موجِ طوفاں سے
خلیل اللہ کی آتش کو بنایا گلستاں تو نے
رکھا یونس کو زندہ پیٹ میں مچھلی کے، پانی میں
گھٹایا بہر موسیٰؑ نیل کا آبِ رواں تو نے
دیا صبر و سکوں ایوبؑ کو پھر اپنی رحمت سے
لیا جس دم بلاؤں میں پھنسا کر امتحاں تو نے
گدائی ملکِ دنیا کی جلالِؔ بے نوا کو دی
سکندر کو بنایا بادشاہِ ہفت خواں تو نے

حمد، نقشِ ثانی

الٰہ العالمیں پیدا کیا سارا جہاں تو نے
سروں پر بے ستوں قائم کیا یہ آسماں تو نے
خلیلِ بت شکن پر آنچ تک آنے نہ دی اس کی
بنایا آتشِ نمرود کو اک گلستاں تو نے
بچایا نوحؑ کی کشتی کو تو نے غرق ہونے سے

گھٹایا بہرِ موسیٰؑ نیل کا آبِ رواں تو نے
جنابِ حضرتِ ایوبؑ کو صبر و سکوں بخشا
لیا جس دم بلاؤں میں پھنسا کر امتحاں تو نے
جلالِؔ بے نوا کو زندگی بخشی فقیرانہ
سکندر کو بنایا آمرِ جملہ جہاں تو نے

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات، نقشِ اوّل

الٰہی مجھ پہ کر نظرِ عنایت ان کے صدقے میں
جنھیں شاہِ مدینہ احمدِ مختارؐ کہتے ہیں
مجھے تو عرش کے نیچے جگہ دے ان کے صدقے میں
جنھیں صدیقِ اکبرؓ اور رفیقِ غار کہتے ہیں

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات، نقشِ ثانی

عنایت کی نظر فرما تو مجھ پر ان کے صدقے میں
جنہیں شاہِ مدینہ احمدِ مختارؐ کہتے ہیں
جوارِ عرش میں مجھ کو جگہ دے ان کے صدقہ میں
جنھیں صدیقِ اکبرؓ اور رفیقِ غار کہتے ہیں

نعت، نقشِ اوّل

الٰہی ! سانس کا جب تک رہے یہ سلسلہ باقی
مرے لب پر رہے یا مصطفیؐ یا مصطفیؐ باقی

فنا کی آندھی ہر شے کو کردے گی فنا لیکن
رہے گا دہر میں نامِ نبیؐ ، نامِ خدا باقی
میسر روضۂ اقدس پہ ہو اک دن جبیں سائی
دلِ ناشاد میں اب ہے یہی اک مدعا باقی
سلامِ شوق کہہ دینا مرا دربار میں جاکر
تمہارے دوش پر یہ بار ہے بادِ صبا ! باقی
جلالؔ بے نوا ! ہے ذوقِ سلطانی نہیں ہم کو
رہے گا نغمۂ نعتِ رسولِ کبریاؐ باقی

نعت۔نقشِ ثانی

الٰہی! سانس کا جب تک رہے یہ سلسلہ باقی
مرے دل میں رہے حبِ محمد مصطفیٰؐ باقی
فنا کی آندھی ہر شے کو کردے گی فنا لیکن
رہے گا تا ابد نامِ محمد مصطفیٰؐ باقی
میسر روضۂ اقدس پہ ہو یارب! جبیں سائی
دلِ مہجور میں اب ہے یہی اک مدّعا باقی
سلامِ شوق کہہ دینا صبا ! دربار میں جاکر
مری یہ آرزو رکھنا نہیں بہرِ خدا باقی
جلالؔ بے نوا کی یاد گارِ زندگی بن کر
رہے یہ نغمۂ نعتِ رسولِ کبریا باقی

نعت، نقشِ اوّل

وہ بندہ مل گیا اپنے خدا سے
ملا جو حضرتِ خیر الوریٰ سے
مرا ایمان ہے ، کوئے مدینہ
نہیں رتبے میں کم عرشِ علا سے

نعت، نقشِ ثانی

تعلق ہو گیا اس کا خدا سے
ملا جو حضرتِ خیر الوریٰ سے
مدینہ کی گلی رشکِ فلک ہے
منوّر ہے یہ نورِ مصطفیٰؐ سے

نعت، نقشِ اوّل

ہاتھ میں آئے قلم تو نام لکھ اللہ کا
ثبت کر اسمِ مبارک پھر رسول اللہ کا
ہاتھ میں آئے قلم جب نام لکھ اللہ کا
ثبت کر اسمِ مبارک پھر رسول اللہ کا
قائلانِ لا الہ ہو گئے حلقہ بگوش
نغمۂ دلکش سنا جب ضرب الا اللہ کا
لا الہ کے کہنے والے ہوگئے حلقہ بگوش

نغمۂ شیریں نوا سنتے ہی الا اللہ کا

ہے ستیزِ حق و باطل میں ظفر حق کی ضرور
خوف دل سے دور کردے خیمۂ خر گاہ کا

دل اگر حسّاس ہے تو وقت کی دستک سمجھ
پھاڑ کر باہر نکل آ پردہ عشرت گاہ کا

اک حقیقت ہے صدا یا ساریہ الجبل کی
ہے نہیں اس میں محل انکار یا اشباہ کا

لامکاں سے لوٹ کر محبوبِ حق آئے جو گھر
گرم تھا بستر مبارک ان کی خلوت گاہ کا

لا مکاں کی سیر سے جب لوٹ کر آئے حضورؐ
گرم تھا بستر مبارک ان کی خلوت گاہ کا

عرش سے تا فرش کوئی آپؐ کا ہمسر نہیں
مرتبہ ہے بعدِ حق بطحا کے شاہنشاہؐ کا

عرش سے تا فرش کوئی آپؐ کا ہمسر نہیں
بعدِ حق اعزاز ہے طیبہ کے شاہنشاہؐ کا

لائقِ تشبیہ کوئی شے نہیں ہے اے جلالؔ !
بعدِ حق اعزار ہے طیبہ کے شاہنشاہؐ کا

گلشنِ تکوین میں آتی نہیں ہرگز بہار

پھول گر کھلتا نہیں روئے رسول اللہ کا
عالمِ ہستی میں کوئی انبیا آتے نہیں
پھول گر کھلتا نہیں تخلیقِ رسول اللہ کا
گلشنِ تکوین رہ جاتا عدم کی گود میں
پھول گر کھلتا نہیں تخلیقِ حبیب اللہ کا
بن کے مخبر آپ کے آئے تھے سارے انبیا
مرحبا کہنا ہے کیا حضرتؐ کے عزو جاہ کا
حاضریِ آستانہ کی سعادت ہو نصیب
مدعائے آخری ہے یہ سگِ درگاہ کا
حاضریِ آستانہ کی سعادت ہو نصیب
آخری ارمان ہے یہ بندۂ درگاہ کا

نعت،نقشِ ثانی

سب سے پہلے نام لے ہر کام میں اللہ کا
چھیڑ ذکرِ خیر پھر نعتِ رسول اللہ کا
لا الہ کے کہنے والے ہوگئے حلقہ بگوش
نغمۂ شیریں نوا سنتے ہی الا اللہ کا
اک حقیقت ہے صدا یا ساریہ الجبل کی
ہے محل اس میں نہیں انکار یا اشباہ کا
لا مکاں کی سیر کی آئے وہاں سے لوٹ کر

بسترہ اس وقت تک تھا گرم خلوت گاہ کا

تیرے قدموں کے تلے ہے عرشیوں کا بھی مقام
آدمی ، جن و ملک خادم تری درگاہ کا

گلشنِ تکوین رہ جاتا عدم کی گود میں
پھول گر کھلتا نہ تخلیقِ رسول اللہ کا

آئے تھے پیغامِ آمد لے کے سارے انبیا
کیا علوِّ شان ہے حضرت کے عزّ و جاہ کا

حاضریِ آستانہ کی سعادت ہو نصیب
آخری ارمان ہے یہ بندۂ درگاہ کا

گرچہ بد اعمال ہے یارب ! جلاؔل بے نوا
بخش دے سگ ہے ترے محبوب کی درگاہ کا

نعت، نقشِ اوّل

کلیم اللہ کو حاصل ہوا تھا طوؔر پر جلوہ
بنا تو عرش کا مہمان یہ اکرام ہے تیرا

کلیمِ شعلہ جو کو طوؔر پر حاصل ہوا جلوہ
بنا تو عرش کا مہمان یہ اکرام ہے تیرا

بہ حالِ زار چشمِ خوں فشاں سرکار میں حاضر
گدائے درگہہِ عالی جلاؔلِ خام ہے تیرا

نعت، نقشِ ثانی

جنابِ حضرتِ موسیٰ نے دیکھا طور پر جلوہ
بنا تو عرش کا مہمان یہ اکرام ہے تیرا
کرم فرما بلالے آستانِ پاک میں آقاؐ !
کہ ابتک دور قدموں سے جلاؔلِ خام ہے تیرا

نعت، نقشِ اوّل

جن و انساں کے لئے مخصوص تو آیا نہیں
رہنمائے جملہ عالم صاحبِ برہاں ہے تو
چاند سورج بھی تجھے کہنا بڑی توہین ہے
منفرد دونوں جہاں میں خاصۂ رحماں ہے تو
تیری بعثت سے بہار آگیں ہوئے ارض و سما
بزمِ امکاں میں خدا کی بارشِ غفراں ہے تو
تیری بعثت نے بڑھادی رونقِ لیل و نہار
لاڈلے حق کے ، فروغِ مجلسِ امکاں ہے تو
توبۂ آدم اجابت سے قریں ہوتی نہیں
میرے آقا فی الحقیقت باعثِ غفراں ہے تو
یاد تیری دل سے ہوجائے محو ممکن نہیں
یا رسول اللہ انیسِ خاطرِ احزاں ہے تو

حشر تک جس کی مہک باقی رہے گی دہر میں
گلشنِ ہستی کا شاہا ! وہ گلِ خنداں ہے تو
عرش سے تا فرش جس کی بو سے ہے مہکی ہوئی
گلشنِ ہستی کا شاہا ! وہ گلِ خنداں ہے تو
حشر میں ہوگی یقیناً مغفرت تیری جلاؔل !
مدحتِ سرکار میں یوں جو گہر افشاں ہے تو
حشر میں ہوگی یقیناً مغفرت تیری جلاؔل !
مدحتِ لولاک میں یوں جو گہر افشاں ہے تو

نعت،نقشِ ثانی

رحمۃ للعالمیں سرچشمۂ احساں ہے تو
دونوں عالم پر خدائے پاک کا فیضاں ہے تو
باعثِ ایجادِ عالم سیّدِ ذیشاں ہے تو
مظہرِانوارِ یزداں کعبۂ ایماں ہے تو
حرزِ جانِ عاشقاں نامِ مبارک ہے ترا
یا رسول اللہ انیسِ خاطرِ احزاں ہے تو
جس کی خوشبو سے معطر ہے مشامِ دو جہاں
گلشنِ تکوین کا ایسا گلِ خنداں ہے تو
جن و انساں تک نہیں محدود ہے تیرا پیام

رہنمائے جملہ عالم صاحبِ برہاں ہے تو
اہلِ عالم پر مسلط ہر طرف تھیں ظلمتیں
روشنی بخشِ قلوبِ تیرۂ انساں ہے تو
توبۂ آدمؑ کبھی مقبول ہوسکتی نہیں
میرے آقا فی الحقیقت باعثِ غفراں ہے تو
ایک ہی کمبل پہ بیٹھے مل کے آقا اور غلام
کملی والے کیا نرالی شان کا سلطاں ہے تو
چاند یا سورج تجھے کہنا بڑی توہین ہے
منفرد دونوں جہاں میں سرورِ خوباں ہے تو
عرصۂ محشر میں وجہِ مغفرت ہوگی جلال !
مدحتِ سرکارؐ میں یوں جو گہر افشاں ہے تو

نعت،نقشِ اوّل

سرکار میرے رحمتِ کون و مکاں ہیں آپؐ
وجہِ وجودِ لوح و قلم و قدسیاں ہیں آپؐ
سرکار میرے رحمتِ کون و مکاں ہیں آپؐ
ایجادِ کائنات کی وجہِ عیاں ہیں آپؐ
یوسف پہ شیفتہ تھی زلیخا ہی اے نبی !
محبوبِ کبریائے زمیں و زماں ہیں آپؐ

شمس و قمر ہیں آپؐ کے خرمن کا خوشہ چیں
مہرِ منیر بزمِ زمین و زماں ہیں آپؐ
شمس و قمر ہیں آپؐ کے خرمن کا خوشہ چیں
خورشیدِ آسمانِ زمین و زماں ہیں آپؐ
خالق بھی لا شریک ہے بے مثل آپؐ بھی
اپنی نظیر اے شہِ با عز و شاں ہیں آپؐ

نعت،نقشِ ثانی

سرکار میرے رحمتِ کون و مکاں ہیں آپؐ
وجہِ وجودِ لوح و قلم و عرشیاں ہیں آپؐ
یوسف پہ شیفتہ تھی زلیخا ہی اے نبیؐ !
محبوبِ بارگاہِ خدائے جہاں ہیں آپؐ
شمس و قمر ہیں آپؐ کے خرمن کا خوشہ چیں
مینار روشنی کا شہِ لامکاں ہیں آپؐ
خالق بھی بے مثال ہے بے مثل آپؐ بھی
اپنی نظیر اے شہِ کون و مکاں ! ہیں آپؐ

نعت،نقشِ اوّل

خدا کے لاڈلے عرشِ بریں کے میہماں تم ہو
سراپا نورِ ایزد ہو مکینِ لا مکاں تم ہو
نہیں کچھ خوف شیطانِ لعیں کے مکر سے مجھ کو

بگاڑے گا بھلا وہ کیا مرا جب پاسباں تم ہو
تمہارے نور کی تکوین سے پہلے کہاں کچھ تھا
بنے جن کی وجہ سے یہ زمین و آسماں تم ہو
نظر آتا تمہارا عکس ہے پیشانیِ گل میں
مری جاں ! باعثِ آہ و بکائے بلبلاں تم ہو
کھلی رہتی ہیں آنکھیں رات دن شوقِ زیارت میں
دکھا دو صورتِ زیبا شہِ طیبہ ! کہاں تم ہو
نہ گھبراؤ جلالؔ! اپنے گناہوں سے نہ گھبراؤ
شفاعت ہوہی جائے گی نبیؐ کا مدح خواں تم ہو

نعت،نقشِ ثانی

خدا کے لاڈلے محبوب شاہِ دوجہاں تم ہو
سرا پا نورِ یزداں ہو مکینِ لا مکاں تم ہو
تمہارے نور کی تکوین ہے ایجاد کا باعث
بنے جن کی وجہ سے یہ زمیں اور آسماں تم ہو
کھلی رہتی ہیں شوقِ دید میں ہردم مری آنکھیں
دکھادو صورتِ زیبا شہِ طیبہ! کہاں تم ہو
جبینِ گل میں پنہاں ہے تمہارے حسن کا جلوہ
شہِ من ! باعثِ حب و ولائے بلبلاں تم ہو
نہ گھبراؤ جلالؔ! اپنے گناہوں سے نہ گھبراؤ
شفاعت ہے یقینی جب نبیؐ کا مدح خواں تم ہو

نعت نقشِ اوّل

اے عرب کے چاند اے محبوبِ ذاتِ ذوالجلال
ہند میں کب تک رہوں گا یوں ہی محرومِ وصال
حضرت عیسیٰ نبی مردے جلاتے تھے مگر
آپ سے پتھر بھی بولا اللہ اللہ ، یہ کمال
ہیمۂ دوزخ ہے وہ جو حسنِ ظن رکھتا نہیں
کیا ہوا بو جہل کا معلوم ہے سب کو مآل
آنکھیں نرگس کی طرح غنچہ دہن گل رخ سا ہے
کاکلیں ہیں عنبر افشاں غیرتِ یوسف جمال
اس پہ بخشش کی نظر ہو اے شہِ کون و مکاں
بیکس و بیچارہ و مجبور بندہ ہے جلالؔ

نعت نقشِ ثانی

اے عرب کے ماہِ تاباں صاحبِ حسن و جمال
سر گروہِ انبیا محبوبِ ربِّ ذوالجلال
جس نے دیکھا اک نظر سوجاں سے گرویدہ ہوا
میرے آقا آپؐ کے تھے ایسے پاکیزہ خصال
حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو جلا یا تھا مگر
آپؐ سے پتھر بھی بولا اللہ اللہ یہ کمال
خوف سے کسریٰ کے محلوں میں تزلزل ہو گیا
چاند دوٹکڑے ہوا یہ رعب یہ عزّ و کمال
ہو عنایت کی نظر اس پر شہِ کون و مکاں!
بیکس و بیچارۂ و مجبور امت ہے جلالؔ

ہدیۂ سلام بدرگاہِ خیر الانام، نقشِ اوّل

السلام اے حسنِ تخئیلِ الٰہ
السلام اے شافعِ امت پناہ
السلام اے بانیِ دینِ مبیں
السلام اے گنبدِ خضریٰ مکیں
السلام اے کامل و اکمل صفات
السلام اے شمعِ بزمِ کائنات
السلام اے طائرِ سدرہ مقام
السلام اے مرجعِ ہر خاص و عام
السلام اے منبعِ جود و کرم
غمگسارِ بے نوایانِ امم
اس جلالؔ بے نوا سے یا رسول
یہ سلامِ مخلصانہ ہو قبول

ہدیۂ سلام بدرگاہِ خیرالانام، نقشِ ثانی

السلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم
السلام اے مظہرِ نورِ قدیم
السلام اے ہادیِ سدرہ خرام
السلام اے مرجعِ ہر خاص و عام
السلام اے شاہدِ کرّوبیاں
السلام اے بادشاہِ انس و جاں
السلام اے شاہکارِ کردگار
السلام اے سیدِ والا تبار
السلام اے افتخارِ انبیا
السلام اے مقتدائے اذکیا
السلام اے چشمۂ جود و کرم
السلام اے بادشاہِ ذی ہمم
اس جلالؔ بے نوا سے یا رسول
یہ سلامِ مخلصانہ ہو قبول

غزلیں

غزل، نقشِ اوّل

رہ رہ کے تیری یاد ستائے تو کیا کروں
تیرا خیال دل سے نہ جائے تو کیا کروں

ناصح ! بتا، ہے اس میں ملامت کی بات کیا
آنکھوں میں آئے دل میں سمائے تو کیا کروں

اظہارِ لطف بزم میں ہے موجبِ حجاب
خوابوں میں بھی بہانے بتائے تو کیا کروں

توبہ کا احترام ہے ، دل میں بہت مرے
آنکھوں سے کوئی آنکھ لڑائے تو کیا کروں

توبہ کا احترام ہے ، دل میں بہت مرے
آنکھوں سے کوئی بادہ پلائے تو کیا کروں

ہے خوف گرچہ آہ میں افشائے راز کا
فرقت میں تیری چین نہ آئے تو کیا کروں

اب آشیاں کی کچھ بھی نہیں خیر مرغِ دل!
برقِ نگاہ کوئی گرائے تو کیا کروں

اب آشیاں کی خیر نہیں ، طائرِ جگر!
برقِ نگاہ کوئی گرائے تو کیا کروں

اس فصلِ دلکشا کی بہارِ طرب فزا

خوابیدہ آرزو کو جگائے تو کیا کروں
یہ تو نہیں جلاؔل ! میرے بس کا روگ ہے
دیوانہ مجھ کوئی بنائے تو کیا کروں
یہ تو نہیں جلاؔل ! میرے بس کا روگ ہے
دیوانہ مجھ کو یار بنائے تو کیا کروں

غزل،نقشِ ثانی

رہ رہ کے تیری یاد ستائے تو کیا کروں
تیرا خیال دل سے نہ جائے تو کیا کروں
واعظ ! اگر قصور ہے کرلے ملامتیں
آنکھوں سے کوئی دل میں سمائے تو کیا کروں
مانا کہ ہے شراب کا چھونا حرام پر
ہاتھوں سے اپنے کوئی پلائے تو کیا کروں
کاشانہ اپنے دل کا مجھے بھی عزیز ہے
برقِ نظر سے کوئی جلائے تو کیا کروں
ہے خوف گرچہ آہ میں افشائے راز کا
بیساختہ نکل ہی جو آئے تو کیا کروں
یہ موسمِ بہارِ نو پھولوں کا یہ نکھار
خوابیدہ آرزو کو جگائے تو کیا کروں
یہ تو نہیں جلاؔل ! مرے بس کا روگ ہے
دیوانہ کوئی مجھ کو بنائے تو کیا کروں

غزل،نقشِ اوّل

شیشہ و ساغر و صہبا و دلِ شاد کہاں
ہم کہاں محفلِ عشرت کی یہ روداد کہاں
شیشہ و ساغر ساقی و دلِ شاد کہاں
ہم کہاں محفلِ عشرت کی یہ روداد کہاں
عشق میں ہوش و خرد ، فکر سبھی کھو بیٹھے
طبع میں باقی رہی جدّتِ ایجاد کہاں
میرے دلدار پہ ہے سارا زمانہ شیدا
تیری شیریںؔ پہ کوئی اور اے فرہادؔ! کہاں
بے محل نسبتِ گلزارِ ارم کیا معنی
کوچۂ یار کہاں گلشنِ شدّاد کہاں
صفحۂ دہر میں ہوگا نہ نشاں تک میرا
اس نے جی کھول کے کی ہے ابھی بے داد کہاں
صفحۂ دہر میں ہوگا نہ نشاں تک تیرا
اس نے جی کھول کے کی ہے ابھی بے داد کہاں
بے وفائی پہ تمہیں ان کی ، شکایت کیسی
تم نے بھی رکھا ہے میثاقِ ازل یاد کہاں
وعدہ شکنی پہ تمہیں ان کی ، شکایت کیسی

تم نے بھی رکھا ہے میثاقِ ازل یاد کہاں
خون رودے گا فلک بھی میرے نالے سن کر
کی ہے فریاد کی وہ لے ابھی ایجاد کہاں
خون رودے گا فلک بھی میری آہیں سن کر
کی ہے فریاد کی وہ لے ابھی ایجاد کہاں
یہ تو امید ہے موہوم جلالِؔ خستہ !
دل کا گھر اور اجڑ کے ہوا آباد کہاں

غزل، نقشِ ثانی

شیشہ و ساغر ساقی و دلِ شاد کہاں
ہم کہاں محفلِ عشرت کی یہ روداد کہاں
ایک توہین اسے کہنا ارم بھی ہوگی
کوچۂ یار کہاں جنّتِ شداد کہاں
بے رخی پر ہے تمہیں ان کی شکایت کیسی
خود تمہیں بھی ہے آدابِ وفا یاد کہاں
خون رو دے گا فلک تو بھی یقیناً سن کر
کی ہے فریاد کی وہ لے ابھی ایجاد کہاں
جس طرح ٹوٹ کے شیشہ نہیں جڑتا ہے جلالؔ!
خانۂ دل بھی جو اجڑا ، ہوا آباد کہاں

غزل،نقشِ اوّل

تکلف بر طرف ، حق بات وہ عاقل سمجھتے ہیں
جو اعجازِ مسیحا کا تمہیں حامل سمجھتے ہیں

ہمیں شیخ و برہمن کی قیادت سے ہے کیا مطلب
ہم اپنے جذبِ دل کو رہبرِ کامل سمجھتے ہیں

ہمارے دل میں اپنی یاد کو مہمان رہنے دو
متاعِ زندگانی کا اسے حاصل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آگئی واعظ ! تری جنت خیالی ہے
اگر ہے بھی ، تو اس کو یار کی محفل سمجھتے ہیں

مسرت کیوں نہ ہو ناکامیِ پیہم سے ہم کو ، جب
شکستِ آرزو کو وہ مرادِ دل سمجھتے ہیں

یہ کیسا پوچھنا اٹھلا کے ہم کو کیا سمجھتے ہو
سپہرِ حسن کا تم کو مہِ کامل سمجھتے ہیں

نکلتا ہے بوقتِ امتحاں غدّار وہ ساتھی
جہاں میں ہم جسے بھی رازدارِ دل سمجھتے ہیں

جلالؔ غم زدہ ! رازِ محبت چھپ نہیں سکتا
قسم ہے ہم ترا سب اضطرابِ دل سمجھتے ہیں

غزل، نقشِ ثانی

تکلف برطرف ہم اس کو ہی عاقل سمجھتے ہیں
جو اعجازِ مسیحا کا تمہیں حامل سمجھتے ہیں

یہاں شیخ و برہمن کی قیادت سے غرض کیا ہے
ہم اپنے جذبِ دل کو رہبرِ کامل سمجھتے ہیں

بھروسہ کس پہ راہِ عشق میں ہو رہنمائی کا
یہاں تو خضر کو ناواقفِ منزل سمجھتے ہیں

لگی رہتی تمہاری یاد ہے دل میں تو رہنے دو
اسے ہم کشتِ زارِ عمر کا حاصل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آ گئی واعظ ! تری جنّت خیالی ہے
ہم اس جنّت سے بڑھ کر یار کی محفل سمجھتے ہیں

انہیں جب سے مسرت ہے ہماری نامرادی پر
شکستِ آرزو کو ہم مرادِ دل سمجھتے ہیں

یہ کیسا پوچھنا سر چڑھ کے ہم کو کیا سمجھتے ہو
سپہرِ حسن کا تم کو مہِ کامل سمجھتے ہیں

نکلتا ہے بوقتِ امتحاں غدّار وہ ساتھی
جسے بھی ہم جہاں میں رازدانِ دل سمجھتے ہیں

جلالؔ غمزدہ ! رازِ محبت چھپ نہیں سکتا
جو کچھ کہتا ہے تیرا اضطرابِ دل ، سمجھتے ہیں

غزل،نقشِ اوّل

جب گزر تیرا ادھر سے جلوہ پاشانہ ہوا
اضطرابِ دل کا ہر سو ایک افسانہ ہوا
بزمِ ساقی کا تصور باعثِ تسکین ہے
مرحبا کیا خوب اپنا دل ہی مے خانہ ہوا
شیخ جی ! کیوں تم کو اس سے اتنا چڑکا لگ گیا
محفلِ منداں میں کل جو رقصِ پیمانہ ہوا
بارِ منت سر پہ لوں میں کیوں فروغِ شمع کا
عکس روئے یار جب مہتابِ کاشانہ ہوا
شمسؔ ! تیرا بارِ احساں سرپہ لینا ہے عبث
جب جگر کے داغ سے روشن یہ کاشانہ ہوا
شمع جب وقتِ سحر دم توڑتی آئی نظر
چشم نم ، نالہ بہ لب بیتاب پروانہ ہوا
بد گمانی اب تو کچھ مجھ سے نہ ہونی چاہیے
جو ہوا ، جو کچھ ہوا تہذیب دارانہ ہوا

غزل،نقشِ ثانی

بزم میں ان کا گزر جب بے حجابانہ ہوا
راز الفت کا ہماری کھل کے افسانہ ہوا
شیخ صاحب ! آپ کو کیوں اتنا چڑکا لگ گیا
محفلِ رنداں میں کل جو رقصِ پیمانہ ہوا

ناسپاسی ہوگی لینا شمع کا احسان اب
جب جگر کے داغ سے روشن یہ کاشانہ ہوا

شمع جب بھڑکی بوقتِ صبح بجھنے کے لئے
چشمِ نم، نالہ بہ لب، بیتاب پروانہ ہوا

غزل،نقشِ اوّل

غمِ الفت سے خالی دل ہمارا حال کیا جانے
جو دلدادہ کسی کا ہو وہی یہ ماجرا جانے

بہاجاتا ہوں میں ذوقِ طلب کی رو پہ بے سمجھے
کہاں ہے ساحلِ مقصود اس کو ناخدا جانے

چمن میں پھول، پھولوں میں لطافت بن کے ہے پنہاں
کہاں کس روپ میں وہ یار ہے جلوہ نما جانے

اشاروں پر رواں ہونا یہی ہے فرض رہرو کا
ٹھکانا حدِّ منزل کا نگاہِ رہنما جانے

فنا ہونا کتابِ عشق کی ہے بائے بسم اللہ
اور اس آغاز کی صبحِ قیامت انتہا جانے

کسی کے کاکلِ شبرنگ کی ہے بوئے خوش اس میں
کدھر سے آرہی ہے یہ نسیمِ مشک زا جانے

غزل،نقشِ ثانی

غمِ الفت سے ناواقف ہمارا حال کیا جانے
جو وارفتہ کسی کا ہو وہی یہ ماجرا جانے

بہا جاتاہوں جذبِ عشق کا تنکا سہارا ہے
کدھر کیا ہے کہاں کیا ہے خدا یا ناخدا جانے

وہ پھولوں کے مہکنے میں وہ بلبل کے چہکنے میں
کہاں کس روپ میں وہ یار ہے جلوہ نما جانے

اشاروں پر رواں ہونا ہے کام اہلِ طریقت کا
حقیقت حالِ منزل کی نگاہِ رہنما جانے

الف ابجد کا بابِ عشق میں بعدِ فنا آیا
اُسے ہم ابتدا پائے جسے بھی انتہا جانے

کسی کی زلف کی مشکیں مہک معلوم ہوتی ہے
کہاں سے آرہی ہے یہ نسیمِ دل کشا جانے

غزل،نقشِ اوّل

گھٹا چھائی ہے دورِ بادۂ گلفام ہوجائے
تمہارا نام ہو ساقی ! ہمارا کام ہوجائے

کوئی اہلِ کرامت بادہ کش پہونچے جو گلشن میں
چمن ہو میکدہ ہر گل چھلکتا جام ہوجائے

پلادے کوئی ایسا کیف آگیں قدح اے ساقی !
کہ مے خواروں کا دل ، آئینہ دارِ جام ہو جائے

جلاؔلِ غم زدہ جوشِ جنوں میں بک گیا کیا کیا
ارے ! خاموش ہو وہ بھی کہیں بدنام ہوجائے

غزل،نقشِ ثانی

گھٹا چھائی ہے ساقی بارشِ مے عام ہو جائے
سبھوں کی پیاس بجھ جائے تمہارا نام ہوجائے
بہار آئی ہے آجائے اگر وہ یار گلشن میں
چمن ہو میکدہ ہر گل چھلکتا جام ہو جائے
شراب ایسی پلا ساقی ! کوئی اپنی کرامت سے
کہ مے خواروں کا دل آئینہ دارِ جام ہوجائے
جلالؔ بے نوا ! جوشِ جنوں میں بک رہے ہو کیا
کہیں کوئی تمہاری وجہ سے بدنام ہو جائے

غزل،نقشِ اوّل

صراحی ہے نہ ساقی ہے نہ بلّورین پیمانہ
نہ کچھ اسبابِ عشرت ہے پڑا خالی ہے مے خانہ
اعزّہ بھی ہیں ، احباب و اقارب جمع ہیں لیکن
کوئی ہمدرد بھی ہو تو سناؤں اپنا افسانہ
نکلتے ہی زباں سے کیوں نہیں دل میں اتر جائے
یہ روودادِ الم بالکل حقیقت ہے ، نہ افسانہ
جو اظہارِ تمنا کردیا جرأت سے میں نے تو
بجادیں تالیاں ہنس کر ، یہ دیوانہ ہے دیوانہ

جنابِ قیس کو میری زبوں حالی سے کیا نسبت
وہاں ویرانہ مسکن تھا یہاں مسکن ہے ویرانہ
جنابِ قیس کو سوچو کوئی نسبت رہی مجھ سے
وہاں ویرانہ مسکن تھا یہاں مسکن ہے ویرانہ

غزل،نقشِ ثانی

صراحی ہے نہ ساقی ہے نہ بلوریں پیمانہ
نہ کچھ سامانِ عشرت ہے پڑا خالی ہے میخانہ
عزیز و اقربا احباب سب موجود ہیں لیکن
کوئی ہمدرد گر ہو تو سناؤں اپنا افسانہ
جنابِ قیس کو دیکھو کوئی نسبت رہی مجھ سے
وہاں ویرانہ مسکن تھا یہاں مسکن ہے ویرانہ

غزل،نقشِ اوّل

یہ زلفِ یار یا مارِ سیہ گنجِ کہن کا ہے
حنائی دست ہے یا خوں شہیدِ بے کفن کا ہے
تمہارا عارضِ گلرنگ ہے یہ یا مہِ کامل
درخشاں گوہرِ دنداں ہے یا موتی عدن کا ہے
یہ دو آنکھیں ہیں یا تازہ شگفتہ نرگسِ شہلا
نہالِ قامتِ رعنا ہے سروِ چمن کا ہے

پہیلی ہے کوئی یا کوئی لاینحل معمّہ ہے
دہن اس حور کا ہے یا محض دھوکا دہن کا ہے
ترے نالوں سے اے بلبل! رقابت پھوٹ پڑتی ہے
تو دلدادہ ہے گل کا مجھ کو سودا گل بدن کا ہے
کبھی اس دیس میں رسؔوا (۱) کے فکر و فن کی شہرت تھی
مگر اب ہر طرف چرچا مرے شعر و سخن کا ہے
بہت بے باک شہرآشوب ہے وہ فتنۂ عالم
جلاؔلِ بے نوا! مفتون تو جس سیم تن کا ہے

(۱) قاضی نجم الدین ہری پوری مرحوم

غزل،نقشِ ثانی

یہ مشکیں زلف یا مارِ سیہ گنجِ کہن کا ہے
حنائی دست ہے یا خوں شہیدِ بے کفن کا ہے
تمہارا عارضِ تابندہ ہے، یا ہے مہِ کامل
درخشاں گوہرِ دنداں ہے یا موتی عدن کا ہے
یہ آنکھیں ہیں تمہاری یا کہ ہیں دو پھول نرگس کے
نہالِ قامتِ رعنا ہے یا سروِ چمن کا ہے
رقابت کی مہک آتی ہے بلبل تیرے نالوں سے
تو دلدادہ ہے گل کا، مجھ کو سودا گل بدن کا ہے

کبھی اطراف میں رسوا کے فکروفن کی شہرت تھی
مگر اب ہر طرف چرچا مرے شعر و سخن کا ہے

بہت بے باک ، دل آشوب ہے وہ فتنۂ عالم
جلالِ بے نوا ! مفتون تو جس سیم تن کا ہے

غزل،نقشِ اوّل

مزاجِ یار میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے
مجھے خطرے میں اپنی زندگی معلوم ہوتی ہے

نہ جانے فتح کس کی ہوگی اس جنگِ دوطرفہ میں
نیاز و ناز میں ان بن ٹھنی معلوم ہوتی ہے

جہاں کچھ چوٹ سی لگتی ہے فوراً چوم لیتا ہوں
حسینوں کی جفا کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے

مسرت ہے کبھی دل میں کبھی حسرت کے چھالے ہیں
نظامِ دہر پر مجھ کو ہنسی معلوم ہوتی ہے

لبِ لعلیں کے صدقے میں بتا دینا ہے کیا باعث
بدخشاں میں شفق پھوٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے

نظر اس شوخ کی شاید ہوئی ہے آج کل ٹیڑھی
خلش جو دل میں کچھ بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

جلالِ بے نوا ! ہرگز نہیں یہ وہمِ باطل ہے
مجھے کچھ آگ سینے میں دبی معلوم ہوتی ہے

غزل،نقشِ ثانی

مزاجِ یار میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے
حریفوں کی ہمیں یہ دشمنی معلوم ہوتی ہے
وہ آتے بھی نہیں ہیں اور بلاتے بھی نہیں ہم کو
نیاز و ناز میں ان بن ٹھنی معلوم ہوتی ہے
شکارِ تنگ نظری ہے نظامِ دہر بھی شاید
غریبوں پر نظر اس کی کڑی معلوم ہوتی ہے
کہیں ہیں قمقمے روشن عمارت مسکراتی ہے
اندھیرے کی کہیں چھاؤں گھنی معلوم ہوتی ہے
غمِ نو کی جلالِ بے نوا ! تمہید ہے شاید
برابر آج کیوں مجھ کو ہنسی معلوم ہوتی ہے

غزل،نقشِ اوّل

تری تخلیق کا خالق اگر خواہاں نہیں ہوتا
تو چرخِ چار میں یہ شمس بھی تاباں نہیں ہوتا
برابر یوں تو بڑھتی جارہی ہے نسل آدمؑ کی
زمانے میں مگر پیدا کوئی انساں نہیں ہوتا
ہمیں دے ڈالتے ہو کیا یہی انصاف ہے ساقی!
وہ ساغر جس کا کوئی دوسرا خواہاں نہیں ہوتا

شب فرقت ہزاروں کروٹیں گو میں بدلتا ہوں
سکون و خواب کا لیکن کوئی ساماں نہیں ہوتا

حریمِ ناز میں اس گل بدن کے کاش ! جا پہنچوں
الٰہی ! کس لئے ایسا کوئی عنواں نہیں ہوتا

مری مستی ہو کیوں منت کشِ جام و سبو آخر
شرابِ حسن میں کیا کیف کا ساماں نہیں ہوتا

تمیزِ خندہ و گریہ کوئی کس طور سے کرتا
اگر انساں کوئی خنداں کوئی گریاں نہیں ہوتا

مسلسل ہارنے میں بھی ہے پہلو جیت کا ظاہر
وہ خنداں ہی نہیں ہوتا ہے جو گریاں نہیں ہوتا

خدا را چھوڑ دے اس بخل کو اے پیرِ مے خانہ !
یہ اک چلّو ہماری پیاس کا درماں نہیں ہوتا

خدا را چھوڑ دے اس بخل کو اے پیرِ مے خانہ !
یہ آدھا جام تسکینِ دلِ رنداں نہیں ہوتا

تمیزِ خندہ و گریہ ، یہ کوئی کس طرح کرتا
نہ روتی رات شبنم ، دن اگر خنداں نہیں ہوتا

یہاں تازہ ستم سہنے کی خوگر ہی طبیعت ہے
اسیرِ زلف کو ترس و غمِ زنداں نہیں ہوتا

جلالؔ بے نوا ! دکھ سکھ یہ دونوں ہیں بہم لازم
کہ خار و گل سے خالی کوئی چمنستاں نہیں ہوتا

دیگر، نقشِ اوّل

تری تخلیق کا خالق اگر خواہاں نہیں ہوتا تو
تو چرخِ چار میں یہ شمس بھی تاباں نہیں ہوتا

پتہ کیسے یہ چل سکتا خدا کی مغفرت کیا ہے
اگر آدمؑ سے سرزد خلد میں عصیاں نہیں ہوتا

پیامِ غم بھی پوشیدہ ہے دامانِ مسرت میں
کہ خار و گل سے خالی کوئی چمنستاں نہیں ہوتا

خوشی سے شاد ہونا غم سے گھبرانا حماقت ہے
کہ خار و گل سے خالی کوئی چمنستاں نہیں ہوتا

پتہ کیا چلتا ہنسنا اور رونا کس کو کہتے ہیں
اگر انساں کوئی خنداں کوئی گریاں نہیں ہوتا

نظر آ کر جمی ہے سب کی بس جامِ مسرت پر
کوئی میکش شرابِ تلخ کا خواہاں نہیں ہوتا

نشاط و عیش میں آ کر بہت ہمدم یہ کہتے ہیں
کوئی میکش شرابِ تلخ کا خواہاں نہیں ہوتا

جگہ ملتی نہیں خوانِ مسرت پر حریفوں سے
کوئی میکش شرابِ تلخ کا خواہاں نہیں ہوتا

غزل، نقشِ ثانی

اگر پیدا جہاں میں وہ شہِ ذیشاں نہیں ہوتا
کسی کے ناصیہ میں جلوۂ ایماں نہیں ہوتا

ترقی کے نئے رستے تو بت کھلتے ہیں دنیا میں
زمانے میں مگر پیدا کوئی انساں نہیں ہوتا

پیامِ غم بھی پوشیدہ ہے دامانِ تبسم میں
کہ خار و گل سے خالی کوئی چمنستاں نہیں ہوتا

نشاط و عیش کا دلدادہ ہونا عین فطرت ہے
کوئی میکش شرابِ تلخ کا خواہاں نہیں ہوتا

تمیزِ خندہ و گریہ کسی کو کچھ نہیں ہوتی
نہ روتی رات شبنم، دن اگر خنداں نہیں ہوتا

مری مستی ہو کیوں منت پذیرِ بادۂ احمر
شرابِ حسن میں کیا کیف کا ساماں نہیں ہوتا

حیاتِ جاوداں کا ذائقہ ملتا کہاں اس کو
اگر منصورؔ خوانِ دار کا مہماں نہیں ہوتا

جلالؔ بے نوا ! ہر آدمی سے حسن ظن رکھنا
شکارِ بد گمانی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا

غزل،نقشِ اوّل

ہوش کھوجانے لگا کچھ بے خودی ہونے لگی
بزم میں جب یار کی جلوہ گری ہونے لگی
حسن کا بھی واہ فیضِ تربیت کیا چیز ہے
اشک کی ہر بوند موتی کی لڑی ہونے لگی
مرحبا کیا کیمیائے عشق کی ہے خاصیت
اشک کی ہر بوند موتی کی لڑی ہونے لگی
کس قدر ذوقِ سخن ہے آپ کے دل میں جلالؔ !
آئے دن کا مشغلہ کیوں شاعری ہونے لگی

غزل،نقشِ ثانی

ہوگئے سرشار پیدا بے خودی ہونے لگی
میکدہ میں جب تری جلوہ گری ہونے لگی
عشق کا سایہ ہی شاید کیمیا تاثیر ہے
اشک کی ہر بوند موتی کی لڑی ہونے لگی
کہہ رہے ہو شاعری ہے کارِ بیکاراں جلالؔ !
پھر تمہارا مشغلہ کیوں شاعری ہونے لگی

غزل،نقشِ اوّل

لائی بہار شاملِ بزمِ طرب چمن میں
بلبل چہک رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
میں خوگرِ جفا ہوں پھر پوچھنا ہی کیا ہے

ہر رات کٹ رہی ہے رنج و غم و محن میں
یادِ وطن میں آنسو جاری ہے چشمِ تر سے
پردیس میں ہوں لیکن دل ہے مگر وطن میں
حسرت سے بے کسی پر میری ، فلک سے تارے
روتے ہیں اشک شبنم گلہائے یاسمن میں
اہلِ وطن نہ چاہیں مجھ کو اگر تو غم کیا
بے مول ہے سراسر موتی بھی تو عدن میں
عشاقِ سلف سے تو خالی نہیں ہے عالم
اب ہے جلالؔ شیدا مجنوں کے پیرہن میں

غزل،نقشِ ثانی

آئی بہار لے کر بزمِ طرب چمن میں
بلبل چہک رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
ہر ذرۂ وطن کی تصویر سامنے ہے
پردیس میں ہے قالب دل ہے مگر وطن میں
سن سن کے میرے نالے تارے بھی رو دیے ہیں
آنسو ہیں شبنموں کے رخسارِ یاسمن میں
اہلِ وطن نہ چاہیں مجھ کو تو غم نہیں ہے
بے مول ہے سراسر موتی بھی تو عدن میں
عُشاق سے زمانہ خالی نہیں رہا ہے
اب ہے جلالؔ شیدا مجنوں کے پیرہن میں

غزل، نقشِ اوّل

کیا جانے کیا ہوا ہے دلِ بے قرار کو
سر پر اٹھا رہا ہے حسینوں کے پیار کو

دُرہائے اشک رشتۂ مژگاں میں گوندھ کر
نادر سی چیز لایا ہوں میں نذرِ یار کو

لطفِ وصالِ یار سے کیا واسطہ بھلا
وقتِ سحر کی ہلکی سی ٹھنڈی پھوار کو

دل کا چمن ہی سیر نہ ہو جس بہار میں
چولھے میں جھونک دیجئے ایسی بہار کو

دل کی کلی ہی کھل نہ سکے جس بہار میں
چولھے میں کیوں نہ جھونک دوں ایسی بہار کو

کچھ بھی تمیز کر سکوں اتنا کہاں ہے ہوش
اے ہم نشیں ! نہ چھیڑ یاں ذکرِ بہار کو

زاہد! خلوصِ عشق کا مجھ سے تو پڑھ سبق
محتاجِ سجدہ سمجھا ہے پروردگار کو

زاہد! خلوص وعشق کا مجھ سے تو لے سبق
محتاجِ سجدہ سمجھا ہے پروردگار کو

آخر جنونِ عشق کی رکھ ڈالی میں نے لاج
پہلو میں ڈھونڈتا ہوں دلِ داغ دار کو

عُشّاق کا تو کھیل ہے دار و رسن جلالؔ!

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو
ہے آئے دن کا کھیل یہ عُشاق کا جلالؔ !
کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو
عاشق ہوں میں جلالِؔ حزیں ! میرے سامنے
کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو

غزل،نقشِ ثانی

کیا جانے کیا ہوا ہے دلِ سوگوار کو
سر پر اٹھا رہا ہوں حسینوں کے پیار کو
دو کشتیوں میں بھر کے میں درہائے آبدار
نذرانہ دینے آیا ہوں اس مہ نگار کو
دل کی کلی ہی کِھل نہ سکے جس بہار میں
چولھے میں جھونک دیجئے ایسی بہار کو
قفلِ قفس کی یاد سے ہوتا ہوں مضطرب
اے ہم نشیں ! نہ چھیڑ یاں ذکرِ بہار کو
اک سجدہ بھی خلوص کا زاہد ! ترا نہیں
رشوت کہاں پسند ہے آمرزگار کو
عُشاق کا ہے کھیل ہی دار ورسن جلالؔ !
کیا اہمیت ہے سانحۂ رقصِ دار کو

غزل،نقشِ اوّل

پیشِ نظر جو یار کا سروِ رواں نہیں
بھاتا ہے فصلِ گل کا مجھے یہ سماں نہیں
یہ دودِ آہ کا ہے کھڑا سر پہ اک پہاڑ
ہے دامنِ فضا میں کوئی آسماں نہیں
دنیائے بے ثبات سے دل سرد ہوگیا
اک فرد بھی تو مجھ پہ یہاں مہرباں نہیں

غزل،نقشِ ثانی

پیشِ نظر جو یار کا سروِ رواں نہیں
بھاتا ہے فصلِ گُل کا مجھے یہ سماں نہیں
بے سود ہیں یہ لالۂ و ریحاں کے رنگ و بو
جب تم نہیں تو میرے لئے گلستاں نہیں
دنیائے بے ثبات سے دل سرد ہوگیا
ہے صورتِ سکون ذرا بھی یہاں نہیں
ایسا کھڑا ہوں ساکت و صامت حضورِ حسن
گویا جلالؔ منہ میں ہے میرے زباں نہیں

غزل،نقشِ اوّل

تصادم دو نگاہوں کا وہ پیہم ہم نہ بھولیں گے
تمہارے مسکرا دینے کا عالم ہم نہ بھولیں گے

نظر اٹھتے ہی ہوش و عقل دونوں ہوگئے رخصت
نگاہِ فتنہ پرور کا یہ عالم ہم نہ بھولیں گے

نگاہوں میں ہماری اب تم ہی تم ہو تم ہی تم ہو
تمہاری یہ نوازش ہائے پیہم ہم نہ بھولیں گے

جلالِ بے نوا کی موت کی جھوٹی خبر سن کر
بہانا اشک کہہ کر ہائے ! پیہم ہم نہ بھولیں گے

غزل،نقشِ ثانی

تصادم دو نگاہوں کا وہ پیہم ہم نہ بھولیں گے
تمہارے مسکرا نے کا وہ عالم ہم نہ بھولیں گے

وہ زیرِ بام سناٹے میں چھپ چھپ کر ملاقاتیں
جو تم بھولو تو بھولو جانِ عالم ! ہم نہ بھولیں گے

چڑھائی تھی نظر تم نے جو ہم پر خشمگیں ہوکر
کبھی وہ دل کشیِ حسنِ برہم ہم نہ بھولیں گے

کبھی خوابوں میں آئے اور کبھی آئے تصور میں
تمہاری یہ نوازش ہائے پیہم ہم نہ بھولیں گے

جلالِ بے نوا کو کرکے زخمی تیغ ابرو سے
پلٹ کر پھر لگانا خود ہی مرہم ہم نہ بھولیں گے

غزل،نقشِ اوّل

اثر ان میں بھی احساسِ محبت کا نمایاں ہے
کہ اب اپنے کیے پر آپ ہی سر در گریباں ہے
فروغِ حسن غمازی کرے گا لاکھ پردوں سے
حدودِ گلستاں میں رہ کے بوئے گل پریشاں ہے
سکونِ قلب کی خواہش عبث ہے راہِ الفت میں
یہاں تو ہر قدم پر بسترِ خارِ مغیلاں ہے
طلب کیسی سکونِ دل کی الفت کے منازل میں
یہاں تو ہر قدم پر بسترِ خارِ مغیلاں ہے
مقامِ عشق کی دشواریاں واللہ کیا کہئے
یہاں تو ہر قدم پر بسترِ خارِ مغیلاں ہے
ٹپک جائے اگر تو دونوں عالم کو بہا ڈالے
جو اک ناچیز قطرہ اشک کا پلکوں پہ لرزاں ہے
گرادوں تو زمانہ غرق ہوجائے سمندر میں
جو اک ناچیز قطرہ اشک کا پلکوں پہ لرزاں ہے
یہ اک انمول موتی ہے، نہ سمجھو اشک کا قطرہ
ٹپک جائے تو ہے اس کی جگہ دامانِ رحمت میں
کٹی ہے زندگی میری اسی کی جستجو کرتے
جو رہ کر میرے ہی دل میں مری نظروں سے پنہاں ہے
زمانہ ہوگیا مجھ کو اسی کی جستجو کرتے
جو رہ کر میرے ہی دل میں مری نظروں سے پنہاں ہے

رسائی مے کدے تک ہو نہیں سکتی تو کیا اس سے
اگر موسم حسیں، ساقی جواں، مطرب غزل خواں ہے
رسائی مے کدے تک جب نہیں اپنی تو کیا اس سے
اگر ٹھنڈی فضا، ساقی جواں، مطرب غزل خواں ہے
مجھے کیا فائدہ گل ہی کھلے یا نو بہار آئی
مری دنیا ہی جب محدود تا دیوارِ زنداں ہے
جلالؔ! ہر چیز کی افراط ہے اس دور میں لیکن
زمانے میں ابھی کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے
جلالؔ! ہر چیز کی افراط ہے اس دور میں لیکن
زمانے میں ابھی کمیاب بس اک جنسِ انساں ہے

دیگر، نقشِ اوّل

دلِ ناداں! غمِ ایّام سے تو کیوں پریشاں ہے
غمِ الفت ازل سے ہی نصیبِ نوعِ انساں ہے
تاسف کیوں ہے تم کو اس قدر تو کیوں پریشاں ہے
متاعِ دل کے بدلے میں، غمِ الفت تو ارزاں ہے
محبت کی رہِ دشوار کتنی سخت پیچاں ہے
کہ اس منزل کا خضرِ رہنما طفلِ دبستاں ہے
ملی ہے جانشینی کیا اسے مجنوں کی صحرا میں
بہت چمکارتا ہوں، پر دلِ وحشی گریزاں ہے
شکستِ فاش کھائی ہے کسی کی نامرادی سے
جو نازک دوش پر بکھری ہوئی زلفِ پریشاں ہے

غزل،نقشِ ثانی

قدم اٹھتے نہیں ہوش و خرد پر بارِ نسیاں ہے
بتاؤ دور کتنا دوستو ! شہرِ خموشاں ہے
ہماری سسکیوں پہ کس لیے ناداں! تو شاداں ہے
متاعِ دل کے بدلے میں یہ دردِ عشق ارزاں ہے
حقارت سے اسے کیوں دیکھتے ہو دیکھنے والو
متاعِ دل کے بدلے میں یہ دردِ عشق ارزاں ہے
سکونِ قلب کی خواہش عبث ہے راہِ الفت میں
یہاں تو ہر قدم پر بسترِ خارِ مغیلاں ہے
تمہارے حسن کا جلوہ چھپائے چھپ نہیں سکتا
چمن کی قید میں رہ کر بھی بوئے گل پریشاں ہے
ٹپک جائے تو ہے اس کی جگہ دامانِ رحمت میں
جو اک ناچیز قطرہ اشک کا پلکوں پہ لرزاں ہے
ہوا معلوم اب اے شانِ رحمت دیکھنے والے
کہ کتنی قیمتی شے یہ متاعِ ذوقِ عصیاں ہے
جلالؔ! اس دور میں افراط ہے ہر چیز کی لیکن
زمانے میں اگر کمیاب ہے تو جنسِ انساں ہے

غزل،نقشِ اوّل

وہ بے نقاب آئے ہیں میری ممات میں
پونم کی چاندی ہے اماوس کی رات میں
تو گر ہمیں برا بھی کہے تو برا نہیں
یہ ذائقہ کہاں ہے قند و نبات میں
سندر سا یہ قلم بھی کسی کام کا نہیں
ایک بوند روشنائی نہیں جب دوات میں
ہر سمت تار کول کی بارش کا زور ہے
جگنو کی روشنی بھی ہوئی گم دیہات میں
تاریکیوں کی ہر طرف بارش کا زور ہے
جگنو کی روشنی بھی ہوئی گم دیہات میں
تاریکیوں کی ہر طرف بارش کا زور ہے
بجلی کی روشنی بھی ہوئی گم دیہات میں
ہر غم کے ساتھ آئے خوشی کے بھی کچھ پیام
آئے ہیں ایسے وقت بھی میری حیات میں
ہر غم کے بعد آئے خوشی کے بھی کچھ پیام
یہ وقت آئے بارہا میری حیات میں
باطل کے سامنے میں جھکائے نہ اپنا سر
پیاسے رہے حسینؓ کنارِ فرات میں

غزل، نقشِ ثانی

آئے ہیں بے نقاب وہ میری ممات میں
پونم کی چاندنی ہے اماوس کی رات میں
ساحل کے پاس ڈوب گئی کشتیِ امید
دو گز کا فاصلہ تھا بھنور سے نجات میں
تو گر ہمیں برا بھی کہے تو برا نہیں
ایسی مٹھاس ہوتی کہاں ہے نبات میں
میرا حسیں قلم بھی کسی کام کا نہیں
اک بوند روشنائی نہیں جب دوات میں
ہر سمت تیرگی کی ہے بارش کا زور و شور
جگنو کی روشنی بھی ہوئی گم دیہات میں
ہر غم کے ساتھ آیا خوشی کا بھی اک پیام
ایسا بھی وقت آیا ہماری حیات میں
باطل کے سامنے نہ جھکے نہ جھکایا سر
پیاسے رہے حسینؓ کنارِ فرات میں
والد کے سر پہ قرض کا ہے بار تو رہے
پیسے مگر ہوں خرچ جہیز و برات میں
دشمن کے داؤ پیچ کی کیا فکر ہے جلالؔ !
لغزش نہ آئے آپ کے پائے ثبات میں

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

غزل،نقشِ اوّل

ابتک گئی ہے تم سے رذالت کی بو نہیں
مانا صنم کہ تم سا کوئی ماہرو نہیں
تحقیقِ جرم کی ہے کوئی جستجو نہیں
کرتے ہیں عیب پیچھے بیاں ، روبرو نہیں
یاروں میں اب ہے کوئی صداقت کی خو نہیں
کرتے ہیں عیب پیچھے بیاں ، روبرو نہیں
لوگوں میں اب ہے باقی صداقت کی بو نہیں
کرتے ہیں عیب پیچھے بیاں ، روبرو نہیں
بد خواہ کوئی میرا اگر ہے تو وہ رہے
میں ہوں مگر جہاں میں کسی کا عدو نہیں
اسرارِ بے خودی کو ہمارا سمجھ سکے
اتنی تو دور بین ہے نگاہِ عدو نہیں
واعظ بھی آ رہے ہیں شب و روز مے کدہ
جاتی ہے دل سے لذّتِ جام و سبو نہیں
آتے ہیں مے کدے میں بہانے سے وعظ کے
جاتی ہے دل سے لذّتِ جام و سبو نہیں
قلب و نظر میں حسرتِ دیدِ حجاز ہے
اس کے سوا جلالؔ کی کچھ آرزو نہیں

دیگر، نقشِ اوّل

محفوظ اس بشر کی رہی آبرو نہیں
تاروں کی طرح جس کی نظر سو بہ سو نہیں

کرتا ہے اعترافِ حقیقت میں عذر کیا
پیتا ہوں میں شراب مگر بے وضو نہیں

گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے لگے ہیں لوگ
اب اعتبارِ ساقی و جام و سبو نہیں

حسنِ عمل کا چہرۂ انور پہ ہے نقاب
دامانِ پارسا میں یہ داغِ رفو نہیں

قطرے گرے تھے بادۂ رنگیں کے رات کو
دامانِ پارسا میں یہ داغِ رفو نہیں

پتھر جوابِ خشت پہ جس کا عمل رہے
شمشیر بھی بہا سکے اس کا لہو نہیں

معیارِ خُلق ذاتِ رسالت مآبؐ ہے
اپنے خیال میں تو کوئی زشت خو نہیں

ہر دم رواں دواں ہوں میں منزل کی ہے تلاش
رک رک کے چلتا جیسے کبھی آب جو نہیں

دیگر، نقشِ اوّل

شاید مرے گناہ ہوئے ہیں عفو نہیں
اوروں کی طرح مجھ سے جو کی گفتگو نہیں
اس آدمی کا ہوگا زمانہ عدو نہیں
ہے جس کے دل میں کبرِ من و ما و تو نہیں
سارے جہاں میں اس کا ہے کوئی عدو نہیں
ہے جس کے دل میں کبرِ من و ما و تو نہیں
سارے جہاں میں اس کا ہے کوئی عدو نہیں
جس میں نہاں غرورِ من و ما و تو نہیں
حالاتِ گرد و پیش کی اس کو خبر کہاں
تاروں کی طرح جس کی نظر سو بہ سو نہیں
چھینٹے پڑے ہیں بادۂ رنگیں کے رات کو
دامانِ پارسا میں یہ داغِ رفو نہیں
پتھر جواب خشت کا عامل جو ہوگیا
شمشیر بھی بہا سکی اس کا لہو نہیں
منزل کی ہے تلاش تو ہر دم رواں رہو
رک رک کے چلتا جیسے کبھی آب جو نہیں
منزل کی جستجو میں اٹھا ہر قدم کو تیز
رک رک کے چلتا جیسے کبھی آب جو نہیں
منزل کی جستجو میں اٹھا گام تیز تر
رک رک کے چلتا جیسے کبھی آب جو نہیں

منزل کی کھوج میں رہو ہر دم رواں دواں
رک رک کے چلنا جیسے کبھی آب جو نہیں

اغیار اعتراف کرے تو بڑی ہے بات
اپنے خیال میں تو کوئی زشت خو نہیں

دشمن کا اعتراف شہادت کمال کی
اپنے خیال میں تو کوئی زشت خو نہیں

مقصود ہے یہی کہ کدورت سے دل ہو صاف
پیتا ہے گر شراب کوئی بے وضو نہیں

مقصود ہے یہی کہ کدورت سے دل ہو صاف
پیتا ہوں میں شراب مگر بے وضو نہیں

واعظ بھی آتے جاتے ہیں اب میکدے روز
جاتی ہے دل سے لذتِ جام و سبو نہیں

واعظ بھی ملنے آتے ہیں ساقی سے روز اب
جاتی ہے دل سے الفتِ جام و سبو نہیں

واعظ بھی چھپ کے ملتے ہیں ساقی سے روز اب
جاتی ہے دل سے الفتِ جام و سبو نہیں

ریشم کی طرح نرم بناؤ مزاج کو
تلوار پی سکے گی تمہارا لہو نہیں

جس کا مزاج نرم رہا موم کی طرح
شمشیر بھی بہا سکی اس کا لہو نہیں

غزل،نقشِ ثانی

مانا صنم کہ تم سا کوئی خوبرو نہیں
پر جس طرح کہ تم ہو تمہاری ہے خو نہیں
بد خواہ کوئی اپنا اگر ہے رہا کرے
میرا طریقِ کار جوابِ عدو نہیں
اُس راہ رو کا بچ کے نکلنا محال ہے
تاروں کی طرح جس کی نظر مُو بہ مُو نہیں
باطن اگر ہے صاف تو ظاہر سے کیا خطر
تلوار زرہ پوش کا پیتی لہو نہیں
منزل کی جستجو میں رہو تم رواں دواں
رُک رُک کے چلتا جیسے کبھی آب جُو نہیں
اوروں کو ہو پسند تو خوبی کی بات ہے
اپنے خیال میں تو کوئی زشت خو نہیں
واعظ بھی میکدہ میں پہنچتے ہیں آئے دن
جاتی ہے دل سے الفتِ جام و سبُو نہیں
قلب و نظر میں حسرتِ دیدِ حجاز ہے
اس کے سوا جلالؔ کی کچھ آرزو نہیں

غزل،نقشِ اوّل

سنا ہے راہ بر ہی راہ زن ہے
سفر کا راستہ اب پُر خطر ہے
سنا ہے راہ بر ہی راہ زن ہے
سفر کرنا مسافر ! پُر خطر ہے
دو راہے پر کھڑا ہوں میں بتادو
کدھر جاؤں مری منزل کدھر ہے ؟
یہاں مسجد وہاں مندر کا جھگڑا
کدھر جاؤں مری منزل کدھر ہے ؟
یہاں مسجد وہاں مندر کا جھگڑا
مرا خلوت کدہ ہی خوب تر ہے
اندھیری رات کا شکوہ نہ کرنا
اجالے کی یہی پیغام بر ہے
لگاتا ہے اسی پر ضربِ تیشہ
قدم ناداں ترا جس شاخ پر ہے
بچا اب بھی تو اپنے کو خطا سے
کہ خنجر موت کا بالائے سر ہے
کھڑا ہے ایک بھائی لے کے تلوار
ہراساں ایک بھائی وار پر ہے
رفیقو ! راستہ آسان پکڑو
جلاؔلِ ناتواں بھی ہم سفر ہے
رفیقو ! راستہ ہموار سوچو
جلاؔلِ ناتواں بھی ہم سفر ہے

باقیاتِ قاضی جلاؔل ہری پوری

غزل، نقشِ ثانی

سنا ہے راہزن ہی راہ بر ہے
سفر کیا اب حضر میں بھی خطر ہے

کہیں مذہب کہیں ہے ذات کی جنگ
مرا خلوت کدہ ہی خوب تر ہے

اندھیری رات سے اے دل ! نہ گھبرا
اُجالے کی یہی پیغام بر ہے

اُسی کی بیخ کو تو کاٹتا ہے
قدم ناداں ! ترا جس شاخ پر ہے

اٹھاؤ ہر قدم ہشیار ہوکر
قضا منڈلا رہی بالائے سر ہے

کھڑا ہے ہاتھ میں تلوار لے کر
وہی جس کا برادر وار پر ہے

رفیقو ! راستہ ہموار پکڑو
جلالؔ بے نوا بھی ہم سفر ہے

غزل،نقشِ اوّل

خوشی میں تو اہلِ نعم یاد آئے
پڑا کوئی دکھ جب تو ہم یاد آئے
خوشی کے دنوں میں تو کم یاد آئے
بکثرت مگر وقتِ غم یاد آئے
خوشی میں تو اہلِ نعم یاد آئے
کٹھن وقت آیا تو ہم یاد آئے
مسرت میں اہلِ نعم یاد آئے
کٹھن وقت آیا تو ہم یاد آئے
سنایا جو جو واعظ نے حوروں کا قصہ
ہمیں اس گھڑی تم صنم یاد آئے
سنایا جو واعظ نے حوروں کا قصہ
تمہاری گلی اور تم یاد آئے
ببولوں کے سایہ کی جانب بڑھے تو
ہمیں اپنے زخمِ قدم یاد آئے
پڑی جب بھی ان کی نظر میرے اوپر
انہیں تازہ تازہ ستم یاد آئے
مجھے دیکھتے ہی ہوئیں سرخ آنکھیں
بہت تازہ تازہ ستم یاد آئے
لیا ذوقؔ و غالبؔ کا جب نام کوئی
ہمیں نجم و یوسف کے دم یاد آئے
جلالِؔ حزیں ! شمسِ چرخِ ادب کو
اگر آئے ہم بھی تو کم یاد آئے

جلالِ حزیں ! شمسؔ چرخِ ادب کو
تنک تاب تارے ہی کم یاد آئے
جلالِ حزیں ! شمسؔ تاباں کے دل کو
اگر آئے بھی ہم تو کم یاد آئے
جلالِ حزیں ! شمسؔ تاباں کے دل کو
تنک تاب تارے ہی کم یاد آئے

غزل،نقشِ ثانی

خوشی میں تو اہلِ نعم یاد آئے
برا وقت آیا تو ہم یاد آئے
ہوا جنت و حور کا تذکرہ جب
گلی اُن کی اور وہ صنم یاد آئے
ببولوں کے سایہ نے جس دم پکارا
ہمیں اپنے زخمِ قدم یاد آئے
ہمیں دیکھتے ہی سوئے بزم آتے
انہیں تازہ تازہ ستم یاد آئے
لیا نام شعرائے پیشیں کا کوئی
ہمیں نجمؔ (۱) و یوسفؔ(۲) کے دم یاد آئے
جلالِ حزیں ! شمسؔ (۳) چرخِ ادب کو
اگر آئے بھی ہم تو کم یاد آئے

(۱)نجم ہری پوری(۲)مولانا یوسفؔ رشیدی (۳)شمس جلیلی،شیشہ باڑی

غزل، نقشِ اوّل

جو ساتھ رہا تھا برسوں تک تڑپ تڑپ کے جینے میں
شمشیر بہ کف پہنچے چھپ کر وہ سرہانے میں
ایسے بھی نظر آئے احباب زمانے میں
جو خندہ بہ لب ہوئے دشمن کے گھرانے میں
اس کو بھی مسرت ہے اب میرے ستانے میں
دل جس کا تڑپتا تھا میرے لئے سینے میں
طنز کے تیر چلانے والے اغیار کے سینے میں
اپنی صورت بھی وہ دیکھیں انصاف کے آئینے میں
طنز کے تیر چلانے والے اغیار کے سینے میں
اپنے کو بھی وہ دیکھیں انصاف کے آئینے میں
اے تیر چلانے والے اغیار کے سینے میں
اپنے کو بھی دیکھو تو ، انصاف کے آئینے میں
طنزوں کے تیر افگن اغیار کے سینے میں
اپنے کو بھی دیکھیں تو انصاف کے آئینے میں
طنزوں کے تیر افگن اغیار کے سینے میں
اپنے کو بھی دیکھو تو ، انصاف کے آئینے میں
یارب ! ہو خیر کیا انہیں چھیڑا ہے کسی نے
چہرہ ہے تمتمایا ، ڈوبے ہیں پسینے میں

تو حسنِ غزل جانِ غزل روحِ غزل ہے
تصویر کھدی ہے تیری آنکھوں کے نگینے میں

فرصت نہیں ملتی پڑھنے کی نمازیں گر
سن لیتے ہیں قرآن تو آکر وہ شبینے میں

سب سے پیچھے ہی رہتے ہیں جو دینے میں
ہاتھ رہتا ہے انہی کا بہت آگے تو لینے میں

وقت جب دینے کا آتا ہے تو ہوجاتے ہیں پیچھے
ہاتھ رہتا ہے بہت آگے ان ہی کا تو لینے میں

رات تم سے وہ بغل گیر ہوئے ہوں گے ضرور
مشک کی بو ملی صبح رقیبوں کے پسینے میں

رات تم سے تو بغل گیر ہوا ہوگا رقیب
صبح زلفوں کی بو ملی ان کے پسینے میں

ہے عطر وہاں کا پانی مٹی ہے وہاں کی مشک
فردوس اتارا ہے خالق نے مدینے میں

پانی ہے آبِ کوثر مٹی ہے مشک و عنبر
فردوس اتارا ہے خالق نے مدینے میں

تم ارض و سما میں جہاں چاہو رہو چھپ کر
تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں

اب ہم سے کسی صورت تم چھپ ہی نہیں سکتے

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری

تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں
بے سود ہے کوشش اب چھپنے کی تمہیں ہم سے
تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں
بے سود ڈھونڈتا ہے چھپنے کی جگہ تم کو
تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں
ہر بات غزل ہے اب اے روحِ غزل ! میری
ہے عکس تیرا جب سے اس دل کے سفینے میں
بہہ بہہ کے نکلتے ہیں اشعار کے موتی ہی
ہے عکس ترا جب سے آنکھوں کے سفینے میں
پُر آب ہیں آنکھیں بھی چہرہ بھی ہے اترا سا
کیوں ہو جلالِؔ محزوں ! ڈوبے ہوئے پسینے میں
بولو اے جلالِؔ خستہ ! کیوں اتنا پریشاں ہو
غم ناک ہے چہرہ بھی ڈوبے ہوئے پسینے میں

غزل،نقشِ ثانی

اب فرق نہیں پڑتا آنے میں نہ آنے میں
تصویر تمہاری ہے آنکھوں کے نگینے میں
ایسے بھی نظر آئے احباب زمانے میں
شمشیر بکف پہنچے چھپ کر جو سرہانے میں
ہر بات غزل ہے اب اے جانِ غزل! میری

ہے عکس ترا جب سے اس دل کے سفینے میں
دنیے میں ہمیشہ جو رہتے ہیں بہت پیچھے
رہتا ہے بہت آگے ہاتھ ان کا ہی لینے میں
روزے نہیں رکھتے تو کیا اس سے بگڑتا ہے
پابندی تو کرتے ہیں افطار کے کرنے میں
ہر جمعہ نہا دھوکر مسجد میں پہنچتے ہیں
سن لیتے ہیں قرآں بھی بیٹھے ہی شبینے میں
پُر آب ہیں آنکھیں بھی چہرہ بھی ہے اترا سا
غم ناک جلالؔ دیں ڈوبا ہے پسینے میں

غزل،نقشِ اوّل

قصور اس کا نہیں ایسا ہمارا ہی مقدر تھا
اٹھائے جس کو ہم گوہر سمجھ کر ایک پتھر تھا
خطا کیا اس میں آنکھوں کی یہی حرفِ مقدر تھا
اٹھائے جس کو گوہر جان کر وہ ایک پتھر تھا
انا جس کو بہت تھا اپنے خنجر کی روانی پر
سویرے اٹھ کے دیکھا سر اسی کا زیرِ خنجر تھا
سنا کر جوہرِ خنجر ڈراتا تھا جو اوروں کو
نظر آیا سویرے سر اسی کا زیرِ خنجر تھا
بتاتا تھا جو داؤں رات کو خنجر چلانے کا

نظر آیا سویرے سر اسی کا زیرِ خنجر تھا
بھروسہ قوتِ بازو پہ اپنی تھا بہت جس کو
سویرے معرکے میں سر اسی کا زیرِ خنجر تھا
بڑھا تھا کیا کسی کا ہاتھ سہلانے کی خاطر سے
نظر ڈالی تو زخموں پر نشانِ ضربِ نشتر تھا
بڑی شانِ ترحُم سے کوئی تھا آ کے سہلایا
نظر ڈالی تو زخموں پر نشانِ نوکِ نشتر تھا
میں سمجھا تھا کوئی آیا مری چوٹوں کو سہلانے
مگر دیکھا تو چوٹوں پر ہماری ، نوکِ نشتر تھا
بڑھا ہے کیا کسی کا ہاتھ سہلانے کی خاطر سے
نظر ڈالی تو زخموں پر ہمارے ، داغِ نشتر تھا
لباسِ نو بنو سیتی رہی سب کے لیے سوزن
برہنہ رات دن لیکن اسی کا جسمِ لاغر تھا
لباسِ نو بنو سب کے لیے سیتی رہی سوزن
برہنہ رات دن رہنا مگر اس کا مقدر تھا
درِ گلشن پہ پہرا تھا تو کیا ، اڑ کر پہنچ جاتے
جو آیا وقتِ گل اپنا نہ بازو تھا نہ شہپر تھا
جہاں مامن سمجھ کر ہم جلالؔ بے نوا پہنچے
مگر تدبیر الٹی وہ بھی اک صیاد کا گھر تھا
جہاں مامن سمجھ کر ہم جلالؔ بے نوا ! پہنچے
ہوئی تدبیر الٹی وہ بھی اک صیاد کا گھر تھا

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

غزل،نقشِ ثانی

نہیں تقصیر آنکھوں کی یہی حرفِ مقدّر تھا
اٹھائے جس کو گوہر دیکھ کر وہ ایک پتھر تھا
جو اپنی تیغ کو صیقل سے چمکاتا رہا شب بھر
سویرے معرکہ میں سر اسی کا زیرِ خنجر تھا
بڑی شانِ ترحّم سے کسی نے آکے سہلایا
نظر ڈالی تو زخموں پر نشانِ نوکِ نشتر تھا
لباسِ فاخرہ سب کے لئے سیتی رہی سوزن
اسیرِ بے لباسی پر اسی کا جسمِ لاغر تھا
درِ گلشن پہ پہرا تھا تو کیا ، اڑ کر پہنچ جاتے
مگر جب وقتِ گل آیا تو بازو تھا نہ شہپر تھا
جہاں مامن سمجھ کر ہم جلالِؔ بے نوا ! پہنچے
مگر تقدیر اپنی وہ بھی اک صیاد کا گھر تھا

غزل،نقشِ اوّل

لگا کر بھیڑیا سے دوستی شاداں جو پر فن تھا
جگر کے خون میں لتھڑا ہوا اس کا بھی دامن تھا
جو کانٹوں سے محبت جوڑنے میں ماہرِ فن تھا
بالآخر خون میں لتھڑا ہوا اس کا بھی دامن تھا
غنیمت ہے بچا کر آگئے ہم جان صحرا سے
کہ آہو کے تعاقب میں بہ ہر سو تیر افگن تھا
بچا کر ہم بھی چشمِ باغباں سے پھول چن لیتے

مگر ملحوظ خاطر اس گھڑی آدابِ گلشن تھا
نگاہِ باغباں سے بچ کے ہم بھی پھول چن لیتے
مگر ملحوظ خاطر اس گھڑی آئینِ گلشن تھا
نظر آتے جہاں پر گھونسلے زاغ و زغن کے اب
اسی گلشن کے کونے میں ہمارا بھی نشیمن تھا
جہاں زاغ و زغن نے گھونسلے اپنے بنائے ہیں
اسی ویران گلشن میں ہمارا بھی نشیمن تھا
جہاں زاغ و زغن نے گھونسلے آکر بنائے ہیں
وہیں اک خشک ٹہنی پر ہمارا بھی نشیمن تھا
چھپا لیتے ہم اپنی چاک دامانی کو اوروں سے
ہمارے ہاتھ میں لیکن نہ تاگے تھے نہ سوزن تھا
کبھی بھرنے نہ پایا زخمِ دل زخمِ جگر میرا
رہا بدنام دشمن ، دوستوں کے پاس ناخن تھا
یہ داغِ دل ہی کام آئے تو ہنگامِ مصیبت میں
جہاں تھی روشنی پھوٹی ہوئی وہ میرا مدفن تھا
کرم کی اک ادا ہے چور کو خود گھر دکھا دینا
جہاں ٹھہری تھی آکر فوجِ دشمن تیرا آنگن تھا
دکھا کر چور کو گھر مطمئن سونے کی خواہش ہے
جہاں ٹھہری تھی آکر فوج غم کی تیرا آنگن تھا
رہے حق بات کہنے میں ہمیشہ ہی قدم پیچھے
جلالؔ بے نوا ! کیا تو بھی گاؤں کا مہاجن تھا

غزل، نقشِ ثانی

لگا کر بھیڑیا سے دوستی شاداں جو پر فن تھا
بالآخر خون میں لتھڑا ہوا اس کا بھی دامن تھا

نہ جانے بے گھری کو ہم سے اتنی دوستی کیوں ہے
پلٹ آئے جو صحرا سے تو گھر اُلّو کا مسکن تھا

جہاں زاغ و زغن کے گھونسلے اب ہیں گلستاں میں
وہیں اک شاخِ تازہ پر ہمارا بھی نشیمن تھا

کبھی بھرنے نہ پایا زخمِ دل زخمِ جگر میرا
عدو بدنام ہے پر دوستوں کے پاس ناخن تھا

اندھیرے میں یہ داغِ دل ہی میرے کام میں آئے
جہاں تھی روشنی پھوٹی ہوئی وہ میرا مدفن تھا

سمیٹ کر ہم بھی دامن پھول چن لیتے نکل جاتے
مگر محبوب بے حد ہم کو نیشِ خارِ گلشن تھا

دکھا کر چور کو گھر مطمئن لیتا ہے خراٹے
جہاں تھا کاروانِ درد ٹھہرا تیرا آنگن تھا

تو خونِ دل رہا پیتا وہ خونِ قوم و ہمسایہ
جلالِ بے نوا ! کیا تو بھی گاؤں کا مہاجن تھا

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری

غزل، نقشِ اوّل

آسماں سے کیا اتر آیا ہے چاند
نور کی کرنیں چلی ہیں بام سے
آسماں سے کیا اتر آیا ہے چاند
نور کا سیلاب پھوٹا بام سے
گردشِ مینا میں ہے کیا سرور
پوچھئے جا کر یہ مے آشام سے
عاقبت تیرے حوالے اے خدا !
زندگی کے دن کٹیں آرام سے
ہر عمل کو وعدۂ فردا دیا
اس طرح غافل رہا انجام سے
دامنِ مہتاب جب ہے داغ دار
آدمی کیوں کر بچے الزام سے
چشمِ ساقی سے ہی پیتے ہیں جلالؔ !
ہم نہیں منت پذیرِ جام سے

غزل، نقشِ ثانی

آسماں سے کیا اتر آیا چاند
نور کا سیلان ہے کیوں بام سے
گردشِ پیمانہ میں ہے کیا سرور

پوچھنا ہے پوچھ لو خیام سے

عاقبت تیرے حوالے اے خدا!

کٹ تو جائے زندگی آرام سے

دامنِ مہتاب جب ہے داغ داغ

آدمی کیوں کر بچے الزام سے

چشمِ ساقی سے میں پیتا ہوں جلالؔ!

کیا مجھے مطلب سبو سے جام سے

غزل،نقشِ اوّل

اپنی غیرت کو سہارا بھی گوارہ تو نہیں

بیٹھ جاتا ہوں وہیں درد جہاں اٹھتا ہے

ایسا رسوائے زمانہ ہے مرا حال کہ اب

دیکھنے والا بھی انگشت بدہاں اٹھتا ہے

جم کے بن جاتا ہے اک اور فلک زیرِ فلک

یاس و حسرت کا جگر سے جو دھواں اٹھتا ہے

غزل،نقشِ ثانی

جم کے بن جاتا ہے اک اور فلک زیرِ فلک

حسرتوں کا جو مرے دل سے دھواں اٹھتا ہے

لوں کسی کا میں سہارا یہ گوارہ بھی نہیں

بیٹھ جاتا ہوں وہیں درد جہاں اٹھتا ہے

غزل، نقشِ اوّل

سرخ ہونٹوں تلے دانت وہ اجلے اجلے
آگ سے برف ڈھکی ہے یہ گماں ہوتا ہے
بیچ میں دم کہیں لیتا نہیں منزل کے سوا
کارواں عمر کا ہر وقت رواں ہوتا ہے
جانشیں نجم کا کہتے ہیں تجھے لوگ جلالؔ !
رنگ ان کا تری غزلوں میں کہاں ہوتا ہے
جانشیں نجم کا کہتے ہیں تجھے لوگ جلالؔ !
ان کا انداز تری غزلوں میں کہاں ہوتا ہے

غزل، نقشِ ثانی

سرخ ہونٹوں کے تلے دانت وہ اُجلے اُجلے
آگ میں برف چھپی ہے یہ گماں ہوتا ہے
منزلِ مرگ میں رکتا ہے پہنچ کر ، ہمدم !
کارواں عمر کا ہروقت رواں ہوتا ہے
جانشیں نجمؔ کا کہتے ہیں تجھے لوگ جلالؔ !
رنگ ان کا تری غزلوں میں عیاں ہوتا ہے

غزل،نقشِ اوّل

نظر جس شاخ پر ڈالی بہ فکرِ آشیاں ہم نے
وہیں اٹھتا ہوا دیکھا اسی دم بس دھواں ہم نے
سنائی ہے کہاں بربادیوں کی داستاں ہم نے
ابھی تو پیش کی ہے صرف تمہیدِ بیاں ہم نے
گل و غنچہ کی نکہت پر ہمارا بھی تو کچھ حق ہے
کہ سینچا ہے چمن خونِ جگر سے باغباں! ہم نے
ہمیں بھی کھیلنے کا حق ہے پھولوں کے تبسم سے
کہ سینچا ہے چمن خونِ جگر سے باغباں ! ہم نے
عقابی چشم سے کیوں دیکھتی ہے برق گلشن کو
ابھی تو لائے ہیں چن کر یہ تنکے ہی یہاں ہم نے
نگاہِ برق کیوں اٹھتی ہے پیہم جانبِ گلشن
ابھی تو لائے ہیں چن کر یہ تنکے ہی یہاں ہم نے
نگاہِ برق کیوں اٹھنے لگی تیزی سے گلشن پر
ابھی تو لائے ہیں چن کر یہ تنکے ہی یہاں ہم نے
نگاہِ برق کیوں اٹھنے لگی تیزی سے گلشن پر
ابھی تو ایک تنکا لا کے رکھا ہے یہاں ہم نے
متاعِ دل کے بدلے میں ملا ہے درد الفت کا
خریدی ہے بڑے داموں سے، یہ جنسِ گراں ہم نے
شب تاریک کے دامن میں ہے صبحِ درخشاں بھی

قریب خار ہی دیکھا ہے پھولوں کا مکاں ہم نے
شب تاریک ہے پیغام بر صبحِ درخشاں کی
بہاروں کو تو دیکھا ہے بدامانِ خزاں ہم نے
شب تاریک کے دامن میں ہے صبحِ درخشاں بھی
بہاروں کا نشاں پایا بدامانِ خزاں ہم نے
شب تاریک کے دامن میں ہے صبحِ درخشاں بھی
مہک پائی ہے پھولوں کی بدامانِ خزاں ہم نے
جلالِؔ بے نوا ! ملتی نہیں ہے مفت یہ دولت
کسی پر مر کے پائی ہے حیاتِ جاوداں ہم نے
جلالِؔ غم زدہ ! رہبر نے ہم کو دے دیا دھوکا
نہ کھایا زندگی بھر گو فریبِ رہزناں ہم نے
جلالِؔ بے نوا ! ناکامیِ قسمت کا کیا شکوہ
اجاڑا اپنے ہاتھوں سے تو اپنا گلستاں ہم نے

غزل نقشِ ثانی

وہیں گرتی ہوئی دیکھی ہیں اکثر بجلیاں ہم نے
بنانے کو جہاں سوچا تھا دل میں آشیاں ہم نے
یہ آنسو کوثر و تسنیم سے بھی قیمتی تر ہیں
بجھائی ہیں ان ہی سے سوزشِ قلبِ تپاں ہم نے
متاعِ دل کے بدلے میں ملا ہے درد الفت کا
خریدی ہے بڑی قیمت سے یہ جنسِ گراں ہم نے

شبِ تاریک کے دامن میں رہتا ہے سویرا بھی
قریبِ خار ہی پھولوں کا دیکھا ہے مکاں ہم نے
جلالِ بے نوا ! ارض و سما نے بھی تو حد پائی
مگر اپنی شبِ غم ہی کو پایا بیکراں ہم نے

غزل، نقشِ اوّل

جب رخِ روشن پہ ان کے ، زلف کا سایہ ہوا
تیرگی عالم پہ چھائی رات کا دھوکا ہوا
جب رخِ روشن پہ ان کے ، زلف کا سایہ ہوا
چاند آیا ہے گہن میں سب کو یہ دھوکا ہوا
زخم تو قطرہ تھا پہلے بڑھ کے اک دریا ہوا
چارہ گر کو اس پہ اب ناسور کا دھوکا ہوا
جب بھری محفل میں رازِ عشق کا چرچا ہوا
حسنِ بے پروا یہ سن کر اور بے پروا ہوا
کرہی ڈالی دل کی غمازی نگاہِ منتظر
آپ نے انکار ہی مجھ سے کیا تو کیا ہوا
اے نگاہِ منتظر! تونے ہمیں رسوا کیا
ہم اگر انکار ہی کرتے رہے تو کیا ہوا
قطرہائے اشک کی یہ غم گساری آفریں !
گریۂ پیہم سے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا
ٹھوکریں ہمت شکن ہر گام پر لگتی رہیں

حسرتوں کا قافلہ جب مرحلہ پیما ہوا
آئینہ میں دیکھ کر عکسِ جمالِ دل نشیں
اس پری وش کا تغافل اور دوگونا ہوا
جھینپ جانا بھی ہے ، ان کی اک ادائے دلبری
ورنہ یہ چشمِ تصور سے کہاں پردا ہوا
پیکرِ حیرت بنا زعمِ غلط جاتا رہا
جب مقابل حسن کے پرتو کا ، آئینہ ہوا
پیکرِ حیرت بنا زعمِ غلط جاتا رہا
روئے روشن کے مقابل مات آئینہ ہوا
ہاں جلالؔ بے نوا ! اب قافیہ سنجی نہ کر
بے تکے شعروں سے تیرے جی مرا پھیکا ہوا

غزل،نقشِ ثانی

جب رخِ روشن پہ تیرے زلف کا سایہ ہوا
تیرگی عالم میں چھائی رات کا دھوکا ہوا
اے نگاہِ منتشر ! تو نے ہمیں رسوا کیا
دوستوں میں آج میرے عشق کا چرچا ہوا
قطرہ ہائے اشک کی یہ غم گساری آفریں !
ان کے بہہ جانے سے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا
نامرادی پیچھے پیچھے مسکراتی آگئی
کارواں امّید کا جب مرحلہ پیما ہوا

آئینہ میں دیکھ کر عکسِ جمالِ دلنشیں
اُس پری پیکر کا نازِ حسن دوبالا ہوا

ابر کے پردے میں کیا بجلی کبھی پنہاں رہی
تم نے چلمن بھی جو لگوائی تو کیا پردا ہوا

انگلیاں اٹھنے لگیں خلقت تماشائی ہوئی
جس طرف گزرا تمہارے در کا ٹھکرا یا ہوا

پیکرِ حیرت بنا زعمِ غلط جاتا رہا
سامنے آکر ترے شرمندہ آئینا ہوا

کیا کسی قتالۂ عالم سے آنکھیں لڑ گئیں
کھوئی کھوئی سی نظر، چہرہ بھی ہے اترا ہوا

اے جلالؔ بے نوا ! اب قافیہ سنجی نہ کر
بے مزہ شعروں سے تیرے دل مرا پھیکا ہوا

غزل، نقشِ اوّل

اسی کا نام ہے شاید سمندر بند کوزے میں
دلِ ناشاد میں تصویر اس کی دیکھ لی میں نے

شہیدانِ محبت کی یہ آنکھیں بحرِ قلزم ہیں
بجھائی ہے سرشکِ چشم سے تشنہ لبی میں نے

یہی کعبہ کلیسا بھی یہی ہے عرش و کرسی بھی
دلِ برباد کی واللہ وسعت دیکھ لی میں نے

بتائے قیس کیا مجھ کو سلیقہ عشق بازی کا
اسی شغلِ حسیں میں ختم کردی زندگی میں نے
مجھے کیا ہوش آئے گا کہ ان مخمور آنکھوں سے
جلالِ بادہ کش! پی ہے شرابِ بے خودی میں نے

غزل،نقشِ ثانی

وفاداری میں کیا رکھی ہے اب بھی کچھ کی میں نے
لٹادی تیرے قدموں پر متاعِ زندگی میں نے
ادب ملحوظِ خاطر احترام ان کا رہا دل میں
اگرچہ بے خودی میں بھی کبھی کچھ بات کی میں نے
اسیرانِ محبت کی یہ آنکھیں بحرِ قُلزم ہیں
بجھائی ہے سرشکِ چشم سے تشنہ لبی میں نے
اسی دنیا میں تھی انسانیت بھی کس طرح مانوں
یہاں تو چار سو دیکھی ہے بس حیوانگی میں نے
مجھے کیا ہوش آئے گا کہ ان مخمور آنکھوں سے
جلالِ بے نوا! پی ہے شرابِ بے خودی میں نے

غزل، نقشِ اوّل

سوزِ جگر کا حال کسی پر عیاں نہ ہو
جلتا رہوں اس آگ میں لیکن دھواں نہ ہو
وہ دل ہی کیا ہے جو نہ ہو غم کا ترے امین
وہ آنکھ کیا جو تیرے لیے خوں چکاں نہ ہو
موسیٰ کے کی طرح جلوۂ دیدار کے لیے
یارب! مجھے قیودِ زمان و مکاں نہ ہو
آجائے رحم ان کو مرے حالِ زار پر
خود داریوں پہ منتِ نطق و بیاں نہ ہو

غزل، نقشِ ثانی

سوزِ جگر کا حال کسی پر عیاں نہ ہو
جلتا رہوں اس آگ میں لیکن دھواں نہ ہو
پتھر وہ دل ہے جو نہ ہو تیرا اسیرِ زلف
وہ آنکھ کیا جو تیرے لیے خوں چکاں نہ ہو
اوروں کی طرح جلوۂ دیدار کے لیے
یارب ! مجھے قیودِ زمان و مکاں نہ ہو
میری زبانِ حال مرا ترجماں بنے
خود داریوں پہ منتِ نطق و بیاں نہ ہو

غزل خاص برائے محمد رضوان سلمہ، نقشِ اوّل

یکساں کہاں کسی کی دنیا میں صبح و شام
دیکھا ہے چاند کو بھی آتے ہوئے گہن میں
یکساں کہاں رہی کسی کی یہ صبح و شام
دیکھا ہے چاند کو بھی آتے ہوئے گہن میں
روشن ہوئے ہیں اس سے اوروں کے جیب و دامن
کوئی عقیق ابتک چمکا کہاں عدن میں
اوروں نے جیب و دامن اپنے تو بھر لیے ہیں
چمکا عقیق کوئی ہرگز نہیں عدن میں
اوروں کے جیب و دامن اس سے چمک گئے ہیں
چمکا عقیق کوئی اب تک کہاں یمن میں
رضوانؔ ! تیری خاطر ابتک میں جی رہا ہوں
تو پھول بن کے آئے مہتابؔ کے چمن میں
اس آرزو کو لے کر رضوانؔ! میں جی رہا ہوں
تو پھول بن کے آئے مہتابؔ کے چمن میں
تیرے لیے دعائیں کرتا ہوں روز و شب میں
بلبل کی طرح چہکے علما کی انجمن میں
جنت میں چاہتا ہوں ایسا جو آگیا تو

رضوآں ! ہوگی جنت کاشانۂ وطن میں

رضوآں کے دم قدم سے اک دن جلاآلِ محزوں!

جنت ضرور ہوگی تیرے گھر آنگن میں

رضوآں کے دم قدم سے اک دن جلاآلِ محزوں !

جنت بسیگی آکر تیرے گھر آنگن میں

رضوآں کے دم قدم سے بے شک جلاآلِ محزوں !

جنت اتر پڑے گی اک دن ترے چمن میں

غزل خاص برائے محمد رضوان سلمہٗ نقشِ ثانی

کیا حرج ہے رہوں میں گر تیری انجمن میں

پھولوں کے ساتھ کانٹے رہتے تو ہے چمن میں

یکساں کہاں رہی ہے صبح و مسا کسی کی

دیکھا ہے چاند کو بھی آتے ہوئے گہن میں

آیا تجھے تبسم بے ہوش ہوگیا میں

کیا بجلیاں چھپی تھیں آکر ترے دہن میں

اوروں کے جیب و دامن اس سے چمک گئے ہیں

چمکا عقیق کوئی ابتک کہاں عدن میں

اس آرزو کو لے کر ابتک میں جی رہا ہوں

تو پھول بن کے آئے مہتاؔب(۱) کے چمن میں

کرتا ہوں روز وشب میں تیرے لیے دعائیں
بلبل کی طرح چہکے علما کی انجمن میں
رضواںؔ کے دم قدم سے اک دن جلالِؔ محزوں!
جنت اتر کے آئے گی آپ کے وطن میں

(۱) قاضی منشی مہتاب الدین احمد مرحوم قاضی جلالؔ کے دادا تھے۔

غزل،نقشِ اوّل

ہر سمت ڈھونڈتا ہوں تجھے تو کہاں گیا
مجھ کو بھی اب بلالے وہاں تو جہاں گیا
ناکام رہ گئی مری تدبیر آج بھی
تو لے کے جام ساقیِ مہوش ! کہاں گیا
میں تو یہاں کھڑا ہوں ترے انتظار میں
تو لے کے جام ساقیِ مہوش ! کہاں گیا
قسمت سے پیچھے آج بھی تدبیر رہ گئی
تو لے جام ساقیِ مہوش ! کہاں گیا
بیٹھے ہیں دیر سے تو درِ مے کدہ میں ہم
تو لے کے جام ساقیِ مہوش ! کہاں گیا
گھبرا نہیں اسے بچھڑے ہوئے وہ کہاں گیا

نقشِ قدم کو دیکھ ادھر کارواں گیا

تفسیر اس حیاتِ دو روزہ کی ہے یہی

سوئے نشیب اوج سے سیلِ رواں گیا

ایام زندگی کے گزر اس طرح گیے

سوئے نشیب اوج سے سیلِ رواں گیا

انکار کا مقام کیا جبریلؑ ہے گواہ

افلاک تک بلالؓ کا شورِ اذاں گیا

افسوس ہے مآل یہی اس حیات کا

خندہ بہ لب کوئی تو کوئی نوحہ خواں گیا

انسان غفلتوں کا ہے اف ! کس قدر شکار

ہے صرفِ فکرِ سود ، خیالِ زیاں گیا

غزل ہنقشِ ثانی

ہر سمت ڈھونڈتا ہوں تجھے تو کہاں گیا

مجھ کو بھی اب بلا لے وہاں تو جہاں گیا

بزمِ جہاں کسی کی جگہ مستقل نہیں

اٹھ کر یہاں سے بچہ گیا نوجواں گیا

رفتار زندگی کے گزرنے کی آئی یاد

سوئے نشیب اوج سے سیلِ رواں گیا

شاہد ہے جبرئیل صداقت پہ شک نہیں
افلاک تک بلالؓ کا شورِ اذاں گیا

بیٹھے ہیں دیر سے تو درِ میکدہ میں ہم
تو لے کے جام ساقیِ مہوش ! کہاں گیا

تیرے لئے جلالؔ ! ہے کافی فروغِ نجم
تو روشنی کی کھوج میں گھر سے کہاں گیا

غزل،نقشِ اوّل

کنار عشق کے دریا کی کوئی پا نہ سکا
کوئی بھی تیر کے اس پار جا نہ سکا

لگی تھی کونسی وہ آگ قیسؔ کے دل میں
فرات و نیل کا پانی جسے بجھا نہ سکا

جنونِ عشق کی وادی ہے اتنی پیچیدہ
پھنسا جو اس میں کبھی لوٹ کے آ نہ سکا

جنونِ عشق کا میدان وسیع ہے کتنا
پھنسا جو اس میں کبھی لوٹ کے آ نہ سکا

خدا کو سونپ دیا جس نے تن، من، دھن
زمانہ پا کے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا

یقین حفظِ خدا پر جما لیا جس نے

زمانہ پا کے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا
ازل سے چرخ پر مصروفِ سفر ہے خورشید
زمانہ پا کے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا
ازل سے دہر میں مصروفِ سفر ہے خورشید
زمانہ پاکے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا

غزل،نقشِ ثانی

کنار بحرِ محبت کی کوئی پا نہ سکا
کوئی بھی ڈوب کے تہہ کی خبر بتا نہ سکا
لگی تھی کونسی وہ آگ قیس کے دل میں
فرات و نیل کا پانی جسے بجھا نہ سکا
نہ جانے عشق کی وادی ہے کتنی پیچیدہ
پھنسا جو اس میں کبھی لوٹ کے وہ آنہ سکا
ہزاروں سال سے سورج سفر میں ہے مصروف
زمانہ پاکے بھی تنہا اسے ستا نہ سکا

غزل،نقشِ اوّل

کیا بات ہے آنکھوں کے اشارے نہیں ہوتے
چھپ چھپ کے لبِ بام نظارے نہیں ہوتے
مفتون ہیں سو جان سے ہم ان کی ادا پر

اندھیر ہے پھر بھی وہ ہمارے نہیں ہوتے

مفتون بصد جاں ہیں ہر ایک ادا پر
اندھیر ہے پھر بھی وہ ہمارے نہیں ہوتے

توہین سمجھتے تھے اگر ہم سے رفاقت
اندازِ محبت میں پکارے نہیں ہوتے

مانا قصور دل کا ہے سارا مگر حضور!
اندازِ محبت میں پکارے نہیں ہوتے

ہوتے ہیں رقیبوں سے تو بے باک بغل گیر
بھولے سے مگر میرے کنارے نہیں ہوتے

دانستہ ملا کرتے ہیں رقیبوں سے وہ دائم
بھولے سے مگر میرے کنارے نہیں ہوتے

نوبت نہیں آتی جلاؔل ! اس روزِ سیہ کی
بنتی ہوئی باتیں جو بگاڑے نہیں ہوتے

غزل،نقشِ ثانی

کیا راز ہے آنکھوں کے اشارے نہیں ہوتے
چھپ چھپ کے لبِ بام نظارے نہیں ہوتے

اندازِ محبت ہی الگ رکھتے ہیں سب سے
اندھیر ہے پھر بھی وہ ہمارے نہیں ہوتے

محجوب ہیں خوبانِ جہاں سامنے ان کے
جوں چاند کے پر تو میں ستارے نہیں ہوتے

اس دل کو کبھی تم سے کوئی لاگ نہ ہوتی
اندازِ محبت میں پکارے نہیں ہوتے

آئینہ اگر سامنے آسکتا تمہارے
الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے نہیں ہوتے

رہتے ہیں رقیبوں کے لئے ہانہیں اٹھائے
بھولے سے مگر میرے کنارے نہیں ہوتے

اُس فخرِ رسالتؐ کی جو تخلیق نہ ہوتی
یہ چاند یہ سورج یہ ستارے نہیں ہوتے

ملتا جلالؔ ! آج تمہیں بھی خراجِ داد
طرزِ سخن جو اپنی بگاڑے نہیں ہوتے

غزل،نقشِ اوّل

تری شامِ جدائی میں نہ موت آئی نہ خواب آیا
بدل کر بھیس ہر جانب سے اک اک اضطراب آیا

مسرت میں رہے ڈوبے ہوئے ایام بچپن کے
ہجومِ درد اور غم دوش پر لادے شباب آیا

بہت ناز و نعم کے ساتھ بچپن گزارے تھے

یہ عہدِ نو جوانی درد و غم کے ہم رکاب آیا

بہت ہی شاد و خرم تھا زمانہ تو لڑکپن کا

مصیبت ساتھ ہی لے کر مگر عہدِ شباب آیا

شبِ تاریک میں ڈھوکا ہوا سورج نکلنے کا

مرا وہ غیرتِ خور بام پر جب بے نقاب آیا

شبِ تاریک میں ہر سمت دن کی روشنی پھیلی

مرا وہ غیرتِ خور بام پر جب بے نقاب آیا

نرالے وہ بھی ہیں ان کا تغافل بھی نرالا ہے

شبِ وعدہ ہے ،کہتے کیوں تو اے خانہ خراب آیا

موافق ہوگیا رندوں کا مے نوشوں میں زاہد بھی

الٰہی ! بزمِ عالم میں یہ کیسا انقلاب آیا

موافق ہوگیا رندوں کا مے نوشوں میں زاہد بھی

الٰہی ! تیری دنیا میں یہ کیسا انقلاب آیا

نکیرانِ لحد چھیڑیں گے کیا میں ان کی امت ہوں

لقب جن کا شفیعِ عاصیاں خیر المآب آیا

نکیرو! سامنے رکھو اسے میں ہوں غلام ان کا

شفیعِ عاصیاں قرآن میں جن کا خطاب آیا

جلالِ بے نوا ! توبہ اکارت ہی گئی میری

مرے پہلو میں جب وہ پیکرِ حسن و شباب آیا
جلاؔلِ بے نوا ! توبہ سے ہی توبہ ہے اب لازم
کہ وقتِ گل ہے اور پہلو میں حسن المآب آیا

غزل،نقشِ ثانی

تری شامِ جدائی میں نہ موت آئی نہ خواب آیا
نئے رنگ روپ میں لحظہ بہ لحظہ اضطراب آیا
شبِ تاریک میں ہر سمت دن کی روشنی پھیلی
کوئی جب بام پر چہرہ سے سرکا کر نقاب آیا
مسرت میں رہے ڈوبے ہوئے ایام بچپن کے
یہ عہدِ نوجوانی درد و غم کے ہم رکاب آیا
بہت گاڑھی چھنی ہے ان دنوں رندوں سے زاہد کی
بہم ہیں کفر اور اسلام کیسا انقلاب آیا
نکیرانِ لحد ! چھیڑو نہیں ان کے غلاموں کو
شفیعِ عاصیاں قرآن میں جن کا خطاب آیا
جلاؔلِ بے نوا ! توبہ اکارت ہی گئی جس دم
سنور کر سامنے وہ پیکرِ حسن و شباب آیا

غزل،نقشِ اوّل

آرزو ہے بلبلِ بیمار کی
چاہیے تھوڑی کلی گلزار کی

پھول سے تربت بنانی چاہیے
لاش ہے یہ بلبلِ گلزار کی

کس مصیبت میں پڑا ہوں کچھ نہیں
ہے خبر بھی ، میرے حالِ زار کی

زخمی تیرِ نگاہِ مست کو
چاہیے پٹی وصالِ یار کی

جھک گئی گردن ہماری اس لئے
تا نہ خالی ضرب ہو دلدار کی

تم سے شعرائے زمانہ کو جلاؔل !
تاب بھی تو ہے نہیں پیکار کی

غزل،نقشِ ثانی

نبض ٹھنڈی ہوگئی بیمار کی
دل میں حسرت رہ گئی دیدار کی

مثلِ موسیٰ ہوگئے بے ہوش ہم
برق جب چمکی جمالِ یار کی

قبر میں بھی دوستو! تنہا نہ ہوں
ساتھ ہے حسرت وصالِ یار کی

جھک گئی گردن ہماری خود بخود
تا نہ خالی ضرب ہو دلدار کی

زخمی تیرِ نگاہِ ناز کو
چاہئے پٹی وصالِ یار کی

مجھ سے پردہ غیر سے بے پردگی
کیا نرالی ہے ادا دلدار کی

تم سے شعرائے وطن کو اے جلالؔ !
تاب بھی تو ہے نہیں گفتار کی

غزل،نقشِ اوّل

دیکھ کر نیچی نظر سے مسکرا کر چل دیئے
خرمنِ دل پر مرے بجلی گراکر چل دیئے

وصل کی شب دیکھئے ان کا یہ اندازِ ستم
دل کے ارمانوں کو میرے گدگدا کر چل دیئے

وصل کی شب بھی جفا کی ہر ادا باقی رہی
دل کے ارمانوں کو میرے گدگدا کر چل دیئے

راہ میں اک دن ہوا ہم سے جو ان کا سامنا

نیم عریاں رخ کئے اور مسکرا کر چل دیئے
حسب وعدہ یوں تو آئے ساتھ تھا لیکن رقیب
بے کہے بے کچھ سنے ہی مسکرا کر چل دیئے
بن سنور کر سامنے بے پردہ میرے آکے وہ
داد لے کر حسن کی پھر گنگنا کر چل دیئے
بن سنور کر سامنے بے پردہ میرے آکے وہ
دل کی خواہش و تمنا کو جگا کر چل دیئے
پھیر لیں احباب نے کس طرح آنکھیں اے جلاؔل!
لحد کی آغوش میں مجھ کو سلاکر چل دیئے

غزل،نقشِ ثانی

اک ادائے خاص سے وہ مسکرا کر چل دیئے
خرمنِ دل پر مرے بجلی گراکر چل دیئے
یہ بھی اندازِ ستم تھا ساری دنیا سے الگ
دل کے ارمانوں کو میرے گدگدا کر چل دیئے
حسبِ وعدہ آگئے پر ساتھ تھا ان کے رقیب
بے کہے بے کچھ سنے ہی مسکرا کر چل دیئے
پھیر لیں احباب نے بھی آج آنکھیں اے جلاؔل!
لحد کی آغوش میں تنہا سلا کر چل دیئے

غزل،نقشِ اوّل

جاں تجھے اپنی کہوں یا آنکھ کا تارا کہوں
تو ہی بتلادے تجھے اے ماہ سیما ! کیا کہوں
مرتا تھا لیلیٰ پہ تو بس ایک مجنوں ہی فقط
تجھ پہ سو مرتے ہیں تجھ کو کس طرح لیلیٰ کہوں
کب یہ ممکن ہے غلامی سے تری سر پھیر لوں
کس زباں سے پھر میں اپنے کو ترا شیدا کہوں
آسماں گردشِ رک جائے زمیں حرکت کرے
اپنے سوزِ قلب سے گر اپنا افسانا کہوں

غزل ،نقشِ ثانی

جاں تجھے اپنی کہوں یا آنکھ کا تارا کہوں
تو ہی بتلا دے تجھے اے ماہ پارا ! کیا کہوں
ایک مجنوں ہی فقط تھا طالبِ لیلیٰ مگر
تجھ پہ سو مرتے ہیں تجھ کو کس طرح لیلیٰ کہوں
پھیر لوں سر گر غلامی سے تری میں جانِ من!
کس زباں سے پھر میں اپنے کو ترا شیدا کہوں
آسماں گردش سے رک جائے زمیں حرکت کرے
ان سے بھی اپنا اگر پُر درد افسانہ کہوں

غزل،نقشِ اوّل

حرفِ مطلب کو خدا جانے نہیں سمجھا وہ کیوں
سادگی ہی سادگی تھی تو مری تحریر میں
خواب میں آتا ہے کوئی خیریت پرسی کو اب
کچھ اثر ہوتا چلا ہے نالۂ شب گیر میں
اب تلک آیا نہیں قاصد جو ہے لے کر جواب
نقص وہ پایا ہے شاید کچھ مری تحریر میں

غزل،نقشِ ثانی

میرا خط پڑھ کر ہوا وہ کس لئے چیں بر جبیں
سادگی ہی سادگی تھی تو مری تحریر میں
خواب میں آنے لگا ہے خیریّت پرسی کو اب
کچھ اثر ہوتا چلا ہے نالۂ شبگیر میں
اب تلک قاصد نہیں لوٹا ہے جو لے کر جواب
نقص پایا ہے وہ شاید کچھ مری تحریر میں

غزل،نقشِ اوّل

رخِ جاناں میں مہر و ماہ کی تنویر رکھی ہے
لبوں میں بادِ عیسیٰ کی طرح تاثیر رکھی ہے
حفاظت جان سے بڑھ کر مجھے منظور ہے دل کی
امانت میرے دل میں یار کی تصویر رکھی ہے

خدا نے اس بتِ کافر ادا کے حسنِ دلکش میں
سراسر گویا مقناطیس کی تاثیر رکھی ہے
سوالِ جرم جب ہوگا تو دکھلاکر جبیں اپنی
میں کہہ دوں گا الٰہی! کس نے یہ تحریر رکھی ہے
جدائی اس پری رو کی ترے کرتوت کا پھل ہے
عبث تونے بنائے شکوۂ تقدیر رکھی ہے

غزل،نقشِ ثانی

دمِ عیسیٰ کی تیرے ہونٹ میں تاثیر رکھی ہے
رخِ پر نور میں مہتاب کی تنویر رکھی ہے
ذرا سی ٹھیس میں یہ شیشۂ دل ٹوٹ جائے گا
چھپا کر میں نے اس میں آپ کی تصویر رکھی ہے
جدھر اٹھتی ہے آجاتے ہیں کھنچ کر خود ہی دیوانے
تری آنکھوں میں مقناطیس کی تاثیر رکھی ہے
دکھا کر ہم جبیں اپنی کریں گے عرض محشر میں
تو ہی یارب! بتادے کس نے یہ تحریر رکھی ہے
جلالِ بے نوا ! اس مختصر سی عمر میں تونے
بتا دنیا میں ناکردہ کوئی تقصیر رکھی ہے

غزل،نقشِ اوّل

بہت ہمت سے، جرأت سے ہم اس دم کام لیتے ہیں
بتِ سفاک جس دم ہاتھ میں صمصام لیتے ہیں
کبھی ہم شکلِ شانہ بن کے مشاطہ کے ہاتھوں کا
بلائیں زلف کی تیری بتِ گلفام ! لیتے ہیں
شبِ فرقت یہی ہے مشغلہ برسوں سے اب اپنا
کسی کو کوسا کرتے ہیں کسی کا نام لیتے ہیں
کہاں ہیں آج کل برسوں تھی جن سے گرم بازاری
وہ احبابِ وطن اب قبر میں آرام لیتے ہیں
ہمیں مطلب نہیں دونوں جہاں سے، ہم ہیں بادہ کش
نگاہِ مست ساقی لیتے ہیں یا جام لیتے ہیں
مری بے باک ہمت عشق کی جاگیر لیتی ہے
نہ تنہا ہم اودھ لیتے نہ ہی آسام لیتے ہیں
زمانِ صحبتِ جاناں کی جس دم یاد آتی ہے
جلالِؔ خستہ ! ہم اس دم کلیجہ تھام لیتے ہیں

غزل،نقشِ ثانی

جھکا دیتے ہیں گردن اور خدا کا نام لیتے ہیں
وہ بہرِ قتل جس دم تیغِ خوں آشام لیتے ہیں
کبھی ہم بن کے شانہ تیری مشاطہ کے ہاتھوں کا
بلائیں زلفِ مشکیں کی بتِ گلفام ! لیتے ہیں

بلا کر جو کبھی حالات ہم سے پوچھ لیتے تھے
وہ احبابِ وطن اب قبر میں آرام لیتے ہیں
ہماری میکشی کا ہے الگ انداز اے یارو!
کہ ہم ساقی کی آنکھوں سے سبو کا کام لیتے ہیں
جلالِؔ بے نوا ! جیسی بھی ہو لکھتے چلو غزلیں
ہم اس پر کیا کسی سے داد یا انعام لیتے ہیں

غزل،نقشِ اوّل

یہ اور بات ہے کہ ہے بینا نظر نہیں
پتھروں میں ورنہ کہاں ہیرے گہر نہیں
ڈھونڈو تو پتھروں میں کہاں ہے گہر نہیں
پر ہے کسی کے دل میں طلب کی نظر نہیں
یہ بات ہے الگ کہ کوئی دیدہ ور نہیں
ڈھونڈو تو پتھروں میں کہاں ہے گہر نہیں
داغِ جگر چراغ ہے رہبر ہے آرزو
کرتا ہوں شامِ ہجر میں تنہا سفر نہیں
داغِ جگر چراغ ہے رہبر ہے آرزو
کرتا ہوں شامِ مرگ میں تنہا سفر نہیں
پائے خزاں مسل ہی دے اس کو تو درد کیا
جس پھول میں سرورِ دماغ و نظر نہیں

غزل،نقشِ ثانی

ڈھونڈو تو پتھروں میں کہاں ہے گہر نہیں
کیا پائے جس کے دل میں طلب کی نظر نہیں
داغِ جگر چراغ ہے ، رہبر ہے آرزو
کرتا ہوں شامِ مرگ ، میں تنہا سفر نہیں
پائے خزاں مسل ہی دے اس کو تو حرج کیا
جس پھول میں سرورِ دماغ و نظر نہیں

غزل،نقشِ اوّل

شب بھر رہے وہ سوتے کروٹ بدل بدل کے
ارمان رہ گئے سب دل میں مچل مچل کے
آئے تھے مے کدہ سے ہم تو بہت سنبھل کے
الزام پھر بھی آئے کچھ سر پہ ہلکے ہلکے
کی تھی تو بات ہم نے ان سے بہت سنبھل کے
الزام پھر بھی آئے کچھ سر پہ ہلکے ہلکے
دھوکے کی ہر دکاں میں ہوتی ہے اب تجارت
چیزیں وہی پرانی دیتے ہیں رنگ بدل کے
کوتوال شہر کے ہیں معلوم ہو رہا تھا
قزاق آگئے تھے بھیس اپنا یوں بدل کے

باتیں تو کر رہے تھے کوتوال کی طرح وہ
قزاق شہر کے تھے بھیس اپنا یوں بدل کے
باتیں تو کر رہے تھے کوتوال کی طرح وہ
قزاق نکلے، جس دم پگڑی گری اچھل کے
کوتوال شہر کے ہیں معلوم ہو رہا تھا
قزاق تھے مگر وہ بھیس اپنا یوں بدل کے
قیدیِ زلفِ مشکیں ممکن نہیں رہائی
زنجیر آہنی سے جا سکتے تم نکل کے
افسوس زندگی کے دن اب عذاب سے ہیں
کھاتا ہوں پاؤ روٹی وہ بھی مسل مسل کے
بے دانت زندگی اب بالکل عذاب ٹھہری
کھاتا ہوں پاؤ روٹی وہ بھی مسل مسل کے
چلنے کی اب بھی تم میں تاب و تواں ہے باقی
دیکھو جلالؔ ! اک دن دو ہی قدم تو چل کے

غزل،نقشِ ثانی

سوتے رہے وہ شب بھر کروٹ بدل بدل کے
ارمان رہ گئے سب دل میں مچل مچل کے
آئے تھے میکدہ سے ہم تو بہت سنبھل کے

الزام پھر بھی آئے کچھ سر پہ ہلکے ہلکے
دھوکے کی ہردکاں میں ساری سجاوٹیں ہیں

چیزیں وہی پرانی دیتے ہیں رنگ بدل کے
کوتوال شہر کے ہیں معلوم ہو رہا تھا

قزاق تھے مگر وہ بھیس اپنا یوں بدل کے
قیدیِ زلفِ خوباں ممکن نہیں رہائی

زنجیرِ آہنی سے جاسکتے تم نکل کے
افسوس زندگی کے دن اب عذاب سے ہیں

کھاتا ہوں پاؤ روٹی وہ بھی مسَل مسَل کے
بیتاب و ناتواں ہو چلنا ہی چاہتے ہو

دیکھو جلالؔ! اک دن دو ہی قدم تو چل کے

طرحی غزل، نقشِ اوّل

مصرعۂ طرح :-آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو

وہ کبھی خواب ہی میں جلوہ دکھادے مجھ کو
نیم جان ہوں وہ مسیح آ کے جلادے مجھ کو

للہ اتنا بھی کرم ساقیِ مہوش کردے
گھول کر زہر ہی محفل میں پلادے مجھ کو

ہوگئے برسوں بچھڑنے کو اس مہ سے
بختِ بیدار تو اب اس سے ملادے مجھ کو

صورتِ قیس پڑا دشت و بیاباں میں ہوں
کوئی تو محملِ لیلیٰ کا پتادے مجھ کو

پرسشِ روزِ جزا کا مجھے پھر کیا غم ہو
دستِ نازک سے لحد میں جو سلادے مجھ کو

جذبۂ دل کا تقاضا ہے کہ گروں قدموں پر
اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگادے مجھ کو

آتی ہے خاکِ لحد میری بگولہ بن کر
ڈھونڈتی ہے یہ کسے کوئی بتادے مجھ کو

عشق بازی میں وہ ہو فیضِ محبت دل پر
مکتبِ عشق کا استاد بنادے مجھ کو

مشک کی قدر نہ پھر کچھ ہو مشامِ جاں میں
اپنی کاکل کی کوئی بو جو سونگھادے مجھ کو

شرم یوں مانع ہے تو عالمِ رویا ہی میں
جلوۂ حسنِ خداداد دکھادے مجھ کو

مسکنِ ذاتِ خدا ہے کہ حسینوں کا گھر ہے
"آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو"

ایسی جلدی سے لڑکپن میں غزل لکھ کے جلالؔ!
اور آیا ہو کوئی گر تو سنادے مجھ کو

طرحی غزل، نقشِ ثانی

مصرعۂ طرح :- آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو

کاش تو خواب ہی میں جلوہ دکھا دے مجھ کو
ابنِ مریم کی طرح آکے جلادے مجھ کو

دستِ ساقی سے ملے گر تو غنیمت سمجھوں
گھول کر زہر جو محفل میں پلادے مجھ کو

زندگی بھر نہیں احسان بھلاؤں اس کا
کوئی گر محملِ لیلیٰ کا پتا دے مجھ کو

رہ گزر میں ہوں بہت دن سے پڑا میں آکر
اس تمنا میں کہ ٹھوکر ہی لگا دے مجھ کو

ہو ترے عشق میں وہ فیضِ محبت دل پر
مکتبِ عشق کا استاذ بنادے مجھ کو

مشک کی قدر نہ ہو میرے مشامِ جاں میں
اپنی زلفوں کی کوئی بُو جو سونگھا دے مجھ کو

موم ہے سنگ ہے شیشہ ہے کہ آئینہ ہے
"آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتادے مجھ کو"
ایسی جلدی سے لڑکپن میں غزل لکھ کے جلالؔ !
اور آیا ہو کوئی گر تو سنادے مجھ کو

طرحی غزل، نقشِ اوّل

مصرعۂ طرح :- جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

وہ کونسی ہے جا ترا جلوہ جہاں نہیں
کعبہ کلیسا دیر و حرم میں کہاں نہیں
ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا ٹھکانا کیا
"جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں
واللہ ہماری آہ سے افلاک ہل گئے
جنبش میں آیا پر کبھی وہ سخت جاں نہیں
وعدہ خلافیوں سے تیری تنگ آگئے
کہہ دیجئے یہ صاف ہمیں آج ہاں ، نہیں
قابو میں لائیں اپنی زباں کو جنابِ من!
ہم بھی تو با زباں ہیں کوئی بے زباں نہیں
یارب! بھلا ہو ہم پہ وہ اتنا خفا ہے کیوں
کھائیں رقیب نے تو کہیں چغلیاں نہیں
کیا پوچھتے ہو قصۂ ہجر بتاں جلالؔ !
افسوس ہے کہ قابلِ شرح و بیاں نہیں

طرحی غزل،نقشِ ثانی

مصرعۂ طرح :۔جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

وہ کونسی ہے جا ترا جلوہ جہاں نہیں
کعبہ کلیسا ، دیر و حرم میں کہاں نہیں

ہم بندۂ طلب ہیں ہمارا مکاں نہیں
''جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں''

مجرم تو بات کرتے ہیں بڑھ چڑھ کے ہر جگہ
ہوتی ہے بے قصور کے منہ میں زباں نہیں

جب بھی کھلی زباں تو نفی میں کھلی تری
کیا ہے لغاتِ حسن میں یہ لفظِ ہاں نہیں

یارب ! ہو خیر ہم پہ وہ اتنا خفا ہے کیوں
کھائیں رقیب نے تو نئی چغلیاں نہیں

روداِدِ ہجر تم کو سناؤں جلاؔل! کیا
تشریح کے کیئے میرے منہ میں زباں نہیں

نوٹ:۔صاحبِ طرح شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی ہیں پورا شعر یوں ہے:

رفعت کبھی کسی کو گوارا یہاں نہیں
جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

طرحی غزل، نقشِ اوّل

مصرعۂ طرح :-نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

عقیدت کی جبیں جھکتی ہے سالانہ وہاں اک دن
تمہارا سنگِ در بھی کعبۂ عربیتاں کیوں ہو
گلستاں کی جدائی سے قفس اچھا ہے بلبل کو
"نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منھ میں زباں کیوں ہو"
لہو دے دے کے جس بلبل نے تعمیرِ چمن کی تھی
اسی پر آج قہر آگیں نگاہِ باغباں کیوں ہو

طرحی غزل، نقشِ ثانی

۲۷رفروری ۱۹۵۳ء میں بزمِ مشاعرہ پورنیہ میں یہ غزل پڑھی گئی۔

مصرعۂ طرح :-نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

تمہارے چاہنے والے پہ جورِ آسماں کیوں ہو
محبت کرنے والا دل نوا سنجِ فغاں کیوں ہو
قفس اچھا ہے بلبل کے لئے گل کی جدائی سے
"نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو"
لہو دے دے کے جس بلبل نے گلشن کو سجایا تھا
اسی پر آج قہر آگیں نگاہِ باغباں کیوں ہو

نوٹ:-صاحبِ طرح غالب ہیں پورا شعر اس طرح ہے:

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو
نہ جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

غزل،نقشِ اوّل

نظر کے سامنے جب تو نہیں اے یار ہوتا ہے
غزل کہنا ہمیں جانِ غزل ! دشوار ہوتا ہے
بوقتِ تندرستی آشِ جو نانِ مرغّن ہے
طبیعت مضمحل ہو گر تو گل بھی خار ہوتا ہے

غزل،نقشِ ثانی

غزل کہنے میں اے جانِ غزل ! ہوتی ہے دشواری
نظر کے سامنے جب تو نہ جلوہ بار ہوتا ہے
اگر ہو تندرستی آشِ جو نانِ مرغّن ہے
طبیعت مضمحل ہو گر تو گل بھی خار ہوتا ہے

غزل،نقشِ اوّل

چمن پہ جس کا ازل سے ہے حق، وہی بلبل
قفس میں بند ہے وقتِ بہار کیا کہئے
ہمیں تو زیست کے غم ہی سے ہے نہیں فرصت
کسی سے حالِ غمِ روزگار کیا کہئے

غزل،نقشِ ثانی

چمن کے پھول پہ جس کا ہے حق وہی بلبل
قفس میں بند ہے وقتِ بہار کیا کہئے
غمِ حیات سے فرصت نہیں ہے اک لمحہ
کسی سے حالِ غمِ روزگار کیا کہئے

غزل،نقشِ اوّل

یہی دنیائے قید و بند جنت کا نمونہ تھی
یہیں تھا قیصر و کسریٰ سے بالا مرتبا میرا

غزل،نقشِ ثانی

یہی دنیائے درد و رنج جنت کا نمونہ تھی
یہیں کا تھا قیصر و کسریٰ سے برتر مرتبا میرا

غزل،نقشِ اوّل

پرِ پرواز ہی حاصل نہیں ہے جب مجھے یارو !
کوئی خنداں بہ لب بالائے بام آیا تو کیا آیا

غزل،نقشِ ثانی

خوشی کی بات کیا جب ہم وہاں تک جا نہیں سکتے
کوئی خنداں بہ لب بالائے بام آیا تو کیا آیا

غزل،نقشِ اوّل

حجابِ ابر میں غیرت سے سورج ہوگیا پنہاں
ضیائے حسن کی دلکش جھلک جب بام پر دیکھا
ہوئی تابندگی رخصت گئی سب نور افشانی
ستاروں نے اسے جب خندہ زن وقتِ سحر دیکھا

غزل،نقشِ ثانی

حجابِ ابر میں غیرت سے سورج ہوگیا پنہاں
تمہارے حسن کی دلکش جھلک جب بام پر دیکھا

غزل، نقشِ اوّل

لمحوں میں سایہ عمر کا ڈھلتا ہوا گیا
بادل ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا گیا

غزل، نقشِ ثانی

عمرِ رواں کا سایہ پھسلتا ہوا گیا
بادل ہوا کے دوش پہ اڑتا ہوا گیا

غزل، نقشِ اوّل

دنیا نے میری موت پر آنسو بہا دیے
تھی صرف ان کی آنکھ اکیلے ہی تر نہیں

غزل، نقشِ ثانی

دنیا نے میری موت پر آنسو بہا دیے
اک اُن کی آنکھ صرف ہے اکیلے ہی تر نہیں

نظمیں

دعوتِ عمل، نقشِ اوّل

چھائیں دنیا کے اندھیروں میں اجالا بن کے ہم
اپنے گرد و پیش ہنگامِ سحر پیدا کریں
جن کے اوپر وسعتیں دونوں جہاں کی ہوں نثار
آیئے ہم آپ وہ قلب و نظر پیدا کریں
وسعتیں دونوں جہاں کی جن کے اوپر ہوں نثار
آیئے ہم آپ وہ قلب و نظر پیدا کریں
ہو ہمارا ہر قدم اسلاف کا آئینہ دار
آیئے ہم آپ وہ قلب و نظر پیدا کریں
زندگی کے آخری دم تک رہے جو پائدار
ایک ایسی غیر فانی سی سحر پیدا کریں
منتخب کرلیں کوئی سیدھی سی وہ راہِ عمل
دشمنوں کے دل میں جس سے اپنا گھر پیدا کریں
منتظر آغوش میں لینے کو ہو منزل جسے
رہبری کرنے کو ایسا راہبر پیدا کریں
لیلیٰ مقصود کی ہو دل میں گر سچی تڑپ
قیسِ صحرا گرد سا پہلے جگر پیدا کریں

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

ہو سکے جس جا نہ طوفانِ حوادث کا گزر
عزم و استقلال کا وہ بام و در پیدا کریں
زود تر منزل رسی کی گر ہوس ہے اے جلالؔ!
کوچ سے پہلے ہی سامانِ سفر پیدا کرو
کارواں کے ساتھ چلنا آپ کو ہے گر جلالؔ!
کوچ سے پہلے ہی سامانِ سفر پیدا کریں

دعوتِ عمل، نقشِ ثانی

اک نئی دنیا نئے شمس و قمر پیدا کریں
پھر وہی اسلاف کی شام و سحر پیدا کریں
چھائیں دنیا کے اندھیروں پر اجالا بن کے ہم
اپنے اندر تابشِ نورِ سحر پیدا کریں
ایسی ہو یکسانیت گفتار اور کردار میں
دشمنوں کے دل میں بھی ہم جس سے گھر پیدا کریں
خود اٹھاکے رنج ہم اوروں کا غم ہلکا کریں
جذبۂ و اخلاصِ قلبِ چارہ گر پیدا کریں
پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لیں
کوچ سے پہلے ہی سامانِ سفر پیدا کریں
کام رہرو کا نہیں ہے راستے میں بیٹھنا

ذوقِ منزل ہے تو سورج کا جگر پیدا کریں
ترک کر ڈالیں یہ فرسودہ مذاقِ شاعری
کوئی پاکیزہ سا عنوانِ دگر پیدا کریں
یہ خزف ریزے بھلا کیا قدر پائیں گے جلالؔ !
معدنِ افکار میں لعل و گہر پیدا کریں

نقشِ احساس/محسوسات،نقشِ اوّل

بگڑتا ہی چلا جاتا ہے ابتک نظم عالم کا
سنبھلنے کا کوئی پہلو نہیں ہے ابنِ آدمؑ کا
ابھی سلطان بُد پدرم کے نغمے گائے جاتے ہیں
ابھی ہے زعمِ باطل سر میں اوصافِ اب وعم کا
نظر انداز ہے حکمِ صریح لیس للانساں
مگر طرفہ تعجب حوصلہ ہے شوکتِ جم کا
شماتت کے لئے صدہا زباں ہیں منتظر منہ میں
نہیں اک فرد ایسا جو شریکِ حال ہو غم کا
تعلق دور کا انسانیت سے ہے نہ انساں کو
کھلے بندوں یہ تیور کہہ رہا ہے چشمِ برہم کا
جہاں سے یک قلم مفقود ہے اب رسمِ ہمدردی
فقط اک نام باقی رہ گیا ہے پرششِ غم کا

ہم فرزندِ آدمؑ گرگ دنداں بن کے بیٹھا ہے
خدا ہی اب نگہبانِ قوی ہے اہلِ عالم کا
یہاں بگڑا ہوا ہے یک قلم آوے کا آوا ہی
جلاؔلِ بے نوا کیا پوچھنا ہے بیش یا کم کا

محسوسات،نقشِ ثانی

بگڑتا ہی چلا جاتا ہے سارا نظم عالم کا
سلیقہ اب کوئی اچھا نہیں ہے ابنِ آدم کا
ابھی "سلطان بُد پدرم" کا سودا سر میں باقی ہے
ابھی ہے زعمِ باطل دل میں اوصافِ اب و عم کا
نہ گرمی خون کے اندر نہ ہمت قلب میں پھر بھی
تصور میں ابھی تک حوصلہ ہے شوکتِ جم کا
تعلق دور کا انسانیت سے ہے نہ انساں کو
یہ بانگِ دہل تیور کہہ رہا ہے چشمِ برہم کا
حقیقت میں تو ہے مقصود زخموں پر نمک پاشی
بہانہ ہے زبانوں پر محض اک پرششِ غم کا
یہاں بگڑا ہوا ہے یک قلم آوے کا آوا ہی
جلاؔلِ بے نوا ! کیا پوچھنا ہے بیش یا کم کا

عکسِ احوال، نقشِ اوّل

اونچے دعوے ہیں ہمارے حق سے لیکن دورتر
اس قدر بھٹکے ہوئے ہیں جادۂ منزل سے ہم
غیر کی تقلید نے اف ! کس قدر دھوکا دیا
دور کوسوں ہوگئے ہوکے قریں منزل سے ہم
کب یہ ممکن تھا کہ پاتا ہم پہ وہ قابو جلالؔ !
دشت و پا شل کر کے یوں رہتے نہ گر کاہل سے ہم

عکسِ احوال، نقشِ ثانی

اونچے دعوے ہیں ہمارے پر صداقت کچھ نہیں
اس قدر بھٹکے ہوئے ہیں جادۂ منزل سے ہم
طاق پر ہم رکھ دیئے احکامِ قرآن و حدیث
دور کوسوں ہوگئے ہوکے قریں منزل سے ہم
کب یہ ممکن تھا کہ کوئی ہم سے بڑھ جاتا جلالؔ!
دست و پا شل کر کے یوں رہتے نہ گر کاہل سے ہم

کب تک، نقشِ اوّل

نہ آئے گا گلستاں میں بہار آگیں سماں کب تک
گل و گلشن رہیں گے اور پامالِ خزاں کب تک
ستم گر دیکھ لینا ، یہ کسی دن رنگ لائے گا

شہیدوں کا لہو آخر رہے گا رائگاں کب تک
چمن کی شاخ پر رکھتا ہوں میں بھی کچھ حق فطری
درِ گلشن رکھے گا بند مجھ پر باغباں کب تک

کب تک، نقشِ ثانی

نہ آئے گا گلستاں میں بہار آگیں سماں کب تک
گل و ریحاں رہیں گے اور پامالِ خزاں کب تک
ستم گر دیکھ لینا ، یہ کسی دن رنگ لائے گا
شہیدوں کا لہو ہوگا نہیں شعلہ فشاں کب تک
چمن کے پتے پتے پر ہے میرا بھی حقِ فطری
درِ گلشن رکھے گا بند مجھ پر باغباں کب تک

یہ کیا، نقشِ اوّل

ملوث شرک سے توحیدِ حق کا نغمہ خواں ہوکر
ہراسِ راہ زن دل میں ، حرم کا پاسباں ہوکر
لرز اٹھتی تھی جس سے بارگاہِ قیصر وکسریٰ
وہی سہما ہوا سا ہے ، ضعیف و ناتواں ہوکر
سلاطیں سر بہ سجدہ جس کے آگے تھے زمانے کے
مطیعِ حکم غیروں کا ہے ننگِ خانداں ہو کر
سراپا خلق ، احسان و مروت کا جو پیکر تھا
وہی اب غیرتِ چنگیز ہے ایذا رساں ہوکر

یہ کیا؟ نقشِ ثانی

ملوث شرک سے توحید کا ہے کلمہ خواں ہوکر
ہراس حملہ آور ہے حرم کا پاسباں ہوکر
جبیں تیری معاذ اللہ سنگِ در ہے غیروں کا
یہ عالم آہ الا اللہ کا ہے راز داں ہوکر
لرز اٹھتی تھی جس سے بارگاہِ قیصر و کسریٰ
وہی گمنام سا پھرتا ہے ننگِ خانداں ہوکر
سبق جس نے زمانے کو دیا تھا خُلق و احساں کا
بنا ہے غیرتِ چنگیز اب ایذا رساں ہوکر

تاسف اختتام رمضان پر، نقشِ اوّل

جوں ہی دکھایا جلوہ افق سے ہلالِ نو
سر سے ہمارے سایۂ رحمت اتر گیا
جوں ہی ہوئی افق پہ نمودِ ہلالِ نو
سر سے ہمارے سایۂ رحمت اتر گیا
خالی نمازیوں سے ہوئی مسجدوں کی صف
اذکار بند نالۂ وقتِ سحر گیا
رہتی تھی مسجدوں میں شب و روز بھیڑ بھاڑ
اذکار بند نالۂ وقتِ سحر گیا
رندوں نے پھر سنبھال لئے جام اور سبو

ذوقِ کباب و بادۂ رنگیں ابھر گیا

بہر شکار نکلے شیاطین لے کے جال

انسان پھر گناہ کے خطروں میں گھر گیا

ماہِ صیام ! تیرا قدم کتنا تیز ہے

دو دن میں ایک ماہ کو تو پار کر گیا

تاسف اختتام رمضان پر، نقشِ ثانی

جلوہ نما افق پہ ہوا جب ہلالِ عید

صائم کے سر سے سایۂ رحمت اتر گیا

اب مسجدوں کی رونقیں پھیکی سی ہوگئیں

اذکار بند، نالۂ وقتِ سحر گیا

آزاد ہوکے نکلے شیاطیں بھی قید سے

انسان اب گناہ کے خطروں میں گھر گیا

ہلالِ عید قرباں دیکھنے کا منظر، نقشِ اوّل

گیا دن شام آئی اور افق سرخی بداماں ہے

کنارِ آسماں کو غور سے ہر شخص نگراں ہے

ہوا ہلّہ ارے دیکھا ارے دیکھا ارے دیکھا

شفق کی سرخ چادر میں ہلالِ عیدِ قرباں ہے

دلِ ہر فردِ مسلم میں اٹھی لہریں مسرت کی

تبسم ہونٹ پر چہرے پہ شادابی نمایاں ہے
ہلالِ عیدِ قرباں نے کیا آتے ہی کیا جادو
کہ بچے مست ہیں اور نوجواں شاعر غزل خواں ہے
ہلالِ نو نے آنکھوں آنکھ کیا مئے پلا ڈالی
کہ بچے مست ہیں اور نوجواں شاعر غزل خواں ہے

ہلالِ عید قرباں دیکھنے کا منظر نقشِ ثانی

لڑھک کر چھپ گیا سورج افق سرخی بداماں ہے
کنارِ آسماں کو غور سے ہر شخص نگراں ہے
مچایا شور بچوں نے یہ دیکھو سامنے دیکھو
شفق کی سرخ چادر میں ہلالِ عید قرباں ہے
خوشی سے جھوم اٹھے اور باچھیں کھل گئیں سب کی
تبسم ہونٹ پر چہرے پہ شادابی درخشاں ہے
سوئیاں گوشت کی یاد آئی پانی منھ میں بھر آیا
کہ بچے مست ہیں اور نوجواں شاعر غزل خواں ہے
جلاؔلِ بے نوا ! اٹھ تو بھی کچھ ساماں مہیا کر
کہ وابستہ بہت لوگوں کا تیرے ساتھ ارماں ہے

زبانِ اردو،نقشِ اوّل

نسیمِ عطر بیز اردو بہارِ بے خزاں اردو
ضیائے اخترِ تاباں فروغِ کہکشاں اردو
نہیں کم اس کا ظلِّ عاطفت آغوشِ مادر سے
حسیں الفاظ کا گہوارۂ امن و اماں اردو
متاعِ جاں سے بھی کیوں نہ ہو اردو ہمیں پیاری
کہ باپو کی ہمارے تھی پسندیدہ زباں اردو
یہ آلودہ نہیں ہے امتیازِ نسل و ملت سے
نرالا عہدِ ماضی کی اخوت کا نشاں اردو
نظر آتا ہے عہدِ شہ جہانی کا یہاں نقشہ
زمانے میں ہے باقی آج اردو کا نشاں اردو
لیا کرتی ہے چٹخارے زبانِ اہلِ ایراں بھی
ہے کتنی دلستاں دوشیزۂ ہندوستاں اردو
زبانِ اہلِ ایران و عرب پر بھی یہ جاری ہے
غرض ہر دیش میں ہے سکہ زن اپنی زباں اردو
عرب ایران و امریکہ میں چین و مصر و جاپاں میں
غرض ہر دیش میں ہے سکہ زن اپنی زباں اردو
دعا ہے ہند میں کچھ اس طرح اردو پھلے پھولے
زمیں اردو یہاں کی ہو یہاں کا آسماں اردو
جلالِؔ بے نوا ! اردو کو کوئی کیا مٹائے گا
مخالف کے لئے خود ہی ہے تیرِ بے کماں اردو

باقیاتِ قاضی جلالؔ ہری پوری

زبانِ اردو، نقشِ ثانی

نسیمِ عطر بیز اردو بہارِ جاوداں اردو
ضیائے اخترِ تاباں فروغِ کہکشاں اردو
زبانِ اردو اک مجموعہ ہے ساری زبانوں کا
ہے اک مشترکہ تہذیب و ثقافت کا نشاں اردو
متاعِ جان سے بھی ہم کو اردو ہے بہت پیاری
کہ باپو کی ہمارے تھی پسندیدہ زباں اردو
جواہر لال بھی کرتے تھے جوہر ریزیاں اس میں
لسان الھند کی تقریر کا بحرِ رواں اردو
کوئی داغ اس کے دامن پر نہیں ہے قوم و ملت کا
ہے اہلِ ہند کی بے لوث الفت کا نشاں اردو
ہوئی تخلیق اس کی شہ جہاں کے وقت لشکر میں
زمانے میں ہے باقی آج اردو کا نشاں اردو
عرب ایران تک پہنچی ہے جا کر دلکشی اس کی
غرض ہر دیش میں ہے سکہ زن اپنی زباں اردو
الٰہی! اس طرح سے ہند میں پھولے پھلے اردو
زمیں اردو یہاں کی ہو یہاں کا آسماں اردو
جلالِ بے نوا ! اردو کو کوئی کیا مٹائے گا
لئے ہے اپنے دامن میں حیاتِ جاوداں اردو

باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری

ضمیر کی پکار، نقشِ اوّل

وطن کے رہنے والو آؤ یکجا مل کے ہم بیٹھیں
خلوص و آشتی سے متحد ہو کر بہم بیٹھیں
سناؤ تم بھی اور ہم بھی سنائیں اپنی بپتائیں
کہ شاید اس طرح سے غم کے شعلوں کو بجھا پائیں
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا ہمارے دیش بھارت میں
گئی کتنے جوانانِ وطن کی جاں اکارت میں
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا ہمارے دیش بھارت میں
ہوئی برباد کتنی ملکیت لوگوں کی غارت میں
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا نہیں اس دیش کے اندر
کہ جس کو یاد کرنے سے کلیجہ ہوتا ہے مضطر
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا حوادث ملکِ بھارت میں
گئی کتنے محبانِ وطن کی جاں اکارت میں
کہیں بیتاب تھا کوئی کہیں کوئی ہراساں تھا
غرض بھارت کا ہر انسان دہشت سے پریشاں تھا
سناؤ تم بھی اور ہم بھی سنائیں اپنی بپتائیں
سنانے اور سننے میں ذرا بھی ہم نہ شرمائیں
نہیں ہے سود مند ماضی کا لانا لب پہ افسانہ

بہر صورت ہے اچھی فکرِ مستقبل اے فرزانہ !
ہم آہنگی و یکجہتی کا دائم ولولہ رکھیں
جلالِؔ غم زدہ ! ہم دیش میں اِکتا بنا رکھیں

ضمیر کی پکار، نقشِ ثانی

وطن کے رہنے والو آؤ یکجا مل کے ہم بیٹھیں
خلوص و آشتی سے متحد ہو کر بہم بیٹھیں
سناؤ تم بھی اور ہم بھی سنائیں اپنی بپتائیں
کہ شاید اس طرح سے غم کے شعلوں کو بجھا پائیں
ہوئے پچھلے دنوں کیا کیا ہمارے دیش بھارت میں
ہوئے برباد کتنے خانماں اس قتل و غارت میں
کہیں بیتاب تھا مسلم کہیں ہندو پریشاں تھا
ہراس و خوف کا ہر سمت برپا ایک طوفاں تھا
مفید اب ہے نہیں ماضی کا لانا لب پہ افسانہ
بہر صورت ہے اچھی فکرِ مستقبل اے فرزانہ!
عبث بدنام کرنا ہے کسی کو یہ ہوا جو کچھ
مشیت کا یہی تھا فیصلہ ہونا ہوا جو کچھ
چلو اب مل کے پختہ عہد کرلیں اور قسم کھائیں
کئے پر اپنے پچھتائیں عمل سے اپنے شرمائیں

فضا پیدا کریں ہم دیش میں پھر بھائی چارے کی
کوئی طرزِ عمل سرزد نہ ہو ہم سے خسارے کی
رہیں ہم بھائی بھائی کی طرح با یکدگر مل کر
گزاریں زندگانی ہم بہم شیر و شکر بن کر
پکاریں ہم مصیبت میں تمہیں تم دوڑ کر آؤ
ہمیں بھی اپنے آڑے وقت میں تم یاد فرماؤ
یہی ہے وید کی تعلیم اور فرمودۂ قرآں
یہی انسانیت کا فرض ہے اے حضرتِ انساں!
ہم آہنگی و یکجہتی کا جاری مشغلہ رکھیں
جلالؔ بے نوا ! ہم دیش میں اِکتا بنا رکھیں

طلبہ سے خطاب، نقشِ اوّل

کہاں ہو ؟ طالبانِ علم و فن آؤ یہاں آؤ
پھلا پھولا مچھٹہ کا چمن آؤ یہاں آؤ
چہکتی پھر رہی ہے گوشہ گوشہ بلبلِ اردو
شرابی کی طرح ہو کر مگن آؤ یہاں آؤ
مصائب کا کرو تم سامنا خندہ جبینی سے
بنو رازیؔ کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ
اگر ہو کچھ پریشانی تو اس کو جانِ من ! سہہ لو

بنو رازیؔ کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ
مصیبت جھیلتے تھے جان کی پروا نہ کرتے تھے
یہ آبا کا تمہارے ، تھا چلن آؤ یہاں آؤ
بحمد اللہ کیا کہنے ہیں تعلیم و تعلم کے
سجی ہے علم و فن کی انجمن آؤ یہاں آؤ

مدرسہ مجھٹہ کا پیغام شائقینِ علم کے نام، نقشِ ثانی

کہاں ہو شائقینِ علم و فن آؤ یہاں آؤ
بلاتی ہے تمہیں یہ انجمن آؤ یہاں آؤ
کھلے ہیں گوشہ گوشہ اس چمن میں پھول اردو کے
عنادل بن کے طفلانِ وطن آؤ یہاں آؤ
مثالِ شمع ہوتا ہے پگھلنا علم کی خاطر
بنو رازیؔ کی صورت سخت تن آؤ یہاں آؤ
مصائب کو حصولِ علم میں راحت سمجھتے تھے
یہ آبا کا تمہارے ، تھا چلن آؤ یہاں آؤ
بحمد اللہ کیا کہنا یہاں پڑھنے پڑھانے کا
سجی ہے ایک دلکش انجمن آؤ یہاں آؤ

احمقوں کا سردار، نقشِ اوّل

تجارت کے لئے نکلا مکاں سے ایک سودا گر
لیا سرمایہ گھوڑوں کا ہوا نامِ خدا باہر
مسافت کر کے طے پہنچا کسی دربارِ شاہی میں
وہ سلطاں شہرۂ آفاق تھا عالم پناہی میں
سنایا مدعا آنے کا پیشہ اپنا بتلایا
سرِ دربار لا کر برق دم گھوڑوں کو دکھلایا
پسندیدہ تھے گھوڑے بھا گئے شاہِ زمانہ کو
بلا کر یہ ہدایت کی وزیرِ آستانہ کو
کہ ان گھوڑوں کو لے کر اصطبل میں جلد بندھوا دو
خزانہ خانۂ شاہی سے قیمت ان کو دلوا دو
زرِ قیمت سے فاضل اور بھی دو لاکھ بیعانہ
دلا دو تاکہ لادے اور بھی گھوڑے یہ فرزانہ
منافع پا کے تاجر گھر کی جانب نو قدم بھاگا
بڑا خوش تھا کہ خوابیدہ مقدر خواب سے جا گا
ادھر سلطان نے زندہ کیا آئینِ جمشیدی
منگائے مطرب و مے داد دی عشرت پرستی کی
نشے میں چور ہوکر دستور کو پھر یاد فرمایا

بصد انداز استغنا اسے ارشاد فرمایا
مرتب احمقوں کی جلد اک فہرست کر لاؤ
حماقت میں جو جس کا مرتبہ ہے صاف بھر لاؤ
کہا ڈرتے ہوئے آقا اگر جاں کی اماں پاؤں
تو عالی جاہ کو اس وقت سچی بات بتلاؤں
کہ فہرست احمقوں کی پیشتر ہی میں نے لکھی ہے
سر فہرست ظل اللہ کا ہی نام نامی ہے
رقم دو لاکھ کی تاجر کو بیعانہ میں دے دینا
پتہ تک مولد و مسکن کا بھی ان سے نہیں لینا
نہ اتنا سوچنا واپس یہ آئے یا نہیں آئے
جو آئے بھی تو گھوڑے ساتھ لائے یا نہیں آئے
بتائیں سادہ لوحی کی نشانی کیا نہیں یہ ہے
حماقت کی دلیلِ غیرفانی کیا نہیں یہ ہے
لگا چرکا سا شاہنشاہ کو اور ہوگیا برہم
بھبھوکا ہو کے بولا اے رفیقِ سلطنت ہمدم
جو آیا حسبِ وعدہ لے کے سرمایہ تجارت کا
تو کیا ہوگا نتیجہ پھر تمہاری اس جسارت کا
گزارش دست بستہ کی وزیرِ پاک طینت نے

بھری تائید میں ہامی سبھی ارکانِ دولت نے
اگر وہ آ گیا تو نام والا کو مٹادوں گا
وہیں پر نام اُس کم بخت تاجر کا چڑھا دوں گا
جلالِ بے نوا ! اظہارِ حق کا لے سبق ان سے
مجلیٰ کر کتابِ زندگانی کا ورق ان سے

مذکورہ بالا نظم کا عنوان پہلے آپ نے سید الحمقاء رکھا تھا اس نظم کے چند اشعار کو آپ نے پہلے اس طرح موزوں فرمایا تھا۔مرتب

سید الحمقاء (احمقوں کا سردار)

پسندیدہ تو تھے ہی بھا گئے شاہِ زمانہ کو
بلا کر یہ ہدایت دی وزیرِ آستانہ کو
کہ ان گھوڑوں کو جلدی اصطبل میں جاکے بندھوادو
خزانہ خانۂ شاہی سے قیمت ان کو دلوادو
گزارش دست بستہ کی وزیرِ پاک طینت نے
معیت میں بھری ہامی سبھی ارکانِ دولت نے
اگر وہ آ گیا تو نام والا پر قلم ہوگا
وہیں جھٹ نام اس کم بخت تاجر کا رقم ہوگا

شاعر اور کھٹمل کی جنگ، نقشِ اوّل

کوئی خنجر چلایا اور کسی نے تیر برسایا
کوئی پی کر لہو کا جام شریانوں کو گرمایا

کوئی خنجر چلایا اور کسی نے تیر برسایا
کسی نے خون پی کر اپنے شریانوں کو گرمایا
جلالِ بے نوا ! تیری طبیعت ہے عجب چنچل
کہ موضوعِ سخن ٹھہرایا جنگِ شاعر و کھٹمل

شاعراور کھٹمل کی جنگ، نقشِ ثانی

کوئی خنجر چلایا اور کسی نے تیر برسایا
کسی نے پی کے خونِ گرم اپنے دل کو گرمایا
جلالِ بے نوا تیری طبیعت بھی ہے کیا چنچل
کہ موضوعِ سخن ٹھہرایا جنگِ شاعر و کھٹمل

اپنی سلمٰی سے، نقشِ اوّل

چمن میں بلبلِ شیدا بڑی دھن میں غزل خواں ہے
لطافت نو عروسانِ چمن پر دل سے قرباں ہے
تمہاری دید کا ایسے میں میرا دل بھی خواہاں ہے
مری سلمٰی بہارِ زندگی تم نہ آؤ گی؟

ہجومِ رنج و غم ہائے جدائی نے کیا مضطر
اتر آیا ہے لختِ دل بھی آنکھوں میں لہو بن کر
اس آڑے وقت میں اک دن پیامِ زندگی بن کر
مری سلمٰی بہارِ زندگی تم نہ آؤ گی ؟

تنِ خاکی سے وقتِ نزع جبکہ دل نکلتا تھا
نفس کی آمد و شد کا پتہ تھوڑا سا چلتا تھا
جلالِ بے نوا رک رک کے یہ اس وقت کہتا تھا
مری سلمٰی بہارِ زندگی تم نہ آؤ گی ؟

تنِ خاکی سے وقتِ نزع جب کہ دم نکلتا تھا
عزیزو اقربا کی آنکھ میں آنسو مچلتا تھا
جلالِ بے نوا اس دم بھی زیرِ لب یہ کہتا تھا
مری سلمٰی بہارِ زندگی تم نہ آؤ گی ؟

اپنی سلمٰی سے، نقشِ ثانی

چمن میں شاخِ گل پر بلبلِ شیدا غزل خواں ہے
لطافت نو عروسانِ چمن کے رخ پہ تاباں ہے
تمہاری دید کا ایسے میں میرا دل بھی خواہاں ہے
مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

ہجومِ رنج و غم ہائے جدائی نے کیا مضطر
اتر آیا ہے لختِ دل بھی آنکھوں میں لہو بن کر
بتا اس کرب میں اک دن پیامِ زندگی لے کر
مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

تنِ خاکی سے وقتِ نزع جب کہ دم نکلتا تھا
ٹپک کر آنکھ سے مژگان پر آنسو مچلتا تھا
یہ کہہ کہہ کر جلالِ بے نوا کروٹ بدلتا تھا
مری سلمٰی بہارِ زندگی کیا تم نہ آؤ گی؟

کٹیہار کا چاند، نقشِ اوّل

یاد آئے گا مجھے یہ زندگی بھر بار بار
شام کا منظر حسیں کٹیہار کی دلکش بہار
ایک دن جوشِ جنوں نے گھر سے باہر کردیا
جاکے دلکولہ ہوا میں ریل گاڑی پر سوار
الغرض سیٹی بجی گاڑی بھی پھر چلنے لگی
جس طرح چلتی سویرے ہے نسیمِ خوشگوار
کیا بتاؤں راہ میں کیا کیا مجھے آئی نظر
بستیاں ، آبادیاں ، سوکھی زمیں ، جنگل ، پہاڑ
سامنے آنکھوں کے اک بجلی چمک کر رہ گئی
تختۂ پل پر قدم کو جوں ہی رکھا خاکسار
میں ادھر حیرت زدہ ہو کر لگا پھر دیکھنے
دیکھ کر جیسے شکاری کو ہو چوکنا شکار
اک حسینہ مہ لقا کافر ادا جادو نگاہ
جس پہ تارے ہو رہے تھے آسماں پر سے نثار
سرخ ہوٹیں جس کے کرتے تھے شفق سے ہمسری
جس کے گل رخسار میں تھے رنگ و بوئے صد بہار
عالمِ دوشیزگی تھا پندرہ سولہ کا سن
اور حبابِ بحر کی ہم شکل جوبن کا ابھار
آسمانی رنگ کی ساڑی ، دوپٹہ اوڑھ کر

پل کا دستانہ پکڑ کے تھی کھڑی وہ مہ نگار
زیرِ لب کچھ مسکرائی اور یوں کہنے لگی
میں نے دیکھا گھور کر اس کی طرف جب بار بار
کون ہیں کیا نام ہے رکھتے کہاں کا عزم ہیں
کیجئے اپنا مفصل حال مجھ پر آشکار
پھر تو میں گویا ہوا اس طرح سے با صد نیاز
میں بھکاری ہوں ترا اے حسن کے سرمایہ دار!
گھر سے نکلا تھا تو میری آرزو کچھ اور تھی
اب و لیکن ہوں تیرے دامِ محبت کا شکار
سرمئی آنکھوں کی تیری کھاکے کہتا ہوں قسم
تیرے بن میرا دلِ مضطر نہ پائے گا قرار
مجھ پہ کیا گزری دیا جب اس نے بر جستہ جواب
جس طرح کہتا ہو دشمن اپنے دشمن کو پکار
آپ کی میری رفاقت آگ پانی کا ہے ساتھ
میں ہوئی ہندو کی بیٹی آپ مسلم دیندار
اس قدر کہہ کر دوبالا کرکے گھونگھٹ چل پڑی
میں وہیں پر رہ گیا بے حس و حرکت اشک بار
پھر وہی بھولی کہانی تو نے دہرائی جلالؔ!
کیا ترے جذبات کے گلشن میں پھر آئی بہار

تخیل کی پری، نقش ثانی

یاد آئے گا مجھے یہ زندگی بھر بار بار
شام کا منظر حسیں کٹیہار کی دلکش بہار
ایک دن شوقِ سفر نے گھر سے باہر کر دیا
جاکے دلکولہ ہوا میں ریل گاڑی پر سوار
الغرض سیٹی بجی گاڑی چلی تیز ہوگئی
جس طرح چلتی سویرے ہے نسیمِ خوشگوار
کیا بتاؤں راہ میں کیا کیا مجھے آئی نظر
بستیاں آبادیاں سوکھی زمیں اور کوہسار
چند گھنٹوں کی مسلسل تیز رفتاری کے بعد
مجھ کو گاڑی نے دیا کٹیہار جنکشن میں اتار
سامنے آنکھوں کے اک بجلی چمک کر رہ گئی
تختۂ پل پر قدم کو جوں ہی رکھا خاکسار
اک حسینہ مہ لقا کافر ادا جادو نگہ
جس پہ تارے ہورہے تھے آسماں پرسے نثار
جس کے رنگیں ہونٹ کرتے تھے شفق سے ہمسری
جس کے گل رخسار میں تھے رنگ و بوئے صد بہار
عالمِ دوشیزگی تھا پندرہ سولہ کا سن
اور حبابِ نور کی ہم شکل جوبن کا ابھار
آسمانی رنگ کی ساڑی دوپٹہ اوڑھ کر
پل کا دستانہ پکڑ کے تھی کھڑی وہ مہ نگار

زیرِ لب کچھ مسکرائی اور یوں کہنے لگی
میں نے دیکھا گھور کر اس کی طرف جب بار بار

کون ہیں؟ کیا نام ہے؟ رکھتے کہاں کا عزم ہیں
کیجئے اپنا مفصل حال مجھ پر آشکار

پھر تو میں گویا ہوا اس طرح سے با صد نیاز
میں بھکاری ہوں ترا اے حسن کے سرمایہ دار!

گھر سے نکلا تھا تو میری آرزو کچھ اور تھی
آکے یاں دامِ محبت کا ہوا تیرے شکار

سرمئی آنکھوں کی تیری کھاکے کہتا ہوں قسم
تیرے بن میرا دلِ مضطر نہ پائے گا قرار

مجھ پہ کیا گزری دیا جب اس نے بر جستہ جواب
جس طرح کہتا ہو دشمن اپنے دشمن کو پکار

آپ کی میری رفاقت کی کوئی صورت نہیں
میں اودھ کی آپ ہیں باشندۂ صوبہ بہار

اپنے ماں اور باپ کی اک صرف اکلوتی ہوں میں
کوئی بیٹا ہی نہیں جو ان سے کرلیتے وہ پیار

اس قدر کہہ کر دو بالا کر کے گھونگھٹ چل پڑی
میں رہا بے حس و حرکت اشکبار و دلفگار

پھر وہی بھولی کہانی تو نے دہرائی جلالؔ
کیا ترے جذبات کے گلشن میں پھر آئی بہار

ماہ نامۂ صبحِ نو، نقشِ اوّل

مرحبا تازہ بہارِ آب و تابِ صبحِ نو
حبذا دل کش جمالِ بے حسابِ صبحِ نو

گلشنِ دلّی و لکھنؤ کے گلوں کا رنگ و بو
غازۂ روئے نکوئے پُر شبابِ صبحِ نو

جلوہ گر سورج فلک پر ہے قبائے سرخ میں
یا افق کے ہاتھ میں جامِ شرابِ صبحِ نو

ہو گئے کافور پل بھر میں ستارے جھینپ کر
دستِ صرصر نے جو سرکایا نقابِ صبحِ نو

اپنے دامن میں لئے تابانیِ صد آفتاب
پُرنیہ سیٹی سے نکلا آفتابِ صبحِ نو

اللہ اللہ، ذوق ستھرا ہے وفاؔ کا کس قدر
آئینہ دارِ وفاؔ ہے انتخابِ صبحِ نو

مشعلِ راہِ ترقی ہے جلاؔلِ بے نوا!
بہرِ یارانِ وطن یہ آفتابِ صبحِ نو

صبحِ نو،نقشِ ثانی

ماہنامہ صبحِ نوپرنیہ سیٹی پورنیہ

مرحبا تازہ بہارِ آب و تابِ صبحِ نو
حبذا دلکش جمالِ بے حسابِ صبحِ نو
جلوہ گر سورج فلک پر ہے قبائے سرخ میں
یا اُفق کے ہاتھ میں جامِ شرابِ صبحِ نو
ہوگئے روپوش تارے جھلملا کر شرم سے
دیکھ کر تا بندہ روئے بے نقابِ صبحِ نو
اپنے دامن میں لئے تابانیٔ صد آفتاب
پُرنیہ سیٹی سے نکلا آفتابِ صبحِ نو
ختم ہوکر ہی رہے گی گردشِ لیل و نہار
رک نہیں سکتا یہ دورِ انقلابِ صبحِ نو
اک شعاعِ نو بھی بہرِ نونہالانِ وطن
اپنے دامن میں لئے ہے آفتابِ صبحِ نو
اس میں ہے موجود ہر اک ذوق کا ساماں جلالؔ!
آئینہ دارِ وفا ہے انتخابِ صبحِ نو

آہ! حضرتِ نجم، نقشِ اوّل

فضاؤں پہ مسلط آہ ، دودِ حسرت و غم ہے
نم آلودہ ہیں آنکھیں ہر طرف اک شورِ ماتم ہے
سپہرِ علم و فن کا مہرِ تاباں ہوگیا پنہاں
زبانِ اہلِ عالم پر یہی اب ذکرِ پیہم ہے
فلک نے بھی پہن رکھا ہے نیلا دلق ماتم کا
جنابِ نجم والا شان کی فرقت کا یہ غم ہے
جگہ دینا انہیں تو سایۂ دامانِ رحمت میں
حضورِ خالقِ عالم دعا میری یہ ہر دم ہے

آہ! حضرتِ نجم، نقشِ ثانی

فضاؤں پر مسلط آہ دودِ حسرت و غم ہے
نم آلودہ ہیں آنکھیں ہر طرف سامانِ ماتم ہے
سپہرِ علم و فن کا اخترِ روشن ہوا پنہاں
زبانِ اہلِ عالم پر یہی اب ذکرِ پیہم ہے
فلک کے دوش پر بھی نیلگوں ہے دلق ماتم کی
خفائے نجمِ ثاقب کا اسے بھی اس قدر غم ہے
جوارِ رحمتِ خاصہ میں خالق دے جگہ ان کو
تہہِ دل سے دعا ان کے لئے میری یہ ہردم ہے

خدا گنج میں ابا حضور کے نام، نقشِ اوّل

میرے ابا جان! تسلیم و نیاز
خیریت کہئے حضورِ پاک باز
میں ہوں اچھا حامدِ دل گیر بھی
میری امی جان بھی ہمشیر بھی
ہے یہ سب ، پر زندگی دشوار ہے
دشمنوں کی بے طرح یلغار ہے
آپ کے شاگرد و آبائی غلام
مستعد ہیں لے کے تیغِ بے نیام
کیجئے اس وقت میری آپ یاد
سخت خطرے میں پڑی ہے جائداد
شہرِ خاموشاں سے پھر اس دیش میں
اپنے پچھلے روپ پچھلے بھیس میں
جس قدر ہو جلد ممکن آیئے
اپنے بیٹے کی مدد فرمایئے
یا اگر یہ آپ کے بس کی نہیں
تو دعا اللہ سے کیجئے وہیں
عزم و ہمت میں کبھی جنبش نہ ہو
پائے استقلال میں لغزش نہ ہو
دے سکوں ہر وقت ہو کر کامیاب

اینٹ کا ظالم کی پتھر سے جواب
اچھے ابا الوداع و السلام
آپ کا بیٹا جلالؔ تلخ خام

جلالؔ غفرلہٗ
ستمبر ۱۹۵۲ء

نوٹ:-اس نظم کی فائنل شکل باقیات میں شامل ہے۔

قدوسؔ اور مسلمؔ ہمشیر زادوں کی یاد میں، نقشِ اوّل

ہم نفس ! مت پوچھ مجھ سے داستانِ زندگی
درد سے لبریز ہے ظرفِ بیانِ زندگی
میری امیدوں کے گل سب یک بیک کمھلا گئے
اجڑا اجڑا ہوگیا اف ! گلستانِ زندگی
آہ ! کیوں کر ہو نہیں دنیائے دل ظلمت کدہ
چھپ گئے جب مہر و ماہِ آسمانِ زندگی
کردیا پامال مجھ کو گردشِ ایّام نے
لٹ گئے مال و متاعِ کاروانِ زندگی
یہ سخن سازی نہیں ہے ، بلکہ تفسیرِ الم
بن گیا اشعار ہے ، سوزِ نہانِ زندگی
جب فضا مہکی ہوئی تھی دونوں گل سے اے جلالؔ !
روح پرور کس قدر تھا بوستانِ زندگی

ہونے والی بات یوں تو ہو ہی جاتی ہے جلالؔ !
سخت ہے کتنا مگر یہ امتحانِ زندگی

قدوسؔ اور مسلمؔ ہمشیرزادوں کی یاد میں، نقشِ ثانی

دوستو ! پوچھو نہ شرحِ داستانِ زندگی
درد سے لبریز ہے ظرفِ بیانِ زندگی
گلشنِ ہمشیر کے کمہلا گئے دونوں ہی پھول
اجڑا اجڑا ہوگیا یہ گلستانِ زندگی
دل کی دنیا میں مرے ہر سمت ظلمت چھا گئی
چھپ گئے جب مہر و ماہِ آسمانِ زندگی
موت کے بے درد ہاتھوں نے کیا رہزن کا کام
لوٹ لی ساری متاعِ کاروانِ زندگی
یہ سخن سازی نہیں ہے بلکہ تفسیرِ الم
بن گیا اشعار ہے سوزِ نہانِ زندگی
ہونے والی بات ٹل سکتی نہیں ہرگز جلالؔ !
کس قدر غم ناک ہے یہ امتحانِ زندگی

عزیزی محمد قدوس ہمشیرزادۂ خود کا انتقال مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۴۶ء مطابق ۱۵ر رجب ۱۳۶۵ھ روز بدھ ۱۰ر بجے دن ہوا۔

عزیزی محمد مسلم برادرِ خورد محمد قدوس مرحوم کا انتقال یکم صفر ۱۳۶۶ھ روز بدھ ہوا۔

محمد جلالؔ غفرلہ

شاعر کی دعا،نقشِ اوّل

کرم ہوگا ، جلاؔلِ بے نوا کے قلبِ مضطر میں
الہ العالمین ! عشقِ شہِ ابرارؐ پیدا کر

شاعر کی دعا،نقشِ ثانی

کرم فرما جلاؔلِ بے نوا کے قلبِ مضطر میں
رسولِ ہاشمیؐ کا عشقِ پُر انوار پیدا کر

ہم کیا تھے،نقشِ اوّل

یہ دنیا کانپ اٹھتی تھی ہمارا نام سنتے ہی
جوابِ زور میں سہراب و رستم سے سوا ہم تھے

ہم کیا تھے،نقشِ ثانی

زمانہ کانپ جاتا تھا ہمارا نام سنتے ہی
جوابِ زور میں سہراب و رستم سے سوا ہم تھے

ہم کیا تھے،نقشِ اوّل

حقیقت آشکارا تھی ہماری بات باتوں میں
سبھی تھے راہ رو ، منزل کا پختہ رہنما ہم تھے

ہم کیا تھے،نقشِ ثانی

ہمارے سر تھی دستارِ فضیلت رہ نمائی کی
سبھی تھے راہ رو منزل کا پختہ رہنما ہم تھے

قطعات

قطعۂ دعائیہ،نقشِ اوّل

یارب! ہے عرض تجھ سے بڑی التجا کے ساتھ
مسرور لوٹوں در سے ترے اس دعا کے ساتھ
مبذول میرے حال پر تیرا کرم رہے
زندہ رہوں جہان میں برگ و نوا کے ساتھ

قطعۂ دعائیہ،نقشِ ثانی

یارب! ہے عرض تجھ سے بڑی التجا کے ساتھ
حاضر ہے بندہ در پہ ترے اس دعا کے ساتھ
مبذول میرے حال پر تیرا کرم رہے
جیتا رہوں جہان میں تیری رضا کے ساتھ

نعتیہ قطعہ،نقشِ اوّل

یوسفِ کنعاں نہ بکتے مصر کے بازار میں
مصطفیؐ کا نور گر ہوتا نہیں رخسار میں
غرقِ حیرت تھے فرشتے عرش کے نیچے تمام
کملی والے جب خدا سے محو تھے گفتار میں

نعتیہ قطعہ،نقشِ ثانی

یوسفِ کنعاں نہ بکتے مصر کے بازار میں

مصطفیٰؐ کا نور گر ہوتا نہیں رخسار میں
غرقِ حیرت تھے فرشتے عرش کے نیچے جلالؔ !
جب خدا سے مصطفیٰ مصروف تھے گفتار میں

نعتیہ قطعہ، نقشِ اوّل

صبا پہلے تو جاکر آبِ زمزم سے نہا لینا
وہان سے پھر مدینے کو بہت ہلکے قدم جانا
ادب سے عرض کرنا پھر قریبِ گنبدِ خضریٰ
جلالؔ بے نوا کا ہے سلاموں کا یہ نذرانہ

نعتیہ قطعہ، نقشِ ثانی

صبا کعبے میں جاکر آبِ زمزم سے نہا لینا
وہاں سے پھر مدینے کو بہت ہلکے قدم جانا
ادب سے عرض کرنا اے شہِ طیبہ ! سلاموں کا
جلالؔ بے نوا نے آپ کو بھیجا ہے نذرانا

قطعہ، نقشِ اوّل

دورِ خزاں نے دھجی اڑائی بہار کی
لی راہ بلبلوں نے چمن سے فرار کی
سورج بھی آج راہ میں سوتا ہی رہ گیا
ہوتی نہیں جو صبح شبِ انتظار کی

پیری میں اب نہ ساتھ رہا کوئی جز عصا
وہ بھی نہیں کہ جس پہ جوانی نثار کی
پیری میں اب نہ ساتھ رہا کوئی جز عصا
وہ خود غرض کہ جس پہ جوانی نثار کی

قطعہ،نقشِ ثانی

دورِ خزاں نے دھجی اڑائی بہار کی
لی راہ بلبلوں نے چمن سے فرار کی
سورج بھی آج راہ میں سوتا ہی رہ گیا
ہوتی نہیں جو صبح شبِ انتظار کی

عید،نقشِ اوّل

آیا ہے روزِ عید کیا راحت لئے ہوئے
سامانِ صد ہزار مسرت لئے ہوئے
ہم ساکنانِ خاک کی خاطر یہ روزِ عیش
آیا ہے ساتھ تحفۂ راحت لئے ہوئے

عید،نقشِ ثانی

آئی ہے عید واہ کیا راحت لئے ہوئے
دامن میں صد ہزار مسرت لئے ہوئے
پیغامِ عید لے کے افق پر یہ آفتاب
چمکا ہے آج تحفۂ راحت لئے ہوئے

قطعہ،نقشِ اوّل

سویرے پی کے سوتا ہے تو آدھی رات اٹھتا ہے
شرابی بھی تو واعظ ! زاہدِ شب خیز ہوتا ہے

قطعہ،نقشِ ثانی

عشا کو پی کے سونا اور آدھی رات کو اٹھنا
طریقِ کار میرا زاہدِ شب خیز ہوتا ہے

قطعہ،نقشِ اوّل

بیٹھے بیٹھے ہی نہ تم شکوۂ تقدیر کرو
کچھ تو تقدیر سنور جانے کی تدبیر کرو

قطعہ،نقشِ ثانی

بیٹھے بیٹھے ہی نہ تم شکوۂ تقدیر کرو
اٹھ کے تقدیر سنور جانے کی تدبیر کرو

قطعۂ تاریخِ وفات جناب فرحت اللہ سرکار، ساکن کھاڑھی اسٹیٹ حسب فرمائش حاجی مطیع الرحمٰن،

نقشِ اوّل

جلالِ بے نوا ! جب تھی یہی حق کی مشیت میں
تو ڈھاریں مار کر بیکار اب رونا ہے فرقت میں
یہی اچھا ہے کہہ دو آ کے تم جوشِ محبت میں
کوئی موزوں سا فقرہ مختصر تاریخِ رحلت میں
پئے تاریخ کوئی کیوں پھنسے بیکار زحمت میں
عیاں ہے سالِ ہجری صاف "گورِ اہلِ ثروت" میں
پئے تاریخ کوئی کیوں پھنسے بیکار زحمت میں
عیاں ہوتا ہے ہجری سال "گورِ اہلِ ثروت" میں

۱۳۶۸ھ

قطعۂ تاریخِ وفات فرحت اللہ سرکار، نقشِ ثانی

دعا کرتا ہوں دل سے بارگاہِ ربِ عزت میں
فرحت اللہ کو یا رب ! سدا رکھنا تو راحت میں
جلال بے نوا ! تم کہہ دو اب جوشِ محبت میں
کوئی موزوں سا فقرہ مختصر تاریخ رحلت میں
محرم سولہویں ڈھلتے پہر کی نیک ساعت میں

جمعہ سے ایک دن پہلے ہی جالیٹے وہ تربت میں
سنِ ترحیل کی خاطر نہ پھنس بیکار زحمت میں
نہاں ہے دیکھ ہجری سال ''گورِ اہلِ ثروت'' میں

۱۳۶۸ھ

طنز و مزاح، نقشِ اوّل

زباں پبلک کی دل کنبے کا کیسی وضع داری ہے
ہماری قوم کا لیڈر بھی کتنا کاروباری ہے
جنابِ شیخ سے کہہ سن کے پرمٹ کیجئے حاصل
سنا ہے گلشنِ جنت کی ان کو ٹھیکے داری ہے
قدم تک اٹھ نہیں سکتے ہیں اب بارِ جسامت سے
نہ جانے حضرتِ ملاّ کا کب سے پیر بھاری ہے
ہے مالا ہاتھ میں دستار سر پر سامنے طبلہ
خدا رکھے ہمارا پیر جی بھی کیا مداری ہے
تلاوت ہو رہی ہے جیسے سرپٹ بھاگتا گھوڑا
یہ حافظ جی بھی گویا ریس کا ماہر کھلاڑی ہے

نوٹ:- اس نظم کی فائنل شکل باقیات میں شامل ہے۔

فارسی کلام

غزل فارسی،نقشِ اوّل

می دہد جانِ حزیں بیمارِ عشقت دل ربا
خیز تا بیند ترا خفتہ بہ تربت دل ربا

ہیچ می دانی ز حالِ طالبِ ناشادمان
از غمِ ہجراں نوازد کوسِ رحلت دل ربا

مہرِ تابان ہم قرین گردد اگر با روئے تو
تا قیامت سر نہ بردارد ز خجلت دل ربا

غرق در بحرِ تحیر گشتہ ام از من مپرس
لذّتِ زخمِ نگاہِ نازنینت دل ربا

ہیچ نازیبا نباشد حورِ ارضی گفتمت
ایکہ دارد حسنِ عالمگیر رویت دل ربا

غزلِ فارسی،نقشِ ثانی

می دہد جانِ حزیں بیمارِ عشقت دلربا
زود آ تا بیند و خفتہ بہ تربت دلربا

یک نظر فرما کہ مستغنی شود از دو جہاں
کشتۂ چشمِ سیاہ و سرمگیت دلربا

ماہِ تاباں ار گہی آید قرینِ روی تو

تا قیامت سر نہ بردارد ز خجلت دلربا
ہیچ نازیبا نباشد حورِ ارضی گفتمت
ایکہ می داری تو حسنِ حورِ جنت دلربا

غزل فارسی، نقشِ اوّل

جلوۂ حسنت ہمی بینم ہر جا جلوہ گر
ایکہ در چشم و نظر اے تاجدارِ ماتوئی
عارضِ تابانِ تو دیباچۂ دیوانِ حسن
لائقِ صد آفریں اے گل عذارِ ما توئی
عندلیب آسا بیادِ تو نواہا می زنیم
گلستانِ ماتوئی ہم لالہ زارِ ماتوئی

غزل فارسی، نقشِ ثانی

جلوۂ رویت ہمی بینم بہ ہر جا جلوہ گر
ایکہ در چشم و نظر اے تاجدارِ ما توئی
عارضِ تابانِ تو دیباچۂ دیوانِ حسن
مہبطِ انوارِ حق اے گلعذارِ ما توئی
ہمچو بلبل نالہ ہائے زار در یادت زنیم
گلستانِ ما توئی ہم لا لہ زارِ ماتوئی

قطعہ تاریخ وصال حضرت حامد حسن علویؒ، نقشِ اوّل

از جہاں چوں عازمِ فردوس شد
حضرت حامد حسن غوثِ زماں

حضرتِ حامد حسن غوثِ زماں
گشت مخفی چوں ز چشمِ مردماں

گفت سالِ عیسوی کلکِ جلالؔ
چہل و یک از بست صد غائب بداں

۱۹۵۹ء

گفت سالِ ہجرتِ نبوی جلالؔ
بست و یک از چاردہ صد کم بداں

۱۳۷۹ھ

قطعۂ تاریخِ وصال حضرت حامد حسن علویؒ کو ہنڈہ اعظم گڑھ، نقشِ ثانی

از جہاں چوں عازمِ فردوس شد
حضرتِ حامد حسن غوثِ زماں

سالِ ہجری زد رقم کلکِ جلالؔ
بست و یک از چاردہ صد کم بداں

۱۳۷۹ھ

مرتبِ کتاب کا سوانحی خاکہ:

نام: محمد رضوان ندوی

والد: قاضی حامد حسن

والدہ: عذرا خاتون

تاریخِ پیدائش: ۱۹۷۹/۳/۳ء

جائے پیدائش: مقام قاضی ٹولہ بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ، بہار

شریکِ حیات: کہکشاں ریاض

اولاد: قاضی محمد تابش، ادیبہ ناز، الیفہ ناز

تعلیمی لیاقت:

دینی علوم: عالم، فاضل

عصری علوم: ایم۔اے (اردو)، بی۔ایڈ

مشغلہ: درس وتدریس:

ملازمت: استاد اردو، ایس۔ایس ہائی اسکول، تیلتا، بلرام پور، کٹیہار

تصنیفات وتالیفات:

مطبوعہ کتابیں:-۱۔کلامِ قاضی جلال ہری پوری، ۲۔ارمغانِ قاضی نجم ہری پوری، ۳۔قاضی نجم ہری پوری اور قاضی جلال ہری پوری: فکر وفن، ۴۔باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری، ۵۔آئینۂ خیال (مکتوباتِ قاضی جلال ہری پوری)

غیر مطبوعہ کتابیں:-۱۔باقیاتِ قاضی نجم ہری پوری، ۲۔غنچۂ عشق، ۳۔قاضی جلال ہری پوری: حیات وخدمات، ۴۔یادِ رفتگاں ۵۔دیوانِ غالب کا عروضی مطالعہ، ۶۔کلیاتِ اقبال کا عروضی مطالعہ، ۷۔مشہور شعرا کے منتخب کلام کا عروضی مطالعہ۔

صاحبِ کتاب کا سوانحی خاکہ:

نام: قاضی محمد جلال الدین

تخلص: جلال

قلمی نام: قاضی جلال ہری پوری

والد: قاضی منشی عبدالرحیم مرحوم

والدہ: افزون النساء مرحومہ

پیدائش: ۱۹۲۱ء

جائے پیدائش: مقام قاضی ٹولہ بھاگ طاہر (ہری پور) پوسٹ امور، وایا بائسی، ضلع پورنیہ، بہار

وفات: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۷ء

شریکِ حیات: مریم النساء مرحومہ

اولاد: قاضی حامد حسن، قاضی محمد قمر الزماں، قاضی محمد نور الزماں، تسمینہ خاتون، تحسینہ خاتون، تنویرہ خاتون، شمس الضیا

تصنیفات:

۱۔ کلامِ قاضی جلال ہری پوری (مطبوعہ)

۲۔ باقیاتِ قاضی جلال ہری پوری (مطبوعہ)

۳۔ آئینۂ خیال (مکتوبات) مطبوعہ

۴۔ کلیاتِ قاضی جلال ہری پوری (اردو و فارسی) زیرِ طبع

Baqiyat-e-Qazi Jalal Haripuri

Compiled by : Md. Rizwan Nadvi

مرتب : محمد رضوان ندوی　　　قاضی جلال ہری پوری

ISBN 93-85295-78-0
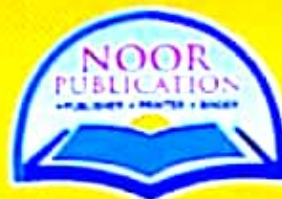
Kucha Chellan, Darya Ganj, New Delhi-110002